وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰۃِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (القرآن)

فارقلیط

(اسمہ احمد ﷺ)

پادری وکلف اے سنگھ کے رسالہ "فارقلیط" کے جواب میں

مؤلف: حکیم محمد عمران ثاقب

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

مُقدّمۃ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو یہ خوشخبری دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد (فارقلیط) ہوگا لیکن عیسائی ازراہِ حسد اس کو تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ بائبل کے متعدد مقامات پر واضح الفاظ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اور قرآن مجید نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف صاف نام لیکر آپ کی آمد کی بشارت دی تھی اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد بتایا ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ تھا، بلکہ احمد بھی تھا۔ عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی کا نام محمد یا احمد رکھا گیا ہو۔ متعدد اناجیل میں ایک انجیل برناباس ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حواری برناباس کی مرتب کردہ ہے۔ یہ انجیل دیگر اناجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات، سیرت اور اقوال کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ مگر عیسائیوں کی بدقسمتی کہ اس انجیل کے ذریعے سے اپنے عقائد کی تصحیح اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کو جاننے کا جو موقع ان کو ملا تھا، اسے محض ضد کی بنا پر انہوں نے کھو دیا اور برناباس کی انجیل کو جھوٹی انجیلوں کی فہرست میں شامل کر لیا کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح نام لیکر پیشین گوئی کی گئی ہے۔ پھر تثلیث اور کفارہ جیسے عقائد کی مذمت بھی کی گئی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بشارتیں دیں، ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف نام مبارک لیا ہے جس کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”مسیح“ کا لفظ استعمال کرتے ہیں، کہیں رسول اللہ کہتے ہیں، کہیں قابل تعریف Admirable کہتے

ہیں کہیں صاف صاف فقرے ارشاد فرماتے ہیں جو بالکل ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے ہم معنی ہیں۔'' (تفہیم القرآن ۵-۱۷۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک بشارت بطور نمونہ ملاحظہ ہو۔

'' تمام انبیاء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا، جن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تک پہنچتی ہے جن کو کہ اللہ نے دنیا میں بھیجا انہوں نے معموں میں تاریکی کے ساتھ باتیں کی ہیں، لیکن میرے بعد تمام نبیوں اور پاک آدمیوں کی روشنی آئے گا تب وہ تمام نبیوں کے اقوال کی تاریکی پر نور چمکائے گا کیونکہ وہ اللہ کا رسول ہے۔'' (انجیل برنباس فصل ۱۷-۲۱،۲۲)

برنباس کی انجیل میں آپ کا نام مبارک بھی ہے۔

''تحقیق اس کا نام محمد ہے، اس وقت عام لوگوں نے یہ کہتے ہوئے شور مچایا کہ یا خدا تو ہمارے لئے اپنے رسول کو بھیج، اے محمد ﷺ تو جلد دنیا کو نجات دینے کے لئے آ۔'' (برنباس فصل ۹۷، ۱۷، ۱۸)

علامہ ابن اسحاق یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہمیں اپنی خبر سنائیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں۔ میری والدہ کا جب پاؤں بھاری ہوا تو خواب میں دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا ہے جس سے شام کے شہر اور بصریٰ کے محلات چمک اٹھے۔'' (بحوالہ یہود و نصاریٰ قرآن کی نظر میں ص ۶۹۳)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

'' ہمارا مقصود یہ ہے کہ عالی جناب حضور ﷺ کی بابت اگلے انبیاء علیہم السلام برابر پیشین گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امت کو اپنی کتاب میں سے برابر پیشین گوئیاں سناتے رہے اور آپ کی اتباع و نصرت کا انہیں حکم کرتے رہے۔ ہاں آپ کے امر

کی شہرت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا کے بعد ہوئی جو تمام انبیاء کے باپ تھے۔

اسی طرح مزید شہرت کا باعث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوئی جس حدیث میں آپ نے سائل کے سوال پر اپنے امر نبوت کی نسبت دعائے خلیل اور نوید مسیحا کی طرف کی ہے۔ اس سے یہی مراد ہے ان دونوں کے ساتھ آپ کا اپنی والدہ محترمہ کا خواب ذکر کرنا اس لئے تھا کہ اہل مکہ میں آپ کی شروع شہرت کا باعث یہ خواب تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بے شمار درود و سلام بھیجے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر شہرت اور باوجود انبیاء کی متواتر پیشین گوئیوں کے بھی جب آپ روشن دلیلیں لے کر آئے تو مخالفین اور کافروں نے کہہ دیا کہ یہ تو صاف جادو ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر ۵/۴۳۲ مطبوعہ نعمانی لاہور)

قرآن مجید میں ہے۔

"واذ قال عیسیٰ بن مریم یبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ" (۶۱:۷)

میں اللہ کے رسول احمد ﷺ کی آمد سے متعلق توراۃ کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی ان کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ (تفہیم القرآن ۵/۴۵۹)

نبی کریم ﷺ کی بشارتوں سے انجیل بھری پڑی ہے جیسا کہ انجیل میں ہے کہ فارقلیط سچائی کی روح یعنی صادق الامین ہوگا۔ یہ صفت رسول اللہ ﷺ کی اتنی معروف و مشہور ہے کہ اس کا انکار تو آپ ﷺ کے مخالفین نے بھی نہیں کیا۔ (اس کی مثالیں سیرت کی کتابوں میں اس قدر ملتی ہیں کہ جن کا شمار مشکل ہے) لفظ فارقلیط، احمد کا ہم معنی اور مترادف ہے۔ فارقلیط کے نام سے ایک رسالہ (۵۲ صفحات) پر مشتمل مصنفہ پادری وکلف اے سنگھ جس کو ایم آئی کے ۳۶ فیروز پور روڈ

لاہور نے شائع کیا ہے۔ سن اشاعت ۲۰۰۶ء ہے۔ یہ رسالہ چار ابواب اور ایک ابتدائیہ پر مشتمل ہے۔

ابتدائیہ حرف آغاز فارقلیط یعنی روح حق (باب ۱) مددگار فارقلیط (۲) روح حق (۳) حضور مسیح کی فارقلیط کے بارے میں پیشین گویاں (۴) دنیا کا سردار، اس رسالہ کا خلاصہ وکلف اے سنگھ صاحب کے نزدیک یہ ہے۔

فارقلیط یعنی روح حق کا اشارہ حضور مسیح نے کیا ہے۔ اس کا تعلق رسول عربی سے نہیں ہے۔ (صفحہ ۹)

ردِ عیسائیت پر محترم حکیم محمد عمران ثاقب صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ موصوف نامور لکھاری ہیں۔ ادیانِ باطلہ خصوصا عیسائی مذہب پر ان کو کافی عبور حاصل ہے، اس سے پہلے ان کی کتاب ''بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ'' شائع ہو کر اہل علم سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔ یہ کتاب بھی محترم حکیم صاحب نے بڑی محنت سے لکھی ہے اور پادری وکلف اے سنگھ کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب عیسائیوں کی کتابوں سے دلائل کے ساتھ دیا ہے۔ اور صحیح معنوں میں تعاقب کا حق ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکیم صاحب کی اس کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کی نجات کا ذریعہ بنائے۔

عبدالرشید عراقی
عراقی گیٹ سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ
۲۲ جولائی ۲۰۰۹

پیش لفظ

ان گنت و بے شمار تعریف کا واحد مستحق وہ صانع عالم ہے جو وحدہٗ لاشریک، لم یلد ولم یلد ہے۔ واحد اور صمد ہے۔ بلاشرکت غیرے ہر قسم کی حمد و ثناء اللہ رب کریم کیلئے مخصوص ہے جس نے ہدایت انسانی کیلئے اس دنیا میں منتخب اور معصوم انبیاء کو مبعوث فرمایا اور ہدایت انسانی اور فلاح دارین کیلئے دین اسلام کو پسند فرمایا اور معمار کعبہ کی اولاد سے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر نبوت کے سلسلہ کا اختتام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر عظیم ہے۔ میں ایک معمولی سا بے بضاعت انسان اس کی عظمت کے گیت بھی نہیں گا سکتا۔ اس کی حمد و ثناء کا حق کون ادا کر سکتا ہے؟

اگر سمندر سیاہی میں بدل جائیں اور زمین کے درخت قلم بن جائیں بلکہ ایسے سات سمندر اور بن جائیں اور مخلوقات عرش سے لے کر فرش تک کاتب بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کے احسانات، حمد اور ثناء کا ایک باب بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچے۔

سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے، قلم گھس جائیں اور مخلوقات عاجز آ جائیں۔ وہ اتنا عظیم ہے کہ کلمہ کن سے کائنات کو بنایا اور فقط کن کہے تو زمین و آسمان چرخی کی طرح لپٹ جائیں وہ ہر کام پر قادر و مطلق ہے مگر افسوس کہ لوگوں نے اللہ کو اس طرح پہچانا ہی نہیں جس طرح اسے پہچاننے کا حق ہے۔

لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ کے بارے میں مثالیں بیان نہ کرو۔ اور اس کی مانند تو کوئی ہے ہی نہیں۔ لوگو! مخلوق کو معبود نہ بناؤ اور اس کے انبیاء کو اس کا جزو یا بیٹا نہ ٹھہراؤ۔ کیا تم اللہ کے جلال کی تاب لا سکتے ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔

تو پھر اللہ کی دشمنی مول نہ لو اور اپنے مسیح کی مخالفت نہ کرو۔ انجیل میں لکھا ہے اور جناب مسیح نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرمایا ہے خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند

ہے۔ (مرقس ۱۲-۲۹) اور فرمایا "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر۔" (متی ۵-۱۰)

دیکھو مسیح کا عقیدہ ہے کہ اللہ صرف ایک ہے اور صرف اسی کی عبادت کرو۔ یہی سب حکموں سے اول حکم ہے اور یہی سب انبیاء کی تعلیم ہے۔ لہٰذا اپنے مسیح اور تمام انبیاء کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کی دشمنی مول لے کر جہنم کا ایندھن نہ بنو اور اپنی ابدی زندگی کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ جیسا تم کہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان سب باتوں سے پاک ہے۔ مخلوق اس کی نعمتوں کے شمار اور اس کی حمد کا حق ادا کرنے سے عاجز ہے۔

لہٰذا اب ہم سرور کائنات سردار الانبیاء حضور صادق المصدوق شافع محشر، خاتم النبین محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور نعت بطور نذرانہ پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ زر و جواہر نچھاور ہوں میری جان، مال، اولاد، ماں، باپ فدا ہوں اس ذات والا صفات کی روح مقدس پر جس کے ایوانِ رفعت کے آگے عرش اعظم ایک چھوٹا سا محل لگتا ہے۔ ان گنت و بے شمار درود و سلام اس فہم و فراست کے سلطان ﷺ کی ذات اقدس پر جس کے عقل و شعور کے سامنے عقل کل ایک معصوم سا بچہ لگتا ہے۔ ان گنت درود و سلام اس رحمت مجسم کی ذات بابرکات پر جس کی رحمت و شفقت محض بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے نہیں بلکہ عالمین کے لئے ہے۔ وہی عہد کا رسول کہ جس کی آمد سے قبل ہر صاحب کتاب نبی نے اس کی راہ تیار کی اور اس کے ظہور کی پیش گوئی فرمائی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے پاؤں کی جوتی کا تسمہ کھولنے کی حسرت لئے، اسمہ' احمد کی بشارت سناتے اور یہ اعلان فرماتے کہ "اس کی شان میں گستاخی معاف نہیں کی جائے گی۔" آسمانوں پر اٹھا لئے گئے!ہاں۔

وہ محمد ﷺ جس نے بھوک کی شدت سے تنگ آ کر پیٹ پر پتھر باندھے ہیں مگر اس معصوم نبی کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم ہے کہ خود سر اکڑی ہوئی گردنیں اور شہنشاہوں کی بسیط و عریض زندگانیاں آپ کے جلال و ہیبت سے تنگ ہو کر سکڑ

گئیں۔ اس کی جرات و بہادری اور قوت بازو پہ قربان کہ قلت و کثرت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قوی دشمنوں کا غرور خاک میں ملیا ملیٹ کر کے دکھ دیا۔

آہستگی، تندی، تیزی کے درمیان آپ ﷺ نے فرمایا کہ "خیر الامور اوسطھا" اور اس فرمان میں اپنی لینت سے صلب کو نرم فرما دیا۔ یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے معبودان باطلہ پر لا کی تلوار چلا کر انسانیت کو غیر اللہ کی عبادت سے بے نیاز کر دیا۔ جہالت کے طوق لوگوں کی گردنوں سے اتار پھینکے۔ بتوں کو مسمار کر کے جآء الحق کا اعلان فرمایا۔ گورے، کالے، عربی، عجمی، حسب ونسب کے امتیاز کا خاتمہ فرما دیا۔ ہاں وہ رسول جو سخی اتنا کہ احد پہاڑ جتنا سونا بھی غریبوں، یتیموں، مسکینوں میں تقسیم کرنے کیلئے چند دن لگیں وہ عالمین کا رسول جس کا ہر لمحہ اللہ کے ذکر سے گذرے اور عبادت کرتے کرتے پاؤں تک متورم ہو جاتے ہیں، اور جن کی شہرت کا یہ عالم ہے کہ ان کے ذکر خیر کے بغیر دنیا میں ایک منٹ بھی نہیں گذرتا۔

ان کے ذکر کی بلندی کا وعدہ اللہ نے اس طرح فرمایا کہ "ورفعنا لک ذکرک" اور جس کے اخلاق کو اللہ تعالیٰ نے "وانک لعلی خلق عظیم" سے تعبیر فرمایا ہے۔ ہاں وہی مزکی نفوس جو مصطفےٰ، مجتبےٰ، اُمّی، مگر معلم سرچشمہ نور ہدایت، ہادی و منذر سراج منیر، مزمل، مدثر، طٰہٰ اور یٰسین، شفیق، رحیم، صاحب خیر کثیر، نوع انسانی کیلئے موجب خیر، احمد اور خاتم النبیین، وکیل، ناصر یعنی قیامت کے دن اولاد آدم کا مددگار اور معزی یعنی قیامت کی ہولنا کیوں میں مومنین کو تسلی دینے والا اور شافع محشر قیامت کے دن بھی حمد کا جھنڈا آپ ہی کے ہاتھ میں ہو گا اور تمام انبیاء آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع ہوں گے اور جن کی رسالت مخصوص وطن یا محدود مدت کے لئے نہیں بلکہ ابدی قیامت تک کے لئے ہے۔ وہ مبشر، نذیر اور داعی الی اللہ فارقلیط ﷺ خاتم النبیین، عہد کا رسول، جس کی ذات گرامی کو اللہ تعالیٰ نے

آفتاب و جہاں تاب اور ساری انسانیت کا مرکز و محور بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ازل سے لے کر آج تک جس قدر مخلوق پیدا فرمائی ہے، آسمانوں یا زمینوں میں یا ''مابین السموات والارض'' اس میں کوئی نہیں اور نہ ہی آج سے لیکر ابد تک جس قدر مخلوق پیدا ہو گی آسمانوں یا زمینوں میں یا مابین السموات والارض اس میں سے کوئی بھی نہیں جو آپ کی خاک پاء کو پہنچ سکے۔ تمام انبیاء کی صفات و معجزات کے مجموعات کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تنہا ذات میں سمو دیا۔ اس قدر فضائل کے باوجود فرمایا حضور صادق المصدوق نے ''انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر۔'' (رواہ ترمذی بحوالہ مشکوۃ ص ۵۱۲)

قیامت کے دن (بھی) تمام اولاد آدم کی سرداری مجھے حاصل ہو گی اور میں اس پر غرور نہیں کرتا اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا۔ مگر میں اس پر غرور نہیں کرتا اور تمام انبیاء میرے ہی جھنڈے تلے جمع ہوں گے مگر میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا اور دربار الٰہی میں حاضری کے لئے سب سے پہلے میری ہی قبر شق کی جائے گی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔''

برا ہو مذہبی پیشوائیت اور جاہ و حشم کے مفادات کا اسرائیلی اور اسماعیلی نسبی تعصب کا، کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کو اور آپ کی رسالت کے برحق ہونے کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح کوئی پہچان سکتا ہے اپنے بیٹے کو۔ مگر محض اسرائیلی اور اسماعیلی تعصب کی بناء پر محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے منکر ہو کر خواہ مخواہ جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔ قرآن حکیم نے اہل کتاب کو احسن طریقے سے دعوت دینے کی ترغیب جگہ جگہ دلائی ہے۔

اور اس کتاب کے ذریعے ہمارا بھی یہی مقصد ہے، ہماری ذمہ داری منوانا نہیں حق پہنچانا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جتنا کام آج پوری دنیا میں عیسائی مشنریاں کر

رہی ہیں، ہمارا کام تو ان کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہیں مگر باوجود اس کے کہ موجودہ دور میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام ہے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ "لیظهره على الدين كله ولو كره المشركون"۔ چنانچہ مشرک دین اسلام کو مٹانے کی تدبیریں کرتے ہیں، اللہ دین اسلام کو پھیلانے کی راہیں کھولتے ہیں۔ اہل کتاب نے اپنے دین کی اشاعت کے لئے پوری دنیا میں مسیحی مشنریوں کا ایک جال بچھا رکھا ہے۔ ایک وقت میں دنیا بھر میں بائبل فری تقسیم کی جاتی رہی۔ نتیجہ معلوم بے شمار لوگوں نے بائبل کو پڑھا اور اس کے اختلافات سے واقف ہو گئے اور اس کا فائدہ اسلام ہی کو پہنچا۔ ہم تبلیغ کا حق تو ادا نہیں کر سکتے مگر کم از کم ہمیں اپنی بساط کے مطابق حصہ تو ڈالنا چاہیے۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں:۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جولائی ۲۰۰۶ء میں میری کتاب بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ مکتبہ قدوسیہ کے سرپرست محترم ابوبکر قدوسی صاحب کی خاص توجہ اور نگرانی میں منظر عام پر آئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کتاب نے خاص مقبولیت کا درجہ پایا۔ خوش ہونے والے خوش ہوئے اور جلنے والے خوب جلے، کڑھے۔ ایک پادری صاحب نے جواباً وکلف اے سنگھ کا رسالہ "فارقلیط" اور پادری برکت اللہ صاحب کی "صحت کتب مقدسہ" تحفہ میں دیں۔ اگرچہ ہم بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ نامی کتاب میں فارقلیط یعنی احمد ﷺ کے متعلق کافی کچھ لکھ چکے ہیں، مگر اس وقت جوابی اور الزامی صورت نہ تھی۔ دوسرا یہ کہ اختصار بھی ہمارے پیش نظر تھا اور تیسرا یہ کہ پادری وکلف اے سنگھ کا رسالہ "فارقلیط" بالکل بھی ہماری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ لہٰذا بعض مقامات پر تشنگی کا احساس ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو سوچا کیوں نہ تحفے کا جواب تحفہ ہی بھیجا جائے۔ شاید اس سے محبت میں کچھ اضافہ ہو اور ویسے بھی ہماری خواہش ہے کہ

کوئی خط ان کو لکھوائے تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح تو قلم کان پر رکھ کر گھر سے ہم نکلے

پادری صاحب کے رسالے کا جائزہ صحیح معنوں میں ہم انشاء اللہ آگے چل کر لیں گے فی الوقت مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے۔ بقول شاعر ؂

تو نے حقی کو خوب گانٹھا ہے
اپنے مطلب کو خوب چھانٹا ہے
دیکھنے میں وہ پھول ہے لیکن
درحقیقت وہ سیہہ کا کانٹا ہے

پادری صاحب نے جس طرح زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں کہ بایدو شاید اس قدر علمی خیانت اور دیدہ و دانستہ کتمان حق پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ

ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

میرا مشورہ ہے، پادری صاحب اتنی سادگی اچھی نہیں ہوتی۔ میدان جنگ میں جائیے ضرور مگر شمشیر لے کر۔ یہ کیا ہوا کہ

اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

دعویٰ دلیل سے ہوتا ہے مگر جناب نے بغیر کسی ثبوت اور محض چونکہ چنانچہ اور اپنے زور قلم سے یہ ثابت کرنے کی ناکام سعی فرمائی کہ فارقلیط سے مراد وہ روح ہے جو پنتیکست کے دن حواریوں پر نازل ہوئی اور جب کچھ نہ بن سکا تو عقیدہ کفارہ اور عقیدہ تثلیث کو خواہ مخواہ درمیان میں گھسیٹ لائے۔ بہرحال ہم آپ کو اور آپ کے حواریوں کو دعوت دیتے ہیں، بلکہ ہم دنیائے عیسائیت کے ہر فرزند نامختون کو دعوت دیتے ہیں کہ نہ صرف ہر دو رسالہ فارقلیط کا تقابل کریں بلکہ قرآن اور بائبل کا صحیح معنوں میں تقابل کریں۔ اسلام اور عیسائیت کا تقابل کریں اور اس تقابل کے بعد۔

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ہر عیسائی پر اناجیل کے تضادات کا بھید کھل جائے تو پوری دنیائے عیسائیت منتشر اور پراگندہ ہو کر رہ جائے گی۔ اس لئے ضرور اسلام اور عیسائیت، قرآن اور بائبل کا تقابل فرمایئے۔ جو عیسائی یہ کام کریگا وہ پلٹ آئے گا کیونکہ روشنی اور نور کو پا لینے کے بعد یقیناً کوئی اندھیروں کو پلٹنا نہ چاہے گا اسی لئے ہم کہتے ہیں اور بقول شاعر

صداقت ہو تو دل سینوں سے کھنچ آتے ہیں اے واعظ
حقیقت خود کو منوا لیتی ہے مانی نہیں جاتی

عربی کا معروف مقولہ ہے کہ ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' چیزیں مقابلہ میں پرکھی جاتی ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم برملا کہتے ہیں کہ

آزمائے جس کا جی چاہے

یہی دعوت میں نے متعدد عیسائی دوستوں اور بعض پادری صاحبان کو بھی دی اور اللہ کی توفیق سے بعض نے پوری تحقیق کے بعد اسلام قبول کر لیا اور آج وہ مسلم مشنری ہیں۔ حضور صادق المصدوق محمد ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اگر تیرے ہاتھ پر کسی ایک غیر مسلم نے بھی اسلام قبول کر لیا تو یہ تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ یہ فرمان رسول مجھے کبھی نہیں بھولتا اور ہمیشہ یہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے میں حریص رہتا ہوں۔

آخر میں قارئین سے درخواست کروں گا کہ اپنی دعاؤں میں مجھے اور میرے والدین کو یاد رکھئے گا جن کی محنت سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس کام کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمارے لئے توشہ آخرت بنائے۔ (آمین)

حکیم محمد عمران ثاقب

۱۵-نومبر ۲۰۰۶

چند ایک بنیادی باتیں:-

۱) پادری صاحب کے رسالہ فارقلیط میں مکمل عمارت کی بنیاد بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ پوری عیسائیت کے مذہب کی بنیادعقیدہ تثلیث اور عقیدہ کفارہ پر ہے۔ لہٰذا اس رسالہ میں بھی انہوں نے عقیدہ تثلیث اور عقیدہ کفارہ کو ہی بنیاد بنا کر فارقلیط کو روح کی جانب منسوب کیا ہے۔

عقیدہ کفارہ اور عقیدہ تثلیث کی حقیقت کی قلعی اگر قارئین پر کھل جائے تو پادری صاحب کی ساری بحث بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا ہم درج ذیل باتوں کی وضاحت کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔

۱) عقیدہ تثلیث کی حقیقت اور اس کا پس منظر۔

۲) عقیدہ کفارہ کی حقیقت اور اس کا پس منظر۔

۳) مروجہ اناجیل کی حقیقت، ہم صرف یوحنا کی انجیل پر بحث کرینگے۔ باقیوں کی تفصیل بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں اور گنجائش بھی نہیں۔

فارقلیط کی پیشین گوئی صرف انجیل یوحنا میں ہے۔ لہٰذا انجیل یوحنا کی حقیقت ہم خوب بیان کریں گے۔

عہد نامہ قدیم پر ایک نظر:-

یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ بائبل محرف ہے۔ بائبل کی کتب ہمیشہ حادثات کا شکار رہیں۔ بیسیوں مرتبہ جلائی گئیں، تلف کی گئیں، اور ان کے پڑھنے یا پھر اپنے پاس رکھنے پر نہ صرف پابندیاں لگائی گئیں بلکہ ایسا کرنے والے مختلف اوقات میں سنگین سزاؤں سے دوچار ہوئے حتیٰ کہ قتل کرنے کے آرڈر جاری ہوتے رہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل خود مروجہ بائبل میں ہی موجود ہے۔

بائبل کی کوئی ایک کتاب بھی الہامی معیار پر پورا نہیں اترتی۔ بائبل میں تضادات اور غلطیوں کی بھرمار ہے۔ تاریخی واقعات کی غلطیاں اور متعدد پشین گوئیاں

جو غلط ثابت ہوئیں۔ کیتھولک والوں کی بائبل الگ ہے اور پروٹسٹنٹ کی الگ۔ کیتھولک بائبل عہد نامہ قدیم میں چھیالیس کتابیں ہیں اور پروٹسٹنٹ بائبل عہد نامہ قدیم میں کل انتالیس کتابیں ہیں اور دوسرے اختلافات اس کے علاوہ ہیں۔ خود عہد نامہ جدید میں عہد نامہ قدیم کی تنقیص اور بیکار ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ عہد نامہ جدید میں لکھا ہے۔

۱) ''غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب سے منسوخ ہو گیا کیونکہ شریعت نے کسی چیز کو کامل نہیں کیا اور اس کی جگہ ایک بہتر امید رکھی گئی جس کے وسیلہ سے ہم خداوند کے نزدیک جا سکتے ہیں۔'' (عبرانیوں ۷-۱۸)

اور عبرانیوں کے باب ۸ میں ہے۔

۲) ''اگر پہلا عہد بے نقص ہوتا تو دوسرے کے لئے موقع نہ ڈھونڈا جاتا۔''

۳) جب اس نے نیا عہد کیا تو پہلے کو پرانا ٹھہرایا اور جو چیز پرانی ہو جاتی ہے اور مدت کی ہو جاتی ہے تو وہ مٹنے کے قریب ہوتی ہے۔'' (عبرانیوں ۳-۱۳)

عہد نامہ جدید میں عیسائیوں کے مقدس پولوس نے عہد نامہ قدیم کو بیکار فرسودہ، پرانا اور مٹا ہوا یا مٹنے کے قریب تسلیم کیا ہے۔ اب ہم عہد نامہ جدید پر ایک نظر ڈالیں گے اور عہد نامہ جدید میں موجود یوحنا کی انجیل کو ہم وضاحت سے بیان کریں گے۔

عہد نامہ جدید پر ایک نظر:-

حضرت عیسیٰؑ کی اپنی زبان (Aramic) تھی۔ اصل انجیل جو عیسیٰؑ پر نازل ہوئی وہ ارامی زبان میں تھی جس کی تصدیق حضرت عیسیٰؑ کے اس قول سے ہوتی ہے جو بقول عیسائی بائبل کے انہوں نے سُولی پر چڑھتے ہوئے کہی۔ ''ایلی ایلی لما شبقتنی'' (متی 27-46، مرقس 15-34)

"ELI, ELI LAMA SABACHTHANI"

ارامی اور عبرانی زبان میں انجیل کا کوئی نسخہ تحریر نہیں کیا گیا۔ عیسیؑ نے انجیل کو بذات خود لکھا اور نہ کسی کو اس پر معمور کیا۔ لہٰذا اصل الہامی الفاظ تو عیسیؑ کے رفع آسمانی کے بعد قلمبند نہ ہونے کے سبب ضائع ہو گئے۔ پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں'' مسیح نے اپنے پیچھے کوئی کتاب نہیں چھوڑی بلکہ مسیحی کلیسیا کو اپنا کامل اور اکمل نمونہ دیا'' (مسیحیت کی عالمگیری، ص ۱۱۷)

عہد نامہ جدید **New Testament** یعنی مروجہ اناجیل کے متعلق یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی موجودگی میں انجیل کو لکھا اور نہ ہی کسی سے لکھوایا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے ایک عرصہ بعد تقریباً نصف صدی کے بعد لوگوں کو یہ خیال آیا اور لوگوں نے حیات مسیح پر قلم اٹھایا اور عیسیٰ علیہ السلام کے چند ذاتی فرمودات جو سینہ بہ سینہ چلے آرہے تھے، ان اقوال نے مسیح کی سوانح عمریوں میں جگہ پائی۔ چنانچہ پادری وکلف اے سنگھ اپنی ہی دوسری تالیف ''صداقت بائبل'' (مطبوعہ ایم آئی کے ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور) میں رقمطراز ہیں۔

''مسیحیت کے ابتدائی ایام میں ۳۰-۶۰ء اس خوشخبری (انجیل) کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا گیا تھا، اس وقت مسیحیوں کی کتب مقدسہ عہد عتیق ہی تھا''

(صداقت بائبل ص ۹۶)

اور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

''اس وقت چونکہ یسوع المسیح کے متعلق باتیں لوگوں کے ذہن میں ہنوز تازہ تھیں، اس لئے انہیں قلم بند کرنے کی ضرورت کسی نے محسوس نہ کی۔ یہ زمانہ زبانی روایات کا زمانہ تھا .... تاہم وہ وقت بھی آ پہنچا جب چشم دید گواہوں کو اس جہان سے رخصت ہونا تھا، بعض قتل کر دیئے گئے اور بعض قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اس لئے یہ ضروری ہو گیا کہ اس سے پیشتر کہ کوئی ایسا باقی نہ رہے جو کہہ سکے

کہ میں نے یسوع المسیح کو دیکھا تھا۔ تمام واقعات اور آپ کی تعلیمات کو قلمبند کر لیا جائے۔" (صداقت بائبل ص ۹۸)

مزید لکھتے ہیں کہ "مرقس کی انجیل سب سے پہلی ہے۔ یہ انجیل حضرت مرقس نے ۵۰-۶۵ء کے دوران یونانی زبان میں غالباً روم میں لکھی۔ (صداقت بائبل ص ۱۰۰)

نیز "حضرت مرقس مسیح کے حواری نہیں۔" (صداقت بائبل) دوسری انجیل لوقا ہے وہ بھی حواری نہ تھے اور باقی دونوں بعد کی تصنیفات ہیں اور اب یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ متی اور یوحنا کی اناجیل بھی حواریوں کی لکھی ہوئی نہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بائبل کی تقریباً ہر کتاب عہد نامہ قدیم کی ہو یا عہد نامہ جدید کی، اکثر کتابوں میں صاحب کتاب نبی کی زندگی کے حالات پیدائش کے واقعات حتیٰ کہ موت اور مابعد موت کے حالات و واقعات بھی مندرج ہیں۔ اس سے بھی آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ کتابیں کس قدر الہامی ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام الگ اور صاحب کتاب نبی کی سیرت حالات و واقعات علیحدہ سے لکھی جاتی تاکہ کلامِ الٰہی میں انسانی کلام کی آمیزش نہ ہونے پاتی۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ اس وجہ سے آج ان کتابوں میں الہام کی بجائے انسانی کاوش زیادہ ہے جو حصہ الہام تھا وہ الہامی الفاظ بھی آج دنیا سے مفقود ہیں۔ کیونکہ اصل الہامی الفاظ کے کئی مرتبہ ترجمہ در ترجمہ منتقلی کے سبب اصل الہامی الفاظ کو محفوظ کرنے کی پرواہ ہی نہیں کی گئی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اصل عبارت کے نیچے ترجمہ کیا جاتا تاکہ اگر ترجمہ میں نقص یا تبدیلی کا شبہ ہوتا تو اصل الہامی الفاظ سے تصدیق کی جا سکتی۔ جس طرح قرآن کریم کے تراجم آج دنیا کی متعدد زبانوں میں موجود ہیں مگر ساتھ میں اصل عربی عبارت بھی موجود ہے تاکہ ترجمہ کی کسی بھی خامی کی صورت میں اصل سے مقابلہ کر کے پڑتال کی جا سکے۔ لہٰذا مروجہ اناجیل کی حیثیت مسیح علیہ السلام کی سوانح عمریوں سے بڑھ کر نہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ چند ایک مشہور وعظ اور مسیح کی پیشین

گویاں لوگوں کے ذہن میں تھیں جو سینہ بہ سینہ چلی آتی تھیں۔ بس ان چند احکامات اور پیشین گوئیوں نے ان سوانح عمریوں میں جگہ پائی۔

مقدس لوقا اپنی انجیل کے شروع میں اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے جو شروع سے دیکھنے والے کلام کی خدمت کرنے والے تھے، ہم سے روایت کی لہٰذا میں نے بھی مناسب سمجھا کہ سب کو سرے سے صحیح دریافت کر کے لکھوں اور ترتیب بھی دوں۔ گویا لوقا نے پہلے تو بہت سے لوگوں سے مسیح کے واقعات دریافت کئے پھر معزز تھیفلس کے لئے انہیں ترتیب دی۔ ہمیں بزرگ لوقا کا مشکور ہونا چاہئے کہ انہوں نے صاف صاف بتلا دیا کہ جو روایات ان تک پہنچی تھیں، انہیں اول بزرگ لوقا نے صحیح طور پر دریافت کیا اور پھر خود ہی ترتیب بھی دیا۔ اس بیان سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ان انجیلوں کا درجہ ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ مسلمانوں میں روایات کا ہے۔ کیونکہ وہ بھی بزرگ عالموں نے روایت سے بیان کی ہیں۔ مگر افسوس کہ ان انجیلوں کو ایسا درجہ بھی نہیں مل سکتا کیونکہ روایت کرنے کا دعویٰ تو موجود ہے مگر جن سے روایات لی گئی ہیں، ان کا نام پتہ، حالات و واقعات کچھ بھی معلوم نہیں جبکہ برعکس اس کے احادیث و روایات مبارکہ یا کتب احادیث کا درجہ ان اناجیل سے اس لئے بالاتر ہوگا کہ انہوں نے روایت کے ساتھ راویوں کا سلسلہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اور ایک ایسا فن ایجاد کیا جس کا نام اسماء الرجال رکھا ہے۔ ہر راوی کے حالات و واقعات کو بھی علیحدہ سے محفوظ کر لیا گیا ہے۔ حقیقی اور مصنوعی چھانٹ کر رکھ دیا ہے۔

انجیل کو اگر آپ غور سے پڑھیں تو یقیناً جان جائیں گے کہ ان کے لکھنے کا طریقہ بالکل سیرت کی کتابوں سا ہے۔ جس میں کہ ''جوامع الکلم'' بھی یعنی کہ احادیث اور احادیث کے ساتھ نبی کی زندگی گزارنے کا طریقہ کار احکامات و معجزات اور وفات وغیرہ کے حالات۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ وقت کے ساتھ ساتھ ان

سیرت کے رسالوں میں بھی اپنی مرضی کے مطابق تحریف اور تبدیلیاں کی جاتی رہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان سوانح عمریوں کی کوشش میں صرف چار انجیلیں ہی معرض وجود میں نہیں آئیں بلکہ سینکڑوں لوگوں نے مسیح کی سیرت پر قلم اٹھایا اور ہر ایک نے یہی دعویٰ کیا کہ میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب ہی مسیح کی انجیل ہے۔ چنانچہ اس کوشش میں ستر سے زائد انجیلیں معرض وجود میں آئیں۔ ان میں سے صرف چار کا انتخاب ہوا۔ یہ انتخاب کا طریقہ بھی عجیب وغریب تھا۔ اس انوکھے طریقے کا ذکر ہم "بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ" کے صفحہ ۲۳۷ پر کر چکے ہیں اور مروجہ انجیلوں کے تضادات کا مختصر خاکہ بھی آپ اسی صفحہ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سب اپنی مدد آپ کے تحت لکھی گئی کتابیں ہیں، ورنہ ان میں بے شمار اختلافات نہ ہوتے۔ جس زبان میں انجیل کا نزول ہوا تھا آج وہ زبان بھی دنیا سے مفقود ہے۔ ان کی اصل عبارت بھی کہیں موجود نہیں۔ مترجمین اور مصلحین کی بددیانتی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آج بائبل کے صرف ترجمے باقی ہیں اور اصل عبارت کا کہیں وجود نہیں۔ ایسا کیوں کیا گیا یا ایسا کیوں نہیں ہو سکتا تھا کہ اصل عبارت کے نیچے ترجمہ کر دیا جاتا تا کہ کوئی بھی اپنی مرضی سے ترجمہ میں نقص اور بگاڑ پیدا نہ کر سکتا؟ لہٰذا ان کے اپنے گھر کی شہادت ہے۔ معروف مسیحی فاضل برنارڈ ایم ایلن (Bernard M. Allen) رقم طراز ہیں کہ

"We have, therefore, no security that the narratives and sayings as given in the gospels nessarily represent what actually happened or what was actually said."

(B. M. Allen The Story Behind The Bible Cit, P-9)

"ہمارے پاس اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ انجیل میں دیئے ہوئے

واقعات و اقوال لازماً وہی کچھ پیش کرتے ہیں جو حقیقت میں واقع ہوا اور جو کہا گیا تھا۔"

عہد نامہ جدید کو عیسیٰ کے حواریوں یا حواریوں کے شاگردوں سے منسوب کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ عہد نامہ جدید کو حواریوں سے بھی کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی کسی حواری یا حواری کے شاگرد کا تحریر کردہ کوئی نسخہ موجود ہے۔ مروجہ اناجیل کے قدیم ترین نسخے چوتھی صدی عیسوی کے ہیں جب Roman Byzantine Emperor Constatine نے عیسائی مذہب اختیار کیا تو اس نے اپنے سیاسی اغراض کے لیے اور عیسائی بشپ حضرات نے پولوسی عقیدہ کو ایک مستقل نظریہ قرار دینے کے لیے اس وقت کی عیسائی دنیا سے تمام بشپ کی جنرل کونسل 381 عیسوی میں قسطنطنیہ (ترکی) میں بلائی جس کا نام Ecumenical Council تھا اس میں بحث کے بعد یہ طے کیا گیا کہ عیسائیت کا اصل نظریہ تثلیث کا ہے یعنی

1. God is a trinity, a single eternal being existing in three persons, Father, Son and Holy Ghost.

2. Jesus is both God and fully man and two nature in one man.

اس وقت سینکڑوں اناجیل جو رائج تھیں ان میں سے صرف مروجہ چار انجیلوں کو قبول کیا گیا باقی ماندہ نسخوں کے متعلق فیصلہ کیا گیا کہ وہ Heretic ہیں (جو مسیحی عقائد کے خلاف ہیں) اور ان کو تلف کر دیا جائے اور کسی بھی چرچ میں ان کو نہ رکھا جائے اور نہ ہی پڑھا جائے۔

معروف مسیحی فاضل ولیم نیل لکھتے ہیں کہ

"So many different mind are represented in the pages of the new testament, so many writers with differing

personalities and point of view."

(William Neil The Bible Story London P-215)

عہد نامہ جدید کے صفحات بہت سے مختلف دماغوں اور بہت سے لکھنے والوں (کی کاوش) کا نتیجہ ہیں جن کی شخصیات اور نقطہ نظر آپس میں مختلف تھے۔ اس پر بس نہیں بلکہ ان مختلف نظریات کے مصنفین کی تصنیفات کو کلیسیاء نے اپنی من مرضی سے بدل دیا اور جو بات اپنے عقیدے کے خلاف پائی، اسے نکال دیا گیا۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے کہ

"What we have in the Gospels would then be what the church it self was teaching and saying ascribe to the historical Jusus-" (Encyclo Brit Vol 13, P-14(1962))

جو کچھ ہمارے پاس اناجیل میں موجود ہے، وہی ہے جو خود کلیسیاء کہہ اور بتا رہی تھی جسے مسیح کی تاریخی شخصیت سے منسوب کر دیا گیا۔

معروف مسیحی فاضل (RH. HOrton) لکھتے ہیں۔

"We can not always be sure that our versions are accurate translations of the original manuscriptis. Not only have the original been lost, but some of the copies may contains error." (R.H. Horton What the Bible is, and how it was written Page 61)

"بہرحال ہم اس بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ ہمارے نسخے اصل مسودات کا صحیح ترجمہ ہیں۔ نہ صرف اصل مسودات کھوئے گئے ہیں، بلکہ کچھ نقول میں غلطیاں بھی موجود ہیں۔" اس کے بعد انسائیکلوپیڈیا امریکانا کی عبارت کو اس عبارت کے ساتھ جوڑ لیجیے۔

"More serious are the intentional changes introduced by scirbes, and before them by owners manuscriptis." (Encyclo. Emericana Vol 3 Page 565)

''بہت زیادہ خطرناک وہ ارادی تبدیلیاں ہیں جو لکھنے والوں اور ان سے پہلے مسودات کے مالکوں نے کیں۔''

فاضل ہربرٹ ملر رقم طراز ہیں۔

"The new testament was the product of the early churches, not their basis." (Uses of the Past)

نیا عہد نامہ اولین مسیحی کلیساؤں کی بنیاد نہیں بلکہ ان کی پیداوار تھا۔ فرانسیسی فاضل موریس بوکائی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، اور پھر بائبل قرآن اور سائنس نامی معرکتہ الآراء کتاب لکھی جس کا دنیا بھر میں متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"A revelation is mingled in all these writtings, but all that we possess today is what men have seen fit to leave us. These men manipulated text ...."

(Dr. Maurice Buccill. The Bible, The Quran and Science Page 31)

ان تحریروں میں وحی کا امتزاج تو ہے مگر جو کچھ آج ہمارے پاس ہے وہی کچھ ہے، جو کچھ انسانوں نے ہمارے لئے چھوڑنا مناسب سمجھا اور ان لوگوں نے (وحی کے) متون کو توڑا مروڑا۔

انجیل یوحنا کی حقیقت:۔

یوحنا کی انجیل بنیادی طور پر باقی تینوں سے بالکل مختلف ہے۔ ترتیب میں

مختلف موضوع میں مختلف انداز بیان میں مختلف یہاں تک کہ دینی تصورات ونظریات میں بکثرت اختلافات موجود ہیں۔ فارقلیط ﷺ والی پیشین گوئی صرف یوحنا کی انجیل میں ہے۔ باقی تینوں انجیلیں اس پیشین گوئی کے ان الفاظ سے بالکل خالی ہیں۔ یہ بات بھی خاصی اہمیت کی حامل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس آخری مکالمہ اور انتہائی اہم ترین پیشین گوئی کا ذکر صرف یوحنا کی انجیل میں ملتا ہے۔ باقی تینوں انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس الوداعی خطاب اور فارقلیط کی اس پیشین گوئی سے خالی ہیں، آخر کیوں؟ لہٰذا اس انجیل سے واقفیت حاصل کرنا قارئین کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ یوحنا کا انداز بیان ایک تخیلی انداز ہے۔

مسیحی علماء اس کتاب کے زمانہ تصنیف کے تعین میں مختلف نظر آتے ہیں اور ۹۶ء اور ۹۸ء میں تصنیف ہونا بیان کرتے ہیں مگر ان کے مقابلہ میں ان مسیحی علماء کی تعداد کم نہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ یوحنا کی انجیل حواری یوحنا کی تصنیف ہرگز نہیں۔ چنانچہ کیتھولک ہیرالڈ مطبوعہ ۱۸۴۴ء جلد ۷ میں منقول ہے کہ انجیل یوحنا از ابتداء تا انتہا مدرسہ اسکندریہ کے ایک طالبعلم کی تصنیف ہے اور محقق برشنیڈر لکھتا ہے کہ انجیل یوحنا اور رسائل یوحنا ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت مسیح کے شاگرد یوحنا کی تصنیف نہیں ہے۔ بلکہ کسی شخص نے دوسری صدی کے اوائل میں اس کو تصنیف کرکے اس یوحنا کی جانب منسوب کر دیا تاکہ وہ لوگوں میں مقبول ومشہور بن جائے اور صاحب الفارق لکھتے ہیں مشہور مسیحی عالم کروٹیس کا بیان ہے کہ یہ انجیل شروع میں بیس ابواب پر مشتمل تھی اور بعد میں افاس کے کنیسہ نے اس میں اکیسویں باب کا اضافہ کر دیا جبکہ یوحنا کا انتقال ہو چکا تھا۔“

(الفارق بین المخلوق والخالق صفحہ ۳۴۱-۳۴۲)

اس انجیل کے بارے میں سب سے پہلے آرنیوس (۱۷۷ء) اوراُجن (۲۵۴ء) کلیمنٹ رومی (۲۰۰ء) اورمورخ یوسی بیس (۳۱۴ء) نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ

یہ انجیل یوحنا حواری کی تصنیف ہے مگر وہ اپنے اس دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے کوئی قابل قدر ثبوت پیش نہ کر سکے اور اسی زمانہ (۱۶۵ء) کے قریب عیسائیوں کا ایک بڑا گروہ اسے یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کرتا تھا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس گروہ کا حال ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''جو لوگ یوحنا کی انجیل پر تنقید کرتے ہیں، ان کے حق میں ایک مثبت شہادت یہ ہے کہ ایشیائے کوچک میں عیسائیوں کا ایک بڑا گروہ موجود تھا جو ۱۶۰ء کے لگ بھگ چوتھی انجیل کو یوحنا کی تصنیف ماننے سے انکار کرتا تھا۔ اور اسے سرنتھس کی طرف منسوب کرتا تھا۔ اس گروہ کی یہ نسبت تو بلاشبہ غلط ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایک ایسا بڑا طبقہ جو اپنی تعداد کے لحاظ سے اتنا بڑا تھا کہ سینٹ اپی فانیٹس نے ۳۷۴ء، ۳۷۷ء میں اسے ایک طویل تذکرے کا مستحق سمجھا جو باقی تین انجیلوں کو مانتا تھا جو فناسطی اور مونٹیسٹ فرقوں کا مخالف تھا اور جو اپنے لئے کوئی الگ نام تجویز کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ بشپ نے اس کا نام ''الوگی'' (کلام والی انجیل کے مخالف) رکھ دیا۔ اگر انجیل یوحنا کی اصلیت غیر مشتبہ ہوتی تو کیا ایسا طبقہ اس جیسے طریقے زمانے اور اس جیسے ملک میں انجیل یوحنا کے بارے میں ایسے نظریات رکھ سکتا تھا؟ یقیناً نہیں۔''
(Encyclo Brit Vol 13, John Gospel)

علاوہ ازیں انجیل یوحنا کے باب انیس میں ایک بڑی اہم شہادت موجود ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ انجیل یوحنا زبدی کی نہیں چنانچہ (۱۹-۲۶) میں ہے اور یسوع نے اپنی ماں اور اس شاگرد کو جس سے وہ محبت رکھتا تھا، پاس کھڑے دیکھ کر ماں سے کہا اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔'' پھر شاگرد سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے اور اسے وہ شاگرد اپنے گھر لے گیا۔''

یقیناً یہ الفاظ یوحنا زبدی کے نہیں بلکہ صاف ظاہر ہے کہ سینہ بہ سینہ روایت ہے۔ علاوہ ازیں باقی تینوں انجیلوں سے ثابت ہے کہ مسیح کے مصلوب ہوتے وقت

کوئی شاگرد وہاں موجود ہی نہ تھا۔ وہ لوگ تو عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کے اس قدر دشمن تھے کہ گلیل کی زبان بولنے والے کو بھی عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھی سمجھ کر گرفتار کرنے کی کوشش کرتے، پھر وہاں شاگرد کا کھڑا ہونا کیسے ممکن ہے؟

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یوحنا زبدی جو یسوع کے شاگرد تھے وہ تو بہت کم لکھنا پڑھنا جانتے تھے جبکہ کتاب کے پہلے باب سے ہی اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس میں فلسفہ کی آمیزش ہے۔ ان دنوں فلسفہ میں دلچسپی اسکندریہ کے یہودی لیتے تھے، ہمارے ملک کے مشہور پادری آرچ ڈیکن برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

''پس ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ یہ روایت انجیل چہارم مقدس یوحنا رسول ابن زبدی کی تصنیف ہے صحیح نہیں...... حق تو یہ ہے کہ اب علماء اس نظریے کو بے چوں و چرا تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ انجیل چہارم کا مصنف مقدس یوحنا بن زبدی رسول تھا اور عام طور پر نقاد اس نظریے کے خلاف نظر آتے ہیں۔

(قدامت و اصلیت انجیل اربعہ جلد دوئم صفحہ ۱۱۳ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی اردو بازار لاہور)

عیسائیوں کی معروف ترین کتاب قاموس الکتاب میں لکھا ہے کہ ''چوتھی انجیل یوحنا کی طرف منسوب ہے جو روایتی طور پر یوحنا حواری سمجھا جاتا ہے۔''

(قاموس الکتاب صفحہ ۲۰۰، ۸۶۵)

مشہور بشپ پیپاس (۶۰ تا ۱۳۰ء) اور پولی کارپ (۱۵۰ئ) جیسی اہم مسیحی شخصیات نے اس انجیل کا ذکر تک نہیں کیا۔

(۱ *Catholic Encyclopedia Vol Page1085*

(۲ قاموس الکتاب صفحہ ۱۰۸۵، ۱۱۲۷

ایک اور فاضل کے بقول

"Liberal cities from the 19th century onward have

denied the Johannie autoship." (Collier Encyclopedia 9-200)

''انیسویں صدی اور اس کے بعد کے آزاد و غیر جانبدار نقادوں نے اس کے یوحنا کی تصنیف ہونے سے انکار کیا ہے۔''

درحقیقت یوحنا کی انجیل بھی بائبل کی متعدد کتابوں کی طرح کسی ایک مصنف کی نہیں بلکہ مختلف گمنام مصنفین کی مختلف اوقات میں لکھی گئی تحریروں کا مجموعہ ہے، جنہیں کسی گمنام مؤلف نے اکٹھا کر دیا۔ چنانچہ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے۔

There are indications of more than one hand in the Gospel. (New Catholic Encyclopedia, Vol 7, Page 1081,1082)

''اس انجیل میں ایک سے زیادہ (مصنفین کے) ہاتھ ہونے کے آثار پائے جاتے ہیں۔'' یہ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً ستر، اسی سال بعد لکھی گئی۔ دوسری صدی کے شروع میں یا پھر پہلی صدی کے بالکل آخر میں۔ چنانچہ پادری وکلف اے سنگھ بذاتِ خود رقم طراز ہیں۔

''پہلی صدی کے بالکل آخر میں یعنی ۹۰-۱۰۰ء کے درمیان اسے یونانی زبان میں لکھا گیا۔'' (صداقت بائبل صفحہ ۱۰۶)

پادری صاحب بغیر کسی ثبوت کے زبردستی منوانا چاہتے ہیں کہ یہ تصنیف یوحنا حواری کی ہے حالانکہ اسی کتاب کے مذکورہ صفحہ پر بذات خود تسلیم کرتے ہیں کہ ''دیگر اناجیل کی مانند اس انجیل کے مصنف کا نام بھی نہیں دیا گیا تاہم اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے مصنف یسوع المسیح کے حواری حضرت یوحنا ہی تھے۔'' (صداقت بائبل صفحہ ۱۰۶)

حالانکہ اندرونی اور بیرونی شہادتوں سے صاف ظاہر ہے کہ یہ یوحنا حواری کی

تصنیف ہرگز نہیں۔ معروف عیسائی عالم دین جی ٹی مینلی کی کتاب ”The New Bible Hand Book“ کا اردو ترجمہ ہماری کتب مقدسہ کے نام سے مسیحی اشاعت خانہ ایم آئی کے فیروز پور روڈ لاہور سے چھپا ہے۔

چنانچہ پادری جی ٹی مینلی رقم طراز ہیں۔ ”تاہم اس انجیل پر اعتراض کیا گیا ہے کیونکہ یہ اناجیل متفقہ سے کئی طرح سے مختلف ہے۔ بے شک ان میں اور اس میں فرق تو ہے لیکن اگر ہم یوحنا کی انجیل کا بغور مطالعہ کریں تو اس امر سے انکار نہیں ہوسکتا کہ یا تو مصنف خود چشم دید گواہ تھا یا کسی چشم دید کے بیانات اور مشاہدات کو اس نے قلم بند کیا۔“ (ہماری کتب مقدسہ صفحہ ۴۴۶)

ہماری گذشتہ تمام بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی ماہرین کی تحقیق کے مطابق یہ انجیل اناجیل متوافقہ کی مخالف بھی ہے اور اس پر بے شمار اعتراض بھی ہوئے۔ اس کے مصنف کا نام بھی صحیح طور پر کسی کو علم نہیں۔ اور یہ محض عقیدت کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ مصنف نے چشم دید گواہوں سے سن کر واقعات قلم بند کئے ہیں۔

یوحنا کی انجیل میں فارقلیط کا لفظ کیا تھا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان ارامی تھی اور ان کے یہودی مذہب کی زبان ارامی تھی۔ اب ان پر جو وحی روح القدس کے ذریعے نازل ہوئی تھی وہ ارامی یا عبرانی زبان میں تھی لیکن اس زمانے کا عبرانی یا ارامی نسخہ دنیا میں موجود نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ اصل الہامی الفاظ کیا تھے؟ انجیل کے مروجہ نسخے جس قدرت دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ ایک قدیم ترین یونانی نسخہ کا ترجمہ ہیں۔ اہل خرد جانتے ہیں کہ الہامی الفاظ کا ترجمہ کسی دوسری زبان میں اس کی حقیقت اور اس کی جامعیت اور اس کی حقیقی روح کو پوری طرح پیش نہیں کر سکتا جو الہامی الفاظ میں موجود ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم اور کسی انسان کے علم کا مقابلہ ممکن نہیں، پھر ترجمہ کرنے والے کے متعلق یہ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس کا علم دیانت اور تقدس کس پایہ کا تھا اور الہامی عبارت کی عدم موجودگی

میں یہ جاننا ناممکن ہے کہ اس نے ترجمہ درست کیا یا غلط؟ یہی وجہ ہے کہ موجودہ انجیلوں کے ترجمہ کی کئی بار اصلاح اور تبدیلی کی جا چکی ہے، جس سے عقیدوں تک میں تبدیلی ہوتی آئی ہے۔ کیا ایک لفظ میں معمولی تبدیلی کرنا ایسے لوگوں کے لئے مشکل تھا......؟

لہٰذا حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر یونانی زبان کا لفظ پریقلیطوس Periclytos استعمال ہوا تھا جس کے معنی ہیں بہت سراہا ہوا یعنی احمد۔ جیروم جس نے چوتھی صدی عیسوی میں انجیل کا لاطینی میں ترجمہ کیا اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں Periclytos لکھا اور جیروم نے اصلی یونانی نسخہ سے یہ الفاظ نقل کیے۔ لہٰذا یوحنا کی قدیم ترین انجیل میں یونانی لفظ Periclytos ہی تھا جسے بعد میں سینہ زوری اور تحریف لفظی سے کام لیتے ہوئے Paracletus سے بدل دیا گیا۔

پادری صاحب لکھتے ہیں "لفظ فارقلیط یونانی سے معرب ہے اصل لفظ پارا کلیتوس ہے" (فارقلیط، ص۱۲، از وکلف اے سنگھ)۔

"یونانی لفظ Parakletos معرب فارقلیط" (قاموس الکتاب، ص ۴۴۸)

فریقین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لفظ "فارقلیط" معرب ہے۔ اب اس بات پر نہایت سنجیدگی سے غور فرمایئے کہ اگر یہ لفظ Parakletos ہوتا تو معرب ہو کر فاراقلیط بنتا مگر یہ لفظ فاراقلیط بلکہ فارقلیط ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ Periclytos سے معرب فارقلیط ہے، پس اصل اور صحیح لفظ یونانی میں Periclytos ہے جو معرب ہو کر فارقلیط بنا جو عربی کے لفظ احمد کا مترادف اور ہم معنی ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم وضاحت کے ساتھ فارقلیط کی ایک ایک نشانی کا ذکر کریں گے۔

لہٰذا ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مسیح موعود کا نام احمد لکھا گیا تھا، جس کا ترجمہ فارقلیط کر دیا گیا۔ آئندہ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ فارقلیط احمد کا مترادف لفظ ہے۔

تجزیہ:۔

عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید پر ایک نظر اور انجیل یوحنا کی حقیقت ان تمام باتوں کو مدنظر رکھئے تو نتیجہ صاف ہے۔

۱) عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید کے مطابق نقائص سے پاک نہیں۔

۲) عہد نامہ جدید عیسیٰ علیہ السلام نے بذات خود لکھا نہ کسی سے لکھوایا۔

۳) مروجہ اناجیل میں سے کوئی ایک انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کی نہیں بلکہ سب نامعلوم الاسم لوگوں کی تالیف اور مسیح کے حواریوں کی جانب منسوب ہیں۔

۴) عیسائیت کے ابتدائی ایام میں عہد نامہ جدید کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ سب اناجیل پہلی صدی کے آخر میں تصنیف کی گئی ہیں۔

۵) سینہ بہ سینہ روایات سے لیکر انہیں جوڑ جاڑ کر حیات مسیح پر مختلف رسالے لکھے گئے ہیں، جن میں چند ایک مسیح کے اقوال و افعال بھی شامل تھے، پھر انہیں انجیل کا نام دے دیا گیا۔

۶) اناجیل میں ایک سے زیادہ مصنفین کے ہاتھ پائے جانے کے آثار موجود ہیں۔

۷) مروجہ اناجیل کے تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بے شمار اختلافات پائے جاتے ہیں۔

۸) کلیسیا نے اناجیل میں کانٹ چھانٹ کر کے صرف وہی کچھ باقی چھوڑا، جسے کلیسیا نے مناسب سمجھا اور جانا۔

۹) دنیا میں انجیل کا کوئی اصل اور مکمل مسودہ موجود نہیں۔ مسودے کھوئے گئے اور جو آج باقی ہیں، سب تراجم ہیں۔ اصل عبارت ناپید ہے۔

۱۰) عہد نامہ جدید مسیحی کلیسیا کی بنیاد نہیں بلکہ ان کی پیداوار ہے۔

۱۱) ہفتادی ترجمہ ظاہر کرتا ہے کہ بہت سے پیروں میں مترجمین نے اپنی تشریح شامل کر دی۔ اور الفاظ کے معنی کو اپنی من مرضی سے بدلا گیا۔

۱۲) متی، مرقس اور لوقا کی انجیل کو متوافقہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کسی حد تک آپس میں ملتی جلتی ہیں مگر یوحنا کی انجیل سب سے الگ تھلگ ہے۔

۱۳) یوحنا کی انجیل پر ہمیشہ تنقید ہوتی رہی کہ یہ انجیل محرفہ یا جعلی ہے۔

۱۴) جن الفاظ کی سمجھ نہ آتی یا جسے اپنے عقیدے کے خلاف پایا جاتا، یا جس سے کسی نقصان کا اندیشہ ہوتا، اسے اپنی من مرضی سے بدل دیا جاتا۔ قارئین ان تمام حالات کو ذہن نشین رکھیں۔

Periclytos اور Paracletus کی بحث:-

گذشتہ تمام بحث سے آپ بخوبی جان چکے کہ مصلحین و مترجمین نے وحی کے متون کو توڑا مروڑا، جس بات کی سمجھ نہ آتی، یا جو بات اپنے عقیدے کے خلاف پائی یا جس بات سے کلیسیائی مذہب کو نقصان کا اندیشہ ہوتا، اسے اپنی من مرضی سے بدل دیا جاتا۔ ان تمام حالات و واقعات کو مدنظر رکھیں اور یہ بھی جان لیجئے کہ مصنفین کے اصل مسودے بھی ناپید ہیں اور صرف ان کے ترجمے باقی ہیں جن میں بے شمار تبدیلیاں کی جا چکی ہیں۔

انجیل کا جو سب سے قدیم نسخہ موجود ہے جس کے متعلق دعویٰ ہے کہ یہ دوسری تیسری صدی کا ہے۔ یہ نسخہ دراصل مکمل نسخہ نہیں بلکہ یوحنا کی انجیل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے (a tiny scrap of John) اس کے بعض اجزاء تیسری صدی کے بھی ہیں۔ (Encyclo Americana, Vol 3 Page 655)

سکندریہ کے نسخہ میں بھی یوحنا کی انجیل نامکمل ہے، یہ پانچویں صدی کا نسخہ ہے اصل مؤلف کی انجیل تو درکنار پانچویں صدی عیسوی کا کوئی انجیل کا ترجمہ بھی مکمل محفوظ نہیں جس کی طرف رجوع کرکے کچھ مزید معلومات حاصل کی جا سکیں۔

ان حالات میں ہم یہ دعویٰ کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ انجیل میں اصل لفظ Periclytos تھا، جس کا مطلب ہے احمد یعنی تعریف کیا گیا۔ مشہور معروف جس کا چرچا چار دانگ عالم میں ہو رہا ہے اور یہی معنی فارقلیط کے ہیں، قرآن حکیم سے بھی اس بات کی شہادت ملتی ہے۔

”واذ قال عیسیٰ ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد“

(۶۱-۵،۶)

”اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اس نے کہی تھی، اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلی آئی ہوئی موجود ہے اور بشارت دینے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔“

اسم (Noun) کا ترجمہ کر دینا کتمان حق ہے:-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی، آپ عیسائی علماء کی تحقیق سے جان چکے کہ یوحنا کی انجیل ۹۰-۱۰۰ء کے درمیان پہلی صدی کے بالکل آخر میں یا دوسری صدی کے شروع میں یونانی زبان میں لکھی گئی۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی تو لامحالہ صاحب موصوف کا نام بھی عبرانی زبان میں ہونا چاہئے تھا مگر عبرانی زبان میں سرے سے یہ پیشین گوئی موجود ہی نہیں۔ اگر کوئی عبرانی وغیرہ کا نسخہ موجود بھی ہے تو وہ بھی یونانی زبان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔ آگے چل کر اس یونانی زبان کا بھی ترجمہ کر دیا گیا ہے لہٰذا جس شخص کی تشریف آوری کی بشارت نام لے کر کی گئی تھی، مصلحین بائبل نے کتمان حق کے طور پر اس نام کا ترجمہ کر دیا، دیانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ کبھی نام یعنی اسم (Noun) کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ جس طرح بائبل میں ابرہام، اضحاق، یوناہ، یوسف، یعقوب، یسوع وغیرہ ان ناموں کا ترجمہ نہیں کیا گیا

حالانکہ بائبل کا بیسیوں زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے مگر یہ اسم (Noun) ہر ترجمہ میں بعینہٖ موجود ہیں۔ ہمارے پاس بائبل کے دس مختلف تراجم موجود ہیں، سب میں یہ نام بعینہٖ موجود ہیں مگر فارقلیط کا ترجمہ ہر مترجم نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔ آخر کیوں......!؟ آخر اس اسم کا ترجمہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

عربی تراجم میں اس لفظ کا ترجمہ فارقلیط کیا گیا تھا جب علمائے اسلام نے دلائل اور براہین قاطعہ سے ثابت کر دکھایا کہ فارقلیط کا مطلب احمد ہے تو پھر آئندہ تراجم میں لفظ فارقلیط بھی تحریف کی نذر کر دیا گیا کیونکہ یہ لفظ حضور صادق المصدوق محمد ﷺ کے حق میں ثابت اور معروف ہو چکا تھا چنانچہ ایک صدی قبل کے عربی نسخہ میں جو لندن سے ۱۸۴۴ء میں شائع ہوا تھا، اس میں یہ لفظ موجود ہے۔

"وانا اطلب الاب فیعطیکم فارقلیطا" (یوحنا ۱۴-۱۶)

مگر بعد کے ایڈیشنوں میں لفظ فارقلیط وغیرہ کو نکال دیا گیا اور اس کی جگہ مددگار یا وکیل وغیرہ جیسے الفاظ لکھ دیئے گئے جو کتمان حق کی منہ بولتی دلیل ہے مروجہ عربی بائبل میں یہ الفاظ کچھ اس طرح سے ہیں۔"وانا اطلب من الآب فیعطیکم معزیا" (یوحنا ۱۴-۱۶) خودی پادری وکلف اے سنگھ صاحب کے رسالہ کا نام فارقلیط ہے اور پادری صاحب نے بقول ان کے اصل یونانی مسودہ سے لفظ فارقلیط نقل کیا ہے۔ کیا آج کوئی پادری کسی بھی ترجمہ میں فارقلیط کا لفظ دکھا سکتا ہے؟ آخر یہ علمی خیانت کیوں......؟

Periclytos اور Paracletus میں فرق:-

لفظ فارقلیط یونانی سے معرب ہے، اصل لفظ پریکلوتوس اور پاراکلیتوس۔ دونوں لفظوں میں انتہائی زیادہ مشابہت ہے، لکھنے اور پڑھنے میں بھی، پریکلوتوس (Periclytos) کا مطلب احمد یعنی تعریف کیا ہوا جس کا چرچا چار وانگ عالم میں ہو، خود پادری صاحب کو تسلیم ہے، اور پاراکلیتوس کے آج تک صحیح معنی ہی متعین

نہیں کیے جا سکے۔ کیونکہ یہ وحی میں انسانی آمیزش ہے اور الٰہی کلام میں مصلحین کی تبدیلی ہے لہٰذا اس کے معنوں میں سخت اختلاف ہے۔ اس لفظ کے کئی معنی کئے گئے مگر کوئی معنی بھی موقع ومحل کی مناسبت سے صحیح فٹ نہیں بیٹھتا۔ مثلاً (۱) کسی جگہ کی طرف بلانا، دوسرے لفظوں میں آپ داعی کہہ سکتے ہیں۔ (۲) انذار وتنبیہ، دوسرے لفظوں میں آپ نذیر کہہ سکتے ہیں۔ (۳) ترغیب (۴) اکسانا (۵) التجا کرنا (۶) دعا مانگنا اور ہیلینی مفہوم میں یہ معنی دیتا ہے (۷) تسلی دینا (۸) تسکین بخشنا (۹) ہمت افزائی کرنا۔ ان سب مقامات پر اس کے کوئی معنی ٹھیک نہیں بیٹھتے۔ اور انجن نے کہیں اس کا ترجمہ (۱۰) Consolator (تسلی بخشنے والا) کیا ہے اور کہیں (۱۱) Depricator کیا ہے مگر دوسرے مفسرین نے ان دونوں ترجموں کو رد کر دیا ہے کیونکہ اول تو یہ یونانی گرامر کے لحاظ سے صحیح نہیں ہیں اور پھر دوسری تمام عبارتوں میں جہاں یہ لفظ آیا ہے، وہاں یہ معنی بالکل نہیں چلتے اور بعض مترجمن نے اس کا ترجمہ (۱۲) Teacher کیا ہے یعنی استاد یا معلم مگر یونانی زبان کے استعمالات سے یہ معنی بھی اخذ نہیں کیے جا سکتے۔ ترتولیان اور آگسٹائن نے لفظ (۱۳) Advocate یعنی وکیل ترجمہ کیا ہے اور بعض مفسرین نے (۱۴) assistant اور (۱۵) (تسلی دینے والا) Comforter اور (۱۶) Consolor تسلی وتشفی دینے والا، رنج دور کرنے والا، خوش کرنے والا، ڈھارس بندھانے والا) آسان الفاظ میں آپ مبشر کہہ سکتے ہیں، وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

مگر تا حال ان سب ترجموں میں سے کسی ایک پر اتفاق یا اطمینان نہیں ہو سکا، ظاہر ہے ریشم میں ٹاٹ کا ٹکڑا جتنے مرضی سلیقے سے لگا دیا جائے، دیکھنے والوں کو بھلا دکھائی نہیں دے گا مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر اصل لفظ احمد تھا جس کا اول ترجمہ Periclytos کیا گیا اور نبی مکرم خاتم النبین محمد ﷺ کی آمد سے قبل عیسائی بھی فارقلیط کے منتظر تھے، حتیٰ کہ بہت سے لوگوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی

بعثت سے قبل فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔

غور فرمائیے کہ Periclytos اور Paracletus

دونوں لفظوں میں لکھنے اور بولنے میں کتنا معمولی سا فرق ہے۔ یونانی الفاظ میں اس سے بھی معمولی فرق ہے اور ظاہر ہے جو انجیل صدی کے آخر میں ۱۰۰ء یا اس کے بعد سینہ بہ سینہ باتیں لکھی جائیں گی اس میں یہ معمولی فرق آنا کچھ بعید نہیں۔ سہو کاتب ہو جانا یا جان بوجھ کر کلیسیاء نے جب دیکھا کہ آئے دن کوئی نہ کوئی فارقلیط ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر دیتا ہے اور بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنتا ہے، لہٰذا اس لفظ میں یہ معمولی تحریف کر ڈالی ہو۔

اور زیادہ قرین قیاس یہی بات ہے جب جھوٹے نبیوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا تو بائبل کے مفسرین نے اس کی تفسیر روح القدس سے کی ہو اور پھر ان تفسیری جملوں کو بعد میں متن میں داخل کر لیا گیا ہو کیونکہ بائبل میں ایسی مثالیں بکثرت پیش کی جاسکتی ہیں۔ حتیٰ کہ اب ثابت ہو چکا ہے کہ انجیل میں موجود تثلیث سے متعلقہ تمام آیات جعلی ہیں جنہیں R.S.V بائبل میں سے نکال دیا گیا ہے گویا جس شاخ پر آشیانہ تھا، وہ شاخ ہی نہ رہی۔

مسلمانوں کی غلطی یا عیسائیوں کی ٹھوکر؟:۔

پادری صاحب لکھتے ہیں مسلمان بھائیوں نے Paracletus کو غلطی سے Periclytos سمجھ لیا جس کے معنی ہیں، مشہور و معروف جس کا تذکرہ زبان زد عام ہو، جو چار دانگ عالم میں مشہور ہو۔ یعنی شہرہ آفاق جس سے انہوں نے احمد کا مطلب نکالا اور نبی کریم سے منسوب کر دیا۔ مگر وہاں لفظ Paracletos کے نہیں Periclytos ہے۔ (فارقلیط از وکلف اے سنگھ)

اللہ کا شکر ہے کہ پادری صاحب کو یہ تو تسلیم ہے کہ Periclytos کے معنی احمد کے ہیں۔ رہی بات مسلمانوں کے ملتے جلتے لفظ سے غلطی کھانے کی ہم کہتے ہیں

کہ مسلمانوں نے غلطی نہیں کھائی بلکہ مصلحین بائبل نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس طرح کہ بائبل مقدس میں عہد کے رسول سے متعلق جس جس جگہ پر محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق پیشین گوئیاں موجود ہیں، ان میں لفظی و معنوی تحریف سے کام لیا گیا۔ مثال کے طور پر استثنا کے باب ۳۳ میں جو پیشین گوئی ہے، وہاں لفظ دس ہزار کو لاکھوں سے بدل دیا گیا۔ ہم چیختے رہے کہ مصلحین بائبل نے اس موقع پر تحریف سے کام لیا ہے۔ پادری صاحب ہمیں الزام دیتے رہے کہ ناحق ہمیں مطعون کیا جاتا ہے، کوئی ایک موقع ہے جہاں عیسائی حضرات نے ٹھوکر کھائی۔

بلکہ جگہ جگہ تحریف لفظی و معنوی سے کام لیا گیا۔ حتیٰ کہ E.S.V The Holy Bible English Standard Version منظر عام پر آئی اور فیصلہ ہو گیا کہ مسلمانوں نے غلطی نہیں کھائی بلکہ عیسائیوں نے سخت ٹھوکر کھائی اور تحریف لفظی و معنوی سے کام لیا۔ حالانکہ ٹھوکر کھانے والے کے لئے جناب مسیح نے فرمایا ہے کہ اس کے لئے بہتر ہے کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں ہو اور وہ سمندر میں ڈوب مرے۔ اب چند نمونے ملاحظہ فرمایئے۔

”خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا۔“ (استثنا ۳۳-۲)

یہاں تحریف سے کام لیا گیا اور دس ہزار کو لاکھوں سے بدل دیا گیا۔ اصل عبارت یوں ہے۔

The Lord came from Sinai and downed from seir upon us, he shone orth from mount paran, he came from the ten thousands of holy ones. (E.S.V Bible Deuteronomy: 33-2)

دوسری مثال ”ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا، یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا۔“ (یہودا کا عام خط ۱۴)

It was also about these that Enoach the seventh from Adam, Propheside, saying, behold, the lord came with ten thousands of his holy ones. (Jude-14)

مصلحین بائبل نے کوئی ایک ٹھوکر کھائی ہے۔ دیکھئے بائبل میں فارقلیط کے شہر بکہ یعنی مکہ مکرمہ کا بھی ذکر تھا، جسے مصلحین بائبل نے لفظ بکا سے بدل دیا۔ فرق تو یہاں بھی معمولی ہے۔ بکّا اور بُکّا۔ بکّا عربی کا لفظ ہے جس سے مراد مکہ ہے اور بُکّا مترجمین بائبل نے اس کا معنی آہ و بکا کی وادی بتایا مگر انہیں شاید معلوم نہیں کہ بکہ کا ایک دوسرا نام ہے۔ ''بواد غیر ذی زرع'' یعنی آہ و بکا کی وادی، یا بن کھیتی کی وادی۔ اجاڑ بیابان کی وادی۔ نوٹ:۔ ESV Bible نے وضاحت کر دی کہ یہاں لفظ Beca ہی ہے۔ صرف یہ ہی نہیں بلکہ E.S.V نے بہت ساری آیات کو بائبل سے نکال دیا اور انہیں من گھڑت کا نام دیا اور بہت سے الفاظ کی اصلاح بھی کی۔ اسی طرح غزل الغزلیات میں آپ ﷺ کا نام مبارک بھی لیا گیا۔ "خلو محمدیم زہ دودی زہ رعی بلوث یروشالم" جس کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے ''ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے اے یروشلم کی بیٹیو'' اور بہت سے مقامات پر بائبل میں احمد یا محمد کا ترجمہ ستودگی کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ''دس ہزار کی جگہ'' لاکھوں کی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ ''وادی بکہ'' کو وادی بکا'' بنایا جا سکتا ہے۔ محمد اور احمد کا ترجمہ ستودگی کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ باپ بیٹا القدس تثلیث جیسی آیات عہد نامہ جدید میں من گھڑت شامل کی جا سکتی ہیں۔ ایک دو آیات نہیں بلکہ پورا باب من گھڑت بنایا جا سکتا ہے اور اس میں شامل بھی کیا جا سکتا ہے۔ جنہیں E.S.V بائبل نے نکال دیا۔ جو مصلحین ایسے بڑے بڑے کام کر سکتے ہیں ان کیلئے Periclytos کو Paracletus بنانا کیا مشکل ہے۔ اور یہ بات تو خود پادری صاحب کو تسلیم ہے کہ Periclytos کا معنی احمد مشہور و معروف جس کا چرچا چار وانگ عالم میں ہو رہا ہو۔

ہم کہتے ہیں کہ تحریف لفظی و معنوی کی متعدد مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ مسلمانوں نے غلطی نہیں کھائی بلکہ عیسائی حضرات نے ٹھوکر کھائی اور E.S.V Bible ہمارے موقف کی تصدیق کے لئے کافی ہے اور مسلمانوں کا دعویٰ بے جا نہیں، ان کا دعویٰ تو قرآن کریم کی بنیاد پر ہے۔ قرآن کریم نے بتایا محمد ﷺ کی صفات تورات و انجیل میں مذکور ہیں۔ اس بناء پر ہم نے بائبل کو دیکھا تو قرآن کے دعویٰ کو سچ پایا۔ قرآن نے ایک اور دعویٰ کیا کہ کلمات میں تحریف کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے اس دعویٰ کو شواہد نے سچ ثابت کیا ہے۔ پھر غلطی یا ٹھوکر؟ یقیناً ٹھوکر اور ٹھوکر کھانے والے کی سزا انجیل میں لکھی ہے۔ عیسائی مومنین کو اس پر عمل پیرا ہونا چاہئے یا پھر توبہ اور رجوع کر کے ایمان لائیں اور وہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہاں لفظ Periclytos ہے۔

عیسائیوں میں جھوٹے نبی جنہوں نے فارقلیط کا دعویٰ کیا:-

اس پیشین گوئی کے پیش نظر تمام عیسائیوں کا متفقہ فیصلہ تھا کہ ایک نبی خاتم آنے والا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا خیال تھا کہ وہ نبی، بنی اسرائیل سے ہوگا، یہ ان کے اپنے خیالات تھے، اس کا ثبوت عیسائیوں میں وہ جھوٹے نبی ہیں جنہوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہود بھی شیلوہ یعنی خاتم النبین کے منتظر ہیں۔

مونٹینس (Mountanus) کا دعویٰ فارقلیط:-

حضور صادق المصدوق ﷺ کے ظہور سے قبل دوسری صدی عیسوی میں مونٹینس نامی عیسائی جو بڑا ریاضت گزار اور اپنے زمانے کا سب سے بڑا پرہیز گار سمجھا جاتا تھا، ایشیائے کوچک میں ۱۷۰ء کے قریب اس نے دعویٰ کیا کہ وہ فارقلیط جس کے آنے کی پیشین گوئی عیسیٰ علیہ السلام فرما گئے ہیں، وہ میں ہوں۔ اور بہت سے لوگ جو جانتے تھے کہ ایک فارقلیط آنے والا ہے جو خاتم النبین ہو گا وہ لوگ ان جھوٹے دعویداروں کے متبع ہو گئے۔ انہیں مونٹینسٹ فرقے کا نام دیا گیا اس نے کلیساء کے

عام روزوں میں بھی اضافہ کر دیا تھا۔ یہ خشک غذاؤں کے علاوہ ہر چیز سے اجتناب کرتے تھے۔ (کلیرک شارٹ ہسٹری صفحہ ۴۶) آخر کار یہ جھوٹا مدعی قتل ہو گیا۔

ان سے مناظرہ کرتے ہوئے کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ کوئی فارقلیط آنے والا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ یہی اعتراض ہوتا کہ تم میں وہ نشانیاں ہی نہیں۔

مینس کا دعویٰ فارقلیط :-

مونٹینس کے بعد ایک شخص مینس جو کہ بہت بڑا عیسائی راہب تھا اس نے بھی یہی دعویٰ کیا کہ میں ہی (نعوذ باللہ) وہ نبی ہوں جس کی آمد کی بشارت انجیل میں موجود ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق پیشین گوئی فرمائی ہے۔ لہٰذا وہ فارقلیط میں ہی ہوں۔ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ عیسائیوں میں جھوٹے مدعی فارقلیط ہوئے تو کیا مسلمانوں میں جھوٹے مدعی نبوت نہیں گذرے۔ ہم کہتے ہیں کہ گذرے ہیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرما دی ہے کہ میں خاتم النبین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور جو کوئی ایسا دعویٰ کریگا وہ جھوٹا کذاب مفتری ہوگا مگر عیسیٰ علیہ السلام نے تو باقاعدہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری سنائی تھی، اور ان پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا تھا۔ لہٰذا عیسائیوں میں جھوٹے نبیوں نے اس پیشین گوئی کو بنیاد بنا کر دعویٰ کیا۔ آخر کار یہ بھی قتل ہو گیا۔

مانی کا دعویٰ فارقلیط :-

مانی ایک کسدی تھا اور مسوپتامیہ میں پیدا ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تقریباً ۲۴۲ء میں اس نے طیسفون میں ایک نئی تعلیم جاری کی اور فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا۔ یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فارقلیط کی پیشین گوئی فرمائی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ بہت سے جھوٹے نبی بھی میرے نام سے آئیں گے، مگر تم ان کی نہ سننا۔ لہٰذا ساتھ ہی فارقلیط سے متعلقہ نشانیوں کا تذکرہ بھی فرما دیا تاکہ حقیقی فارقلیط کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ جھوٹے مدعی فارقلیط مانی کے ماننے والے عیسائی کثرت سے تھے [illegible]

فرقہ مانیہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ یہ فرقہ افریقہ اور گال تک اور مشرق وسطیٰ سے چین تک پھیلے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ مقدس اوگسطین بھی کافی سال تک مانویت کے دوسرے درجہ کا شاگرد رہا۔ دوسرے درجہ سے مراد یہ ہے کہ جو شادی شدہ ہوتا، وہ دوسرے درجہ کا مانوی ہوتا مگر جو شادی نہ کرتے اور بغیر شادی کے زندگی گزار دیتے وہ پہلے درجہ کے مانوی ہوتے۔ حتیٰ کہ گیارھویں صدی تک مغربی یورپ اور افریقہ میں مانوی پھیلے رہے۔ ''مانی Manes پرانے عہد نامہ کو رد کرتا تھا اور کہتا تھا چونکہ میں فارقلیط ہو اور پورا اختیار رکھتا ہوں کہ پرانے اور نئے عہد نامہ کو رد کروں یا تبدیل۔ مانی یہ بھی دعویٰ کرتا تھا کہ نیا عہد نامہ رسولوں نے بگاڑ دیا ہے اور اس نے بارہ رسول مقرر کیے اور ان کے بحت بہتر بشپ مقرر کیے''۔ (تواریخ مسیحی کلیسیا، ص۳۳۳)۔ مانی کو عبرتناک سزا ملی جس کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، قتل کیا گیا اور پھر اس کی لاش کو بھی جلا دیا گیا۔ اس طرح اور بھی جھوٹے نبیوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل فارقلیط ہونے کے دعوے کئے اور بنیاد اسی پشین گوئی کو بنایا۔ ظاہر ہے وہ جھوٹے تھے، ان کے مرتے ہی ان کی تعلیمات بھی مٹ گئیں۔ مگر ان کے جھوٹے دعویٰ فارقلیط سے اتنا ضرور ہوا کہ عیسائی خاتم النبیین کے منتظر تھے اور اس زمانہ میں لفظ فارقلیط کی تفسیر سچائی کی روح یا روح القدس متن میں ہرگز ہرگز موجود نہ تھی اگر یہ تفسیر متن میں ہوتی تو ان لوگوں کو فارقلیط ہونے کا موقع نہ ملتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تیسری صدی میں مسیحی دنیا روح القدس کو فارقلیط کا مصداق نہیں مانتی تھی بلکہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ فارقلیط کا مصداق ایک ایسا مقدس وجود ہے جو نسل آدم سے تعلق رکھتا ہے اور نبی و رسول ہوگا۔ اور جب حقیقی فارقلیط محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہوا تو اس کے بعد عیسائیوں میں بھی کسی نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ بے شمار یہودیوں، عیسائیوں نے آپ ﷺ میں موجود وہ نشانیاں پا کر تصدیق فرمائی کہ آپ ہی وہ فارقلیط ہیں۔ لہٰذا بہت سے عیسائی راہب اور بادشاہ اسلام میں داخل ہوئے، چند ایک مشہور واقعات کا ذکر کیا

جاتا ہے۔

جب فارقلیط یعنی احمد ﷺ کا ظہور ہوا:۔

عیسائی فارقلیط کے شدت سے منتظر تھے، لہٰذا جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا تو بہت سے نصاریٰ نے آپ کی تصدیق فرمائی۔ یہود بھی شیلوہ یعنی فارقلیط کے منتظر تھے، لہٰذا یہود بھی آپ میں وہ نشانیاں دیکھ کر ایمان لائے۔ چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) شاہ حبش نجاشی کی تصدیق:۔

اپنی مقدس کتابوں کے پیش نظر یہود و نصاریٰ نہ صرف فارقلیط یعنی احمد ﷺ کے منتظر رہتے بلکہ ان کے حق میں دعا کرتے رہتے۔ اے اللہ! اس نبی کو جلد مبعوث فرما، انہی لوگوں میں سے ایک نجاشی شاہ حبش بھی تھا، مسلمان مہاجرین کا ایک گروہ جب پناہ گزینوں کی حیثیت سے ہجرت کر کے حبشہ پہنچے تو مکہ کے کافر تعاقب کرتے شاہ حبش نجاشی تک جا پہنچے اور درخواست کی کہ انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ یہ تمہارے بھی دشمن اور تمہارے مسیح کے متعلق بھی عجیب و غریب باتیں کرتے رہتے ہیں اور اسے خدا بھی نہیں مانتے۔ نجاشی نے مہاجرین کی اس جماعت کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نجاشی نے کئی ایک سوال کئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے بارے میں چند ایک سوال کئے۔ آپ نے سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی، تمام نشانیوں اور حقائق پر غور و فکر کے بعد نجاشی کے بے اختیار آنسو بہنے لگے تو جواباً نجاشی نے کہا کہ:

”مرحبا بكم وبمن جئتم من عنده اشهد انه رسول الله وانه الذى نجد فى الانجيل وانه الذى بشر به عيسىٰ ابن مريم“ (مسند احمد)

مرحبا تم کو اور اس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں۔ نجاشی نے یہ تاریخی الفاظ کہے کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے اہل کتاب

منتظر تھے اور نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اس کی قوم کے بیشتر لوگوں نے بھی۔ شاہ حبشہ کے دربار میں چالیس عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ (اصابہ صفحہ ۱۷) کفار کی جماعت کو وہاں نہ صرف شرمندگی اٹھانا پڑی بلکہ خالی ہاتھ واپس لوٹنا پڑا۔

قبطیوں کے سردار شاہ مقوقس کی تصدیق:۔

قبطیوں کے سردار مقوقس کو حضور صادق المصدوق ﷺ نے خط لکھا اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ شاہ مقوقس نے آپ کو جوابی خط لکھا، ہم اس خط کو نقل کرتے ہیں۔

''یہ خط محمد بن عبداللہ کے نام ہے۔ مقوقس شاہ قبط کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ اما بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور جو مضمون اس میں لکھا تھا اس کو سمجھا۔ مجھ کو معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے جو آنے والا ہے، مگر میرا خیال تھا کہ وہ ملک شام میں مبعوث ہوگا، میں نے آپ کے بھیجے ہوئے قاصد کی عزت کی۔''

یہ بادشاہ بھی عیسائی تھا۔ مقوقس نے بھی اس بات کا اقرار کیا کہ مجھے اس بات کا علم ہے اور میں جانتا ہوں کہ آخری نبی ابھی باقی ہے۔ اس بادشاہ نے آپ کے قاصد کو تحفے تحائف دے کر روانہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت ان دونوں بادشاہوں کو محمد رسول اللہ ﷺ سے خوف کھانے یا ڈرنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت آپ کو کوئی دنیاوی شان و شوکت حاصل نہ تھی بلکہ اس وقت تو آپ بذات خود دیار غیر میں بحیثیت مہاجر تھے۔

جارود بن العلاء:۔

جارود بن العلاء بڑے زبردست اور معروف عیسائی عالم دین تھے وہ بمعہ اپنی قوم کے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ''اللہ کی قسم آپ حق لے کر آئے ہیں اور سچی بات کہی ہے۔ قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے،

ہیں نے آپ کے اوصاف انجیل میں پڑھے ہیں اور بتول مریم کے بیٹے نے آپ کی بشارت سنائی ہے۔ بہت سی سلامتی ہو آپ کے لئے، شکر ہے اس ذات کا جس نے آپ کو عزت دی۔ مشاہدہ کے بعد سننے کی گنجائش نہیں اور نہ یقین کے بعد شک کی۔ اپنا دست مبارک بڑھائیے، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' اور پھر اس کی ساری قوم مسلمان ہو گئی۔

حضرت کعب احبار:-

حضرت کعب احبار چوٹی کے یہودی عالموں میں سے تھے۔ جب آپ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شہرت سنی۔ آپ کے فضائل کے متعلق اچھی طرح معلومات حاصل کیں اور تورات میں تمام بیان کردہ نشانیوں پر غور وفکر کے بعد بمعہ اپنی قوم کے اسلام قبول فرمایا۔ عطا بن یسار کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عمرو عاص رضی اللہ عنہ کو ملا تو ان سے کہا کہ تورات میں مذکور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات کے متعلق بتائیے تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام کے تورات میں بھی وہی اوصاف بیان ہوئے ہیں جو کہ قرآن پاک میں ہیں۔ ''اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، ڈرانے والا اور امیوں کے لئے پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ ترش رو، نہ بدخلق، نہ بازاروں میں شور کرنے والا، مسلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑنے والا یعنی برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی بجائے درگذر و معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہرگز فوت نہ کریگا جب تک کہ اس کے ذریعے ٹیڑھی امت کو درست کر کے کلمہ نہیں پڑھا لیتا اور اندھی آنکھوں کو بینائی، بہرے کانوں کو سماعت اور بند دلوں کو کھول نہیں دیتا۔''

بخاری شریف میں عبداللہ رضی اللہ عنہ، بیہقی میں ابن سلام سے اسی مفہوم کی روایت منقول ہے۔ ابن اسحاق نے کعب احبار سے اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے۔ بیہقی

نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختصار سے بیان کیا ہے۔ اس روایت کا بائبل میں موجود یسعیاہ کی پیشین گوئی سے تقابل کے لئے دیکھئے۔ "یسعیاہ ۴۲-۱ تا ۱۰" یا مزید تفصیل کے لئے بائبل اور محمد ﷺ صفحہ ۲۱۸ کا مطالعہ فرمائیے۔

حضرت سلمان فارسیؓ:-

حضرت سلمان فارسی ایران سے تعلق رکھتے ہیں۔ آتش پرستی ان کے بزرگوں کا شیوہ تھا۔ شام سے ایک عیسائی تاجروں کا قافلہ ایران گیا۔ آپ ان کے دین سے متاثر ہوئے اور عیسائیت کا مذہب اختیار کر لیا اور انہی کے ساتھ شام چلے گئے۔ وہاں کے متعدد پادریوں کی شاگردی کی اور کتب مقدسہ کا علم حاصل کیا۔ حتیٰ کہ آپ خود پادری بن گئے۔ پھر روم کے شہر عموریہ کے اسقف نے اپنے آخری ایام میں قریب المرگ اپنے شاگرد سلمان کو وصیت کی کہ اس نبی یعنی فارقلیط کے ظہور کا وقت قریب ہے وہ کھجوروں کے شہر (یثرب) میں ہجرت فرمائیں گے۔ قیدار کے تھوڑے سے نوجوان قیدار کے بہت سے لشکر پر غالب آئیں گے۔ ان کے کندھے پر مہر نبوت ثبت ہو گی وہ تحفہ قبول فرمائیں گے مگر صدقہ نہیں لیتے۔ جب اس نبی کا ظہور ہو تو ان پر ایمان لے آنا۔ وہ اسقف تو وفات پا گیا۔ مگر حضرت سلمان فارسی فارقلیط ﷺ کے انتظار میں رہتے۔ آپ سے ملنے کی تڑپ میں آپ کو غلامی بھی اختیار کرنا پڑی۔ ایک امیر کبیر آدمی دھوکے سے کسی ظالم کا غلام بنا دیا گیا مگر ان سب باتوں کے باوجود آپ نے ہمت نہ ہاری حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے تمام نشانیاں موجود پائیں اور کلمہ طیبہ پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

مخیرّق کی تصدیق:-

مخیرّق یہودی علماء میں سے تھے، علماء میں نہ صرف ان کا اعلیٰ مقام تھا بلکہ بڑے مالدار اور رئیس آدمی جانے جاتے تھے۔ اپنے علم کے ذریعے سے رسول

اللہ ﷺ کو اور آپ کی صفات کو جانتے تھے۔ ان پر دین کی محبت غالب تھی اور اس پر ایسے جمے کہ جب جنگ احد کا دن ہوا اور جنگ احد شنبہ کے دن ہوئی تھی تو انہوں نے اپنی جماعت سے کہا کہ "اے گروہ یہود! واللہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے لئے محمد ﷺ کی امداد بالکل حق ہے، وہ بولے آج تو شنبہ کا دن ہے، مخیرق نے کہا کہ تمہارے لئے شنبہ کا روز کچھ نہیں۔ پھر اپنے ہتھیار لئے اور نکل پڑے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کے پاس مقام احد میں جا پہنچے اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو وصیت کر دی کہ اگر آج میں مار ڈالا جاؤں تو میری ہر طرح کی ملکیت محمد ﷺ کے لئے ہے۔ وہ ان میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق تصرف فرمائیں۔ پھر جب لوگوں میں جنگ ہوئی تو انہوں نے بھی جنگ کی اور مارے گئے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ "مخیرق خیر یہود" کہ مخیرق یہودیوں میں سب سے بہتر تھے۔ وصیت کے مطابق تمام جائیداد رسول اللہ ﷺ کو ملی۔ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے تمام صدقات اسی جائیداد سے ہوا کرتے تھے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ:۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ یمن کے رہنے والے اور نامور یہودی علمائے دین سے تھے۔ انہوں نے جب آپ کا چرچا سنا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند سوالات کئے پھر کہنے لگے کہ میرے والد نے مہر لگا کر مجھے ایک مکتوب دیا تھا اور تاکید کی تھی کہ جب تک تم یثرب میں ایک نبی کی آمد کا ذکر نہ سنو، اس مکتوب کو نہ کھولنا۔ جب مدینہ میں اس کی آمد کا ذکر سنو تو اس کو کھولو۔ نعمان کہتے ہیں جب میں نے آپ ﷺ کا چرچا سنا تو اس مکتوب کو کھولا تو اس میں آپ کی بعینہٖ وہی صفات درج تھیں جو میں نے آپ کے متعلق لوگوں سے سنیں اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیں۔ اس میں وہ چیزیں بھی ذکر تھیں جن کو آپ حلال یا

حرام کریں گے۔ اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام اور آپ کی امت تمام امتوں سے بہتر ہو گی۔ اس میں آپ کا اسم گرامی احمد ﷺ (فارقلیط) لکھا ہے اور آپ کی امت کو حامدون (حمد بیان کرنے والے) خون بہانا ان کی قربانی ہے اور ان کے سینے ان کی کتابیں ہیں۔ وہ جب جنگ کے لئے گھر سے نکلیں گے تو جبرائیل ان کے ساتھ ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اس طرح رحم فرمائے گا جس طرح پرندہ اپنے چوزہ پر رحم کرتا ہے۔ پھر اس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ جب ان کو سنو تو ان کی خدمت میں حاضر ہونا، ان پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا۔"

حضور صادق المصدوق ﷺ چاہتے تھے کہ میرے صحابہ بھی میری بعثت سے قبل اہل کتاب کا لکھا ہوا یہ خط سنیں، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ نعمان! ہمیں اپنا واقعہ سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے پھر اپنا واقعہ سنایا اور آپ ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ وہی حضرت نعمان رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں اسود عنسی نے بڑی بے دردی سے شہید کیا تھا اور ان کے بدن کا ایک ایک عضو کاٹ کر بڑی ہی اذیت دی گئی تھی لیکن ان کی زبان سے مرتے دم تک یہی الفاظ نکل رہے تھے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تو جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے۔ پھر اس ظالم نے اس جلیل القدر صحابی کو آگ میں جلا دیا۔

ورقہ بن نوفل کی تصدیق:۔

حضور صادق المصدوق ﷺ پر جب غار حرا میں پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ انتہائی خوف اور کپکپی کی حالت میں گھر پہنچے اور سارا واقعہ اپنی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچا زاد ورقہ بن نوفل جو عیسائی مذہب پر تھے اور بڑے عالم اور راہب تھے۔ ان سے بیان فرمایا ورقہ بن نوفل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! جو کچھ آپ نے دیکھا اور سنا وہ مجھ سے بیان

فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے بیان فرمایا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آ گیا جو موسیٰ کے پاس آیا تھا۔ آپ کو جھٹلایا جائے گا اور تکلیف پہنچائی جائے گی۔ آپ کو خارج البلد کیا جائے گا اور آپ سے جنگ کی جائے گی اگر مجھے بھی وہ دن نصیب ہوا تو میں بھی اس دین میں داخل ہو کر ضرور اللہ تعالیٰ کے دین حق کی مدد کروں گا۔ پھر انہوں نے سر جھکا کر رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت سے قبل ورقہ وفات پا چکے تھے۔ اس طرح کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنی مقدس کتاب میں موجود پشین گوئیوں کے پیش نظر خاتم النبین کی آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ کی آمد پر بکثرت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ جبکہ ہم نے چند ایک مشہور واقعات کا ذکر کیا ہے۔ ان میں عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے، اور کرز بن علقمہ جو پہلے عیسائی تھے، بمعہ اپنی قوم کے اسلام میں داخل ہوئے۔ اگر ایک ایسی فہرست بنائی جائے تو اس کے لئے باقاعدہ علیحدہ سے ایک کتاب کی ضرورت ہو گی۔

شہید روم ضغاطر الاسقف:۔

ضغاطر الاسقف ہرقل روم کے خاص معتمد اور مشیر خاص تھے، اور قوم کے سب سے بڑے پادری تھے۔ اسقف روم کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ ہرقل شہنشاہِ روم کو نبی کریم ﷺ نے دحیۃ الکلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ نامہ اسلام بھیجا تو ہرقل نے کہا کہ محمد ﷺ یقیناً نبی ہیں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے اسلام قبول کیا تو اہل ملک مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ پھر اس نے حضرت دحیۃ رضی اللہ عنہ کو ضغاطر الاسقف کے پاس بھیجا کہ وہ کیا رائے دیتے ہیں۔ حضرت دحیۃ رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے گفتگو اور سوال و جواب کے بعد نشانیوں پر غور و فکر کے بعد آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق فرمائی اور فرمایا کہ یہ وہی "وہ نبی" ہیں جس کے ہم منتظر تھے۔ پشین گوئی

کے پیش نظر آپ ﷺ ہی وہ نبی ہیں اور فرمایا کہ "لصرفه باسمه ووصفه" ہم ان کے نام اور ان کی صفات کو پہچانتے ہیں۔ پھر وہ اندر گئے۔ اپنا مخصوص لباس اتارا اور سفید لباس پہن کر واپس آئے اور اسی وقت اہل روم کے پاس گئے اور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور اسلام کی سچائی کا اعلان کیا۔ لوگوں کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کی ترغیب دلائی، یہ اعلان کرنا تھا کہ چاروں طرف سے ان کی قوم نے ان پر نرغہ کیا اور ان کو شہید کر ڈالا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ہرقل سے کہا کہ اللہ کی قسم یہ "وہ نبی" ہیں جن کا ہمیں انتظار تھا، اس پر ہرقل نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ کچھ بھی ہو، میں تو اتباع حق سے بھاگ نہیں سکتا۔ آخرکار انہیں شہید کر دیا گیا۔

(الاصابہ ذکر ضغاطر)

اہل کتاب صحابہ:۔

رسول اکرم ﷺ کی زندگی مبارک میں بے شمار اہل کتاب آپ پر ایمان لائے۔ گروہ در گروہ، قبائل در قبائل۔ کس کس کا تذکرہ کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔ ہر ایک قبیلے اور ہر فرد پر لکھا جائے تو الگ سے ایک کتاب مرتب کی جا سکتی ہے۔

نصاریٰ کے مشہور قبائل:۔

نجرانی، قبیلہ غسان، بنو تغلب، بنو کلب، قضاعہ، ربیعہ، قبیلہ عبدالقیس، حیرہ، روم کے عیسائی، حبشہ کے عیسائی، اصحاب الفیل۔

یہود کے مشہور قبائل:۔

بنو قریظہ، بنو نضیر، یثرب، بنو قینقاع، بنو ہدل، بنو زنباع، خیبر کے یہود، فدک کے یہود، تیما کے یہود، وادی القریٰ کے یہود، بتالہ و جرش، اذرخ اور جرباء، مقناء کے یہود، بحرین کے یہود، مکہ و طائف کے یہود۔ اہل کتاب کے مذکورہ قبائل کے بیشتر افراد گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوئے اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔

تفصیل کے لئے نجیب اللہ ندوی کی اہل کتاب صحابہ و تابعین کا مطالعہ فرمائیے۔ قصہ مختصر" الذین اتینھم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابناءھم " (بقرۃ ۲-۱۴۶) اور وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں، (محمد ﷺ) کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بیٹوں کو پہچانے۔"

کیا روح القدس اور روح الحق ایک ہی شخصیت کے نام ہیں؟:-

روح حق یعنی سچائی کی روح مراد فارقلیط آپ صادق اور امین بھی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ فارقلیط کی ایک صفت ہے۔ روح القدس سے مراد جبرائیل امین ہیں۔ دونوں کی شخصیات اور معنی بالکل جدا جدا ہیں۔ عیسائیوں نے ان دونوں کو گڈ مڈ کر کے ابہام پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ہم تفصیل میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ اس کی دو وجوہات ہیں ① یہ کہ اول تو عبرانی زبان میں کوئی اصل مسودہ انجیل کا موجود نہیں جو انجیل یوحنا کی جانب منسوب کی جاتی ہیں، وہ انجیل بھی یونانی زبان میں ہے۔ اس کا بھی اصل مسودہ موجود نہیں۔ پھر اس یونانی میں صرف روح کا لفظ ہے، روح القدس بعد کا اضافہ ہے۔② فارقلیط کا وعدہ الگ ہے اور روح القدس کا وعدہ الگ ہے۔ روح القدس کا کام حواریوں کو قوت کا لباس دینا تھا، روح القدس نازل ہوئے اور روح حق یعنی فارقلیط پیدا ہوئے۔ روح حق کے نازل ہونے کا وعدہ ہے اور فارقلیط کے متعلق نوید ہے اور روح القدس کے نزول تک حواریوں کو یروشلم میں ٹھہرے رہنے کا حکم ہوا اور روح القدس کے نزول کے وقت تو انجیل بھی نہیں لکھی گئی تھی اور یہ وعدہ فوراً پورا ہوا جبکہ نوید مسیحا کے عیسائی منتظر رہے۔

روح القدس کا وعدہ:-

①اور دیکھو جس کا میرے باپ نے وعدہ کیا ہے میں اس کو تم پر نازل کروں گا لیکن جب تک عالم بالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اس شہر میں ٹھہرے رہو۔ (لوقا ۲۴-۴۸،۴۹) ②اور ان سے مل کر ان کو حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ بلکہ

باپ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کا انتظار کرو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے پس انہوں نے جمع ہو کر اس سے یہ پوچھا کہ اے خداوند کیا تو اسی وقت اسرائیل کو بادشاہی پھر عطا کرے گا؟ اس نے ان سے کہا ان وقتوں اور میعادوں کا جاننا جنہیں باپ نے اپنے ہی اختیار میں رکھا ہے تمہارا کام نہیں لیکن جب روح القدس تم پر نازل ہو گا تو تم قوت پاؤ گے اور یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہو گے۔ (اعمال ا۔۴تا۸)۔

اس مقام پر وضاحت فرما دی گئی ہے کہ روح القدس کا کام تم کو قوت دینا ہے اور فارقلیط کا کام عدالت اور بادشاہی ہے، حواری سوال کرتے ہیں کہ جب روح القدس نازل ہو گا تو اے خداوند تو اس وقت اسرائیل کو بادشاہی عطا کرے گا؟ مگر عیسیٰؑ جواب دیتے ہیں کہ اُس وقت اور میعاد کا اللہ ہی کو علم ہے کہ کب ابدی بادشاہ یعنی فارقلیط کا ظہور ہوگا، پس معلوم ہوا کہ دونوں کا نام شخصیت اور کام الگ الگ ہے اور روح القدس کے نزول کے بعد حواری فارقلیط کے منتظر اور منتاد تھے کہ ان کا ظہور ہو اور خدا کی بادشاہت کے دن آئیں اور وہ عدل کریں۔ ③ دوسرا یہ کہ ہم عقیدہ تثلیث کی حقیقت بیان کرنا چاہیں گے۔ جس سے انشاء اللہ اقنوم کا باطل ہونا بخوبی ثابت ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ ہم بائبل اور قرآن حکیم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا وحدہٗ لاشریک ہونا ثابت کریں گے۔ اور کچھ اس عقیدہ کا پس منظر بیان کریں گے جس سے ثابت ہو گا کہ نصاریٰ نے یہ عقیدہ بت پرستوں کی تقلید میں گھڑا ہے۔ جب یہ اچھی طرح ثابت ہو جائے گا کہ عقیدہ تثلیث من گھڑت اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ شرک ہے اور اپنی جان پر ظلم عظیم ہے تو پھر ظاہر ہے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ روح حق سے مراد تیسرا اقنوم نہیں کیونکہ اقنوم نام کی کوئی چیز ہی نہیں اور اس سے مراد صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، لہٰذا باقی کسی بحث کی ضرورت نہ

رہے گی اور پادری وکلف اے سنگھ کی ساری محنت رائیگاں جائے گی۔

پادری وکلف اے سنگھ کی بحث کہ روح حق ہی روح القدس ہے، سب بیکار ہے جو کوئی وکلف اے سنگھ صاحب کے رسالہ فارقلیط میں دلائل پڑھے گا وہ یقیناً حیران ہوگا۔ پادری صاحب نے اس سلسلے میں دو عنوان قائم کئے ہیں۔ ① روح القدس کے نام ② روح حق (فارقلیط) الٰہی شخصیت" پھر پادری صاحب نے بائبل میں جہاں جہاں روح کا لفظ آیا ہے وہ سب آیات نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ روح حق اور روح القدس ایک ہی شخصیت کا نام ہے مگر پادری صاحب یہ بات بالکل ہی بھول گئے کہ یہ تمام حوالے اس سلسلے میں بالکل بیکار ہیں کیونکہ جو حوالے موصوف نے نقل کئے، ان سے تو ثابت ہوتا کہ روح القدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل بلکہ حضرت آدم کی پیدائش سے بھی پہلے کا موجود ہے اور روح القدس تمام انبیاء کی طرف وحی لیکر نازل ہوتا رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے الیشبع روح القدس سے بھر گئی تھی۔ حواریوں کے زمانہ میں بھی روح القدس موجود تھا مگر اس پیشین گوئی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس روح حق فارقلیط کی آمد کی بشارت سنا رہے ہیں۔ اے عیسیٰ علیہ السلام اپنے جانے پر معلق فرما رہے ہیں۔ "اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔" اس لئے ثابت ہوگیا کہ روح حق عیسیٰ علیہ السلام کے جانے کے بعد آئے گا۔ پہلے سے موجود روح القدس کا اس پیشین گوئی سے کوئی واسطہ نہیں۔ لہٰذا پادری صاحب کی ساری محنت رائیگاں گئی کیونکہ ان کے سب دلائل روح القدس کے متعلق ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے کا موجود ہے۔

بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب نبی روح اللہ ہیں، اللہ کی روح ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "کاش خداوند کے سب لوگ نبی ہوتے اور خداوند اپنی روح ان سب میں ڈالتا۔" (گنتی ۱۱-۲۹) کتاب پیدائش میں فرعون حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اپنے درباریوں سے کہتا ہے۔ "ہم کو ایسا آدمی جیسا یہ

ہے جس میں خدا کی روح ہے، مل سکتا ہے۔" (پیدائش ۴۱-۳۸)

دانی ایل کے بارے میں بائبل میں ہے۔ "تیری مملکت میں ایک شخص ہے جس میں قدوس الٰہوں کی روح ہے۔" (دانی ایل ۵-۱۰،۱۱) بضلی ایل بن اوری کے متعلق بائبل میں لکھا ہے۔ "اور میں نے اس کو حکمت اور فہم اور علم اور ہر طرح کی صنعت میں روح اللہ سے معمور کیا ہے۔" (خروج ۳۱-۲)

پولس حواریوں کے حق میں کہتا ہے کہ "کیا تم نہیں جانتے کہ تم خدا کا مقدس ہو اور خدا کا روح تم میں بسا ہوا ہے۔" (۱-کرنتھیوں ۳-۱۶) اور تو اور خود پولس کا اپنے متعلق دعویٰ ہے کہ "میں سمجھتا ہوں کہ خدا کا روح مجھ میں بھی ہے۔" (۱-کرنتھیوں ۷-) معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں بکثرت انبیاء کے متعلق بلکہ عالم لوگوں کے متعلق جنہیں حکمت، فہم اور علم میں عام افراد سے زیادہ کمال بخشا تھا، انہیں روح، خدا کی روح، قدوس الٰہوں کی روح، روح اللہ، سچائی کی روح، حق کی روح جیسے الفاظ بکثرت ملتے ہیں۔

اب اگر ہم پادری حضرات کی منطق اپنائیں تو اس کی رو سے یہ سب لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے تمام حواری اور پولس وغیرہ روح اللہ ٹھہرتے ہیں۔ تو کیا یہ سب اقنوم ہیں؟ پھر خدا کے کتنے اقنوم ہوئے؟ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ ہونے کی خصوصیت ختم ہو جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں نبیوں، رسولوں، صاحب علم و دانش لوگوں کو حق کی روح، روح اللہ وغیرہ کے القاب دیئے گئے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ روح اللہ، روح القدس، روح حق سے تثلیث اور اقنوم ثابت نہیں ہوتے، یہ ایک ٹائٹل (Title) ہے اور اس شخص کی دیگر اشخاص سے فضیلت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے دیا جاتا ہے ہم کہتے ہیں کہ فارقلیط کو روح حق کی روح نبی موعود کی بنی نوع انسان میں فضیلت اور عظمت ظاہر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ مثالوں سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بائبل میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں۔ پادری حضرات اس

بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں مگر ناحق جھگڑا کرتے ہیں البتہ مسلمان قارئین کے اطمینان کے لئے دو مثالیں پیش ہیں۔

ناقۃ اللہ اور بیت اللہ ظاہر ہے ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ایسا کہا گیا ہے۔ بعینہ محمد ﷺ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فارقلیط کو روح حق کے خطاب سے متعارف کروایا گیا ہے۔

عقیدہ تثلیث کا پس منظر:۔

عقیدہ تثلیث کی حقیقت جاننے کے بعد انشاء اللہ یہ پیشین گوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے حق میں صحیح ثابت ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جایئگا، یہ بنیادی باتیں ہیں اور اس سلسلے کی مرکزی بحث بھی۔

عقیدہ تثلیث کا پس منظر:۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ازل سے ہی تمام انبیاء کے ذمہ ایک ہی دین ایک ہی دعوت پھیلانے کا فریضہ تھا اور سب حکموں سے اول حکم توحید کا ہے۔ انبیاء نے ہمیشہ صرف ایک ہی اللہ پر ایمان لانے اور صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کا حکم دیا اور مشرک ہمیشہ مخلوق کی عبادت، بت پرستی اور اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہراتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے متعلق اقنوم وغیرہ کے عقیدے گھڑتے رہتے، عقیدہ توحید عالمگیر عقیدہ ہے جبکہ شرک علاقائی ہر خطے اور علاقے کا شرک مختلف نظر آئے گا۔ عقیدہ تثلیث بھی بت پرستوں کی جہالت، قومی اور علاقائی شرک ہے۔ لہٰذا عیسائیت سے قبل بت پرستوں نے بعینہ ان عقائد کو پہلے سے ہی گھڑ رکھا تھا اور ان جیسے عقائد پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ مصر، یونان، کلدانیہ، اسیریا وغیرہ اور دیگر علاقوں کے بت پرست تری موورتی دوسرے لفظوں میں تثلیث یعنی اقنوم ثلاثہ بنا رکھے تھے۔ مثلاً خاوند، بیوی اور بیٹے کی پرستش تو عیسیٰ علیہ السلام سے قبل صدیوں پیشتر سے جاری تھی، چنانچہ مختلف بت پرستوں کے اقنوم کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ بت پرستوں کے مشہور تین

اقنوم یہ ہیں۔

نمبر①	(۱)	نا	(۲)	ای آ	(۳)	ملیح
نمبر②	(۲)	برہما	(۲)	وشنو	(۳)	شو
نمبر③	(۳)	ورن	(۲)	اندر	(۳)	اگن
نمبر④	(۴)	بعل	(۲)	شمس	(۳)	قمر
نمبر⑤	(۵)	آئی سس	(۲)	اسیرس	(۳)	ہورس

بت پرستوں میں یہ عقائد شروع سے ہی معروف ہیں۔

دیو مالائی کہانیوں میں شروع سے ہی مختلف تین اقنوم کو بڑا منفرد اور معزز مقام حاصل رہا ہے حتیٰ کہ

King and emperors liked to think of themselves as decended from the Gods. (J Hasting: Dictionary, P-143)

"بادشاہ اور حکمران خود کو دیوتاؤں کی نسل سے سمجھنا پسند کرتے تھے۔"

اس کی وجہ شاید یونانی فلسفہ میں افلاطون کے نظریات ہوں۔ چنانچہ افلاطون اور اس کے پیروکاروں کے نزدیک ماہیت خداوندی (Divinenature) کی تین حیثیتیں تھیں، جنہیں وہ سبب اول (First cause) حکمت و کلام (Reson of Logos) اور روح کائنات (The soul and spirit of the universe) کی حیثیت سے پہچانتے تھے۔ اس فکر نے باقی بت پرستوں کو بھی متاثر کیا اور تین اقنوم کا عقیدہ زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔

مختلف اقوام اور عقیدہ تثلیث:۔

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی قبل صدیوں پہلے سے یہ بدعقائد مشہور تھے۔

1- Sumerians Trinity

i) El-Lil(باپ) ii) Ea (ماں) iii) BaaL(بیٹا)

2- <u>Assyrians Trinity</u>

i) Ashur (SunGod)باپ ii) Ishtar(ماں)

iii) ElGar (God the Sun) بیٹا

3- <u>Syrian Trinity شامی تثلیث</u>

i) Hadad ii) Atargatis iii) Simios

4- <u>Roman Trinity</u>

i) Jupetor ii) Venus iii) Mercury

5- <u>Egyptian Trinity مصری تثلیث</u>

یہاں Sun God سورج دیوتا ایک ہی ذات میں تین اقنوم (ذاتیں) ہیں۔

1- RA (Noonday Sun) دوپہر کا سورج

2- Tum (Evening Sun) شام کا سورج

3- KHEPRA (The Dawning Sun) طلوع ہوتا ہوا سورج دیوتا

<u>Hindu Trinity</u>

i) Brahma خالق (The Creator)

ii) Vishnuu قائم رکھنے والا (The Preserver)

iii) Shiva تباہ کرنے والا (The Destroyer)

عیسائیت کا نظریہ تثلیث بھی چند فلاسفروں احبار و رہبان نے Pagan اور Heathenبت و مظاہر پرستانہ نظریات میں تھوڑی سی تبدیلی کرکے اس کو عیسائیت میں داخل کرلیا ورنہ عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کا پہلا حکم توحید کا حکم ہے۔ جس میں شرک و تثلیث کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

اس موقعہ پر یہ لطیفہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ دوسری صدی کے عیسائی مبلغین میں جسٹن کا نام بڑا مشہور ہے۔ جب یہ روما پہنچا تو اس سے پہلے بہت سے یونانی و

رومی عقائد عیسائیت میں داخل ہو چکے تھے۔ جب جسٹن روما پہنچا تو اس وقت کے قیصر روم کو اپنے عقائد تثلیث و کفارہ وغیرہ کی دعوت دی۔ قیصر روم نے جسٹن کو کہا کہ جس مذہب کی تم تعلیم دیتے ہو اور جو عقائد ہمیں بتاتے ہو، تثلیث پرستی کفارہ وغیرہ، اس کے کل کے کل معتقدات تو ہمارے مذہب کے پہلے ہی ممتاز حصے ہیں۔ اور ہمارا مذہب تمہارے مسیح کی پیدائش سے بھی ہزاروں سال پہلے کا ہے۔ پھر تمہارے مذہب میں نئی بات کیا ہے؟ اس وقت جسٹن سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ آخر ایک مدت کے بعد جسٹن نے ایک کتاب اپولوجیا (اعتذار) لکھی جس میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ جناب مسیح سے کئی صدیاں بیشتر دشمن صداقت یعنی شیطان کو اس صداقت کا علم ہو گیا جو جناب مسیح سے وابستہ تھی، یعنی خدا کنواری سے جنم لے گا، عقیدہ تثلیث، اور کفارہ گناہ ادا کریگا اور اس کی یاد میں عشائے ربانی بپتسمہ وغیرہ ہوگی۔ شیطان نے طالبان صداقت کو مذبذب کرنے کے لئے مسیح سے صدیوں بیشتر مختلف ممالک میں ایسے مذہب پھیلا دیئے جن کی تعلیم، رسمیات، عقائد وغیرہ یہی تھی۔ اس بے ہودہ اور لچر دلیل کا جو اثر قیصر پر ہو سکتا تھا، ظاہر ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اس لچر دلیل کے سبب قیصر کے حکم سے جسٹن کو عبرتناک سزا دی گئی اور اسے قتل کروا دیا گیا۔ (عیسائی اسے جسٹن شہید کے نام سے یاد کرتے ہیں۔)

(بحوالہ تاریخ اخلاق یورپ ایڈورڈ پول)

عیسائیت میں تثلیث اور کلیسیائی عقیدہ:۔

عقیدہ تثلیث کے پس منظر سے آپ، جان چکے کہ یہ عقیدہ بت پرستوں کی ایجاد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی سے قبل اور پولس کے عیسائیت میں داخل ہونے سے بیشتر کوئی ایک مسیحی بھی عقیدہ تثلیث کا قائل نہ تھا۔ بلکہ ابتدائی دور میں مسیحیوں کی کتاب مقدس بھی صرف عہد نامہ قدیم تھی اور عہد نامہ قدیم میں جا بجا توحید کی تعلیم ملتی ہے۔ عہد نامہ قدیم میں تثلیث کے عقیدے کا تصور بھی نہیں کیا جا

سکتا اور عہد نامہ جدید میں بھی تثلیث سے متعلقہ مسیح کا ذاتی فرمان ثابت نہیں کیا جا سکتا بلکہ آپ نے واضح لفظوں میں ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ ایک ہے اور سب حکموں سے اول حکم یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ جہاں تک مسیح کا اللہ کے بارے میں باپ کہنے کا تعلق ہے اور خود کو بیٹا تو یہ محض استعارتاً یا یوں سمجھئے کہ درحقیقت یہ لفظ اللہ کا بندہ تھا، جسے مترجمین اور مصلحین بائبل نے بیٹا لکھ دیا۔ مزید تفصیل کے لئے بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے باب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

قصہ مختصر یہ کہ پولس عیسائیت کا سخت دشمن تھا، مسیح کے ماننے والوں کو سخت اذیتیں دیا کرتا، انہیں جلا وطن اور قید کرتا حتیٰ کہ ان کی جان لینے سے بھی دریغ نہ کرتا۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ ایسا کرنے سے کوئی فائدہ نہیں، مسیحیت پھیلتی جا رہی ہے تو اس نے تقیہ سے کام لیا اور عیسائیت میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے مسیح نے رسول بنایا ہے۔ اپنی انجیل کی تشہیر کے لئے۔ چنانچہ رومی بادشاہ قسطنطین کے زیر اثر (جو بذات خود آئی سیس، آسیرس اور ہورس کی تثلیث پر عامل تھا) اس بادشاہ نے ابھی تک عیسائیت قبول نہیں کی تھی۔ اس وقت تک کسی نے عیسائیت میں تثلیث کا نام تک نہ سنا تھا، اور مسیحیت بالکل اس عقیدہ سے ناآشنا تھی۔ سینٹ پال (پولس) کی بدولت دین مسیحی نے نیا جنم لیا اور یہودیت نے ازراہ تعصب مسیحی صداقت و توحید کے عقیدہ کو وثنیت اور شرک سے آلودہ کرکے کامیابی کا سانس لیا۔ جھوٹا رسول جو اپنی باتوں کو اللہ کا کلام کہے، بائبل میں لکھا ہے وہ قتل کیا جائے گا۔ پولس کا دعویٰ رسالت جھوٹا تھا، سو عبرتناک انجام ہوا اور قتل کر دیا گیا۔

یہ عقیدہ ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ دراصل وثنیت (بت پرستانہ) فلسفہ کی موشگافیوں کی پیداوار اور صنم پرستانہ عقیدہ ''اوتار'' کی صدائے بازگشت ہے اور اس حقیقت پر مبنی ہے کہ ذات یا صفات خداوندی بشکل انسانی کائنات ارضی میں وجود پذیر ہو سکتی ہے۔ گویا یہ عقیدہ فلاسفہ ہیلانیسں اور غنوسطینین کے عقائد فلسفیانہ کا ایک

معجون مرکب ہے۔ چنانچہ تاریخ قدیم سے پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں انطاکیہ کے بشپ (Bushap) تھیوفیلس نے سب سے پہلے اس سلسلہ میں ایک یونانی کلمہ ''ثریاس'' کا استعمال کیا اس کے بعد ایک دوسرے بشپ ترتلیانوس نے اس کے قریب قریب ایک لفظ ترنتیاس ایجاد کیا۔ یہی وہ یونانی لفظ ہے جو موجودہ مسیحی عقیدہ ثالوث (تثلیث) کے مترادف ہم معنی ہے۔ اگر اس مسئلہ کی حقیقت کو ذرا اور گہری نظر سے دیکھنے کی کوشش کی جائے تو تاریخی حقائق سے یہ بات نمایاں نظر آئے گی کہ ثالوث کا عقیدہ دراصل مسیحیت اور وثنیت کی اس آمیزش کا نتیجہ ہے جو مسیحیت کے غلبہ اور وثنیت (بت پرستوں) کی مغلوبیت کی وجہ سے پیش آیا۔ خصوصاً جب مصری بت پرستوں نے اس مذہب کو قبول کیا تو انہوں نے اس عقیدہ کو بہت ترقی اور فلسفیانہ دقیقہ سنجیوں کے ساتھ اس کو علمی بحث بنا دیا۔

مسیحیت قبول کر لینے کے بعد بت پرستوں پر جو ردعمل ہوا، اس کے نتیجہ میں ایک اہم بات یہ تھی کہ ان کی خواہش ہمیشہ یہ رہی کہ وہ کس طرح گذشتہ وثنیت کی موجودہ مسیحیت کے ساتھ مطابقت پیدا کریں۔ تاکہ اس طرح قدیم و جدید دونوں ادیان کے ساتھ رابطہ قائم رہ سکے۔ عہد نامہ جدید میں اگر آپ پولس کا کردار پڑھیں تو اس کا منشور ایک ہی تھا کہ جیسے بھی ہو، لوگ مسیحیت میں داخل ہوں، وہ خود بھی لکھتا ہے کہ ''میں شریعت والوں کے سامنے شریعت کا پابند، بے شریعتوں کے سامنے بے شریعت بنا ہوا ہوں۔'' غرض کسی بھی طرح لوگوں کو کھینچ لاؤں۔ اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ مذہب کی تبلیغ ہو خواہ بہانے سے یا سچائی سے۔

(دیکھئے فلپیوں ۱-۱۸، کرنتھ ۹-۲۰ تا ۲۲، رومیوں ۳-۷)

لہٰذا جب بت پرستوں کو عقیدہ تثلیث کی جانب مائل دیکھا تو انہیں اپنی طرف کھینچ لانے کے لئے عقیدہ تثلیث گھڑ لیا اور اس مقصد کے لئے اسکندریہ کے فلسفہ آمیز اصنامی تخیل سیراپیز (Serapis) سے تثلیثی وحدت کی اصل لی گئی اور آئی سس

کی جگہ حضرت مریم علیہا السلام کو اور ہورس (Hors) کی جگہ حضرت مسیح کو دی گئی اور اس یونانی اور مصری فلسفیانہ وثنیت کی بدولت موجودہ مسیحیت میں الوہیت مسیح اور تثلیث کلیسہ کا مقبول عقیدہ بن گیا۔ یہ عقیدہ تثلیث ابھی سن طفولیت میں ہی تھا کہ علماء نصاریٰ میں اس کے رد و بدل میں معرکۃ الآرا بحثیں شروع ہو گئیں۔ سینٹ پال (پولوس) کے ایسے گمراہ کن عقائد اور تعلیمات کی وجہ سے شاگردوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برنباس جو پولوس کے گہرے دوست اور ساتھی تھے، انہوں نے بھی پولوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پولوس قیصر روم کا منظور نظر تھا، لہٰذا عام موحدین اس کے سامنے بے بس تھے کیونکہ اسے بادشاہت کا دست و بازو حاصل تھا۔ بعض ثالوث میں مریم صدیقہ کو تیسرا اقنوم مانتے ہیں۔ اور بعض روح القدس کو یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے۔ بہرحال پاپائیت کے ذریعے "نیقہ کونسل" نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر اس کے ساتھ متحد الاصل قرار دے کر ان کی الوہیت کی راہ ہموار کی تو ان کے ساتھ روح القدس کو ملا کر عیسائی تثلیث مکمل کر دی۔

(Encyclo Brit 1962 Vol. 5, Page 676)

تفصیل کے لئے دیکھئے B Chalfant Origin of Trinity by William۔ مصنف نے 38 کتابوں کے حوالے دے کر ثابت کیا ہے کہ تثلیث Paganism یعنی وثنیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ بت پرستوں کی تقلید میں گھڑے گئے اس عقیدہ کے سبب ہلچل مچ جانا ایک فطری بات تھی، لہٰذا اس کے رد و قبول پر بحثیں طول پکڑتی گئیں۔ نیقہ کی کونسل میں مشرقی گرجاؤں میں خصوصی اور عمومی مجالس میں جب بحث نے طول کھینچا تو کلیسیاء نے فیصلہ دے دیا کہ مسئلہ ثالوث (تثلیث) حق اور اس کے خلاف "الحاد" ہے۔ ان ملحد جماعتوں اور فرقوں میں نمایاں فرقہ "ابونیین" ہے جو کہتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام انسان تھے۔ دوسرا "سابلیین" ہے جس کا خیال ہے کہ خدا ذات واحد ہے

اور "اب" "ابن" "روح القدس" یہ مختلف صورتیں ہیں۔ جن کا اطلاق مختلف حیثیتوں سے ذات واحد پر ہی ہوتا ہے۔ تیسرا فرقہ "آریوسین" ہے اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح اگرچہ ابن اللہ ہیں۔ مگر "اب" کی طرح ازلی نہیں ہیں بلکہ وہ کائنات بلند و پست سے قبل "اب" کی تخلیق سے مخلوق ہوا ہے اور اس لئے وہ "اب" سے نیچے اس کی قدرت کے سامنے مغلوب و خاضع ہے اور چوتھا فرقہ مقدنیین ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "اب" اور "ابن" دو ہی اقنوم ہیں۔ "روح القدس" اقنوم نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے۔ کلیسیا نے ان کو اور اسی قسم کے دوسرے فرقوں کو "ملحد" قرار دے کر نیقہ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء اور قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۱ء کے مطابق عقیدہ تثلیث کو مسیحی عقیدہ کی بنیاد تسلیم کر لیا اور فیصلہ دیا کہ "باپ" "بیٹا" اور "روح القدس" تینوں جدا جدا مستقل اقنوم (اصل ہیں) اور عالم لاہوت میں تینوں کی وحدت ہی خدا ہے۔ لہٰذا آج تک نہ تو کسی کو عقیدہ تثلیث کی صحیح معنوں میں سمجھ آ سکتی ہے کہ وہ کسی کو یہ عقیدہ سمجھا سکے اور نہ ہی تیسرے اقنوم کا مسئلہ حل ہو سکا ہے۔ چنانچہ بعض روح القدس کی جگہ مریم صدیقہ کو تیسرا اقنوم مانتے ہیں حتیٰ کہ کیتھولک بائبل میں غزل الغزلیات کی کتاب کے شروع میں حاشیہ لکھا کہ "بعض روحانی مصنفین اس کتاب میں کامل ارواح اور خصوصاً خاتون مبارک مقدسہ مریم کنواری کے ساتھ خدائے مہربان کے ناقابل بیان وصال کا ذکر پاتے ہیں۔" (نشید الاناشید حاشیہ ۸۳۸، کیتھولک بائبل)

حضرت مریم کو الوہیت کا درجہ دے کر ان کی پرستش (Mariolatry) عیسائیت میں دوسری نیقہ کونسل سے بہت پہلے رواج پا چکی تھی اور اس کے دروازے نسطوریس اور اس کے مخالفین کے درمیان بحث و مباحثہ کے سبب کھل چکے تھے۔

The worship of mary was greatly emphasized after the Nestorian Controvesy.

(J.W Sweetman Islam and Christian Theology Vol 1, Page 32.)

نسطوریس کی (چھیڑی ہوئی؟) بحث کے بعد مریم کی عبادت پر بہت زور دیا جانے لگا۔ چنانچہ مسیح کی الوہیت کے سلسلے میں الہامی کتب کو پس پشت ڈال دیا گیا اور بالکل بھی بائبل یا پھر عیسیٰ علیہ السلام کے ملفوظات سے کوئی دلیل ناطق تلاش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بس بت پرستوں کی دیکھا دیکھی تثلیث کا عقیدہ گھڑ لیا گیا۔ کیتھولک انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے۔

The doctrine of the Holy Trinity is not tought in the old testament the oldest evidenceis in the Pauline epistles.

(New Catholic Encyclopedia Vol 14, Page 306)

''تثلیث مقدس کا عقیدہ عہد نامہ قدیم میں نہیں سکھایا گیا اور عہد نامہ جدید میں اس کی اولین شہادت پولس کے خطوط میں ملتی ہے۔''

''ظاہر ہے جن لوگوں نے بذات خود مسیح کے فرمودات سنے ہوں گے، وہ کیونکر صرف پولس کے کہنے پر عقیدہ تثلیث پر عمل پیرا ہو سکتے تھے لہٰذا کئی فرقوں نے جنم لیا مگر آہستہ آہستہ مختلف کونسلوں اور شہنشاہوں کی مداخلت کے سبب یہ عقیدہ جبراً منوایا گیا۔ اور

The deity of the son was believed to carry with it that of the spirit, who was associated with father and son in the Baptimal Formula and in the current symbols.

(ibid, Vol 5 Page 678)

''یہ یقین کر لیا گیا کہ بیٹے کی الوہیت کو بھی شامل ہے اور اسے (روح القدس کو) باپ اور بیٹے کے ساتھ بپتسمہ (دیتے وقت ادا کیے جانے والے) کلمات اور

(دوسری) مروجہ مذہبی علامات میں شامل کر لیا گیا۔" اور یہ کہا جانے لگا کہ

The Holy spirit ------ is to be worshipped and glorified with the father and Son as divine.

(Encyclo Brit (1973) Vol 11 Page 616)

"روح القدس .... کو الوہیت کا حامل سمجھتے ہوئے اس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ (یکساں) عبادت اور تعظیم کی جانی چاہیے۔"

"روح کو مکمل الوہیت کے درجہ تک یہ ترقی قسطنطنیہ کی کونسل منعقدہ ۳۸۱ء میں جا کر ملی۔" (Encyclo Brit (1973) Vol 11 Page 616)

اس کے بعد جلد ہی تثلیث کے ان تینوں اقانیم و ارکان کو عوامی عقیدہ میں مساوی حیثیت مل گئی اور کلیسیاء نے فیصلہ دے دیا کہ

The Father is God, The Son is God and the Holy spirit is God, and yet they are not three God but one God.

(Encyclo Brit (1962) Vol 22 Page 479)

"باپ بھی خدا ہے، بیٹا بھی خدا ہے اور روح القدس بھی خدا ہے تاہم وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔"

ذرا سوچئے اور ایمانداری سے فیصلہ فرمائیے کہ یہ کہنا کہ ہے ایک مگر ایک نہیں تین کہو۔ یا یوں کہ ہیں تین ہی مگر تین ایک ہے۔ یعنی تثلیث میں توحید اور توحید میں تثلیث۔ کیا ایسا کہنا بالکل ہی بے وقوفی اور جنونانہ اور احمقانہ حرکت نہیں، بالکل ویسے ہی جیسے صنم پرستوں کا عقل سے بیر ہے۔ بعینہٖ تثلیث پرستوں کا اگر کوئی کہے کہ اللہ ایک ہے تو جواب ملے ایک نہیں تین کہو کہ تین ایک ہیں۔ اور اگر کوئی کہے کہ اللہ تین ہیں تو جواب ملے تین نہیں بلکہ ایک کہو، یعنی ایک تین ہے اور تین ایک ہے، سبحان اللہ کیا کہنا۔

پھر اس سلسلے میں مثالیں تار عنکبوت سے بھی کمزور قرآن حکیم نے کتنے پتے کی بات بتائی ہے کہ "مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیآء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانو یعلمون" (۲۹-۴۱)

"جن لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کو معبود بنا کر رکھا ہے، ان کی مثال مکڑی جیسی ہے جس نے اپنا گھر بنایا اور سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا ہی ہوتا ہے، کاش کہ کچھ جانتے۔"

بعینہٖ تثلیث کے متعلق مثالیں ایسی ہیں جیسا کہ مکڑی کا گھر، مثلاً سورج، روشنی اور گرمی کی مثال، کبھی انسان یعنی گوشت، خون اور ہڈی کی مثال، جڑ، درخت، شاخیں، پھل کی مثال اور کبھی

Nature + Skill + Practice = Artist

کی مثال اور کبھی عالم، معلوم، آلہ علم = دماغ کی مثال۔ اور مثالیں دیتے وقت یہ بالکل ہی بھول جاتے ہیں کہ عیسائی عقیدہ کے مطابق اقانیم ثلاثہ نہ تو ایک وحدت کے اجزاء ہیں۔ نہ ایک وجود کی مختلف حیثیتیں اور نہ ایک وجود کی مختلف صفات بلکہ تینوں الگ الگ مستقل حقیقی وجود رکھتے ہیں۔ اسی لئے تو آگسٹائن اور دوسرے مفکرین نے کہا کہ جو باپ وہ بیٹا نہیں جو بیٹا وہ باپ نہیں اور روح القدس نہ باپ ہے نہ بیٹا۔ (Encyclo Brit (1962) Vol 13 Page 22, 23)

لہٰذا یہ کہنا کہ روح القدس باپ ہے یا اس میں باپ کی صفات ہیں یا پھر بیٹا ہے یا اس میں بیٹے کی صفات ہیں، بالکل ہی جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مبنی ہوگا۔ عیسائی عقیدہ کے مطابق تو روح القدس باقاعدہ تیسرا اقنوم ہے، پھر وہ صفت کیونکر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بائبل میں عہد نامہ قدیم ہو یا عہد نامہ جدید جا بجا توحید خالص کا حکم ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بارہا مرتبہ واحد ہی کہا گیا ہے اور اسی وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کا حکم بلا شرکت غیرے دیا گیا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کئی مرتبہ اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ ہمارا خداوند

ایک ہی خدا ہے۔ نیز صرف اس کی عبادت کرو، یہی سب حکموں سے اول حکم ہے۔ حتیٰ کہ عہد نامہ قدیم میں مشرکوں کے لئے قتل کا حکم ہے اور اسی طرح پیدائش کی کتاب میں ختنہ کا بھی ابدی حکم موجود ہے بلکہ نامختونوں کو واجب القتل ٹھہرایا گیا ہے۔ بائبل میں جگہ جگہ توحید کا ذکر ملتا ہے۔ توحید کا پیغام پھیلانا ہی تمام انبیاء کا مشن تھا۔ توحید عالمگیر عقیدہ ہے جبکہ تثلیث علاقائی اور قومی عقیدہ ہے۔ مشرک کے پاس شرک کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ چنانچہ یہ تثلیث کے سلسلے میں جتنی بھی دلیلیں پیش کرتے ہیں، آخر میں ہاتھ باندھ کر عاجزی سے درخواست کرتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ مثالوں سے عقیدہ تثلیث کی وضاحت ممکن نہیں مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ عقیدہ تثلیث ہی ممکن نہیں۔ ہیسٹنگز کی لغات کے فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہیں۔

The christian doctrine of God as existing in three person and one substance is not demonstrable by Logic or by Scriptural proofs. (Hastings, Dictionary of the Bible (1963 Page 1015)

"عیسائی نظریہ کے خدا تین اقانیم (شخصیتیں) اور ایک اصل رکھتا ہے منطق یا بائبل کے دلائل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔" وہ بس اسے ایک ضروری مفروضہ (necessary hypothesis) قرار دیتے ہیں۔"

قرآن حکیم ایسے مشرکوں کو چیلنج پیش کرتا ہے کہ

"ومن یدع مع اللہ الھا اخر لا برھان لہ بہ فانما حسابہ عند ربہ انہ لا یفلح الکافرون" (۲۳-۱۱۷)

"اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت بھی کرتا ہے، اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، پھر اس کا حساب اس کے رب کے سپرد ہے، ایسے کافر کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔"

قرآن حکیم نے ڈنکے کی چوٹ اعلان فرما دیا ہے جتنے مرضی مفروضے قائم کرو، اپنی عقل کے تمام گھوڑے دوڑا لو، تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں اور دلیل ہو بھی کیسے جبکہ اللہ کا کوئی شریک ہی نہیں لہٰذا قرآن حکیم مشرکین کو ناقابل تردید دلائل پیش کرتا ہے کہ

"ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض سبحن اللہ عما یصفون" (۲۳-۹۱)

"اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا اور کوئی دوسرا الٰہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر الٰہ اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر غالب آنے کے لئے چڑھ دوڑتے، اللہ پاک ہے، ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔"

مزید سنئے کہ! "لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون" (۲۱-۲۲)

"اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور بھی الٰہ (اقنوم وغیرہ) ہوتا تو دونوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا، لہٰذا جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں، اللہ ان سے پاک ہے۔"

اے اہل کتاب! ان دلائل کا ذرا انکار کر کے دکھاؤ، بھلا کیسے کرتے ہو، ذرا سوچو تو سہی اگر الٰہی ذات کے تین اقنوم ہوتے، اور ایک اقنوم دوسرے کو بغیر کسی جرم کے انسانوں کے ہاتھوں ناکردہ گناہوں کی سزا کے عوض مصلوب کرتا اور بعد مصلوب وہ زندہ بھی ہو جاتا تو مسیح بذات خود اقنوم اور ہر کام پر قادر ہوتا تو پھر پہلے اقنوم سے بھلا خیر گذارتا؟ کیا ہر کوئی اپنی اپنی مخلوق لے کر الگ نہ ہو جاتا۔ دیکھو قرآن حکیم تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

"ماالمسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ

صدیقة کان یاکلن الطعام انظر کیف نبین لھم الایات ثم انظر انی یوفکون قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضر ولا نفعاً واللہ سمیع علیم "(۵-۷۵)

"عیسیٰ بن مریم (جسے عیسائی معبود یا تیسرا اقنوم سمجھتے ہیں) سوا پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں، اور اس کی ماں (مریم) نیک عورت تھی دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے، آپ دیکھئے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلائل رکھتے ہیں (کہ یہ محض انسان اور رسول تھے) پھر غور کیجئے کہ کس طرح وہ دھوکہ کھا جاتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے لئے کسی نقصان کے مالک ہیں، نہ کسی نفع کے۔ اللہ ہی خوب سننے والا اور پوری طرح جاننے والا ہے۔"

کیا کوئی مسیحی انکار کر سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھانا نہیں کھاتے تھے، ظاہر ہے جو کھانا کھائے گا، وہ مجبور ہوگا، بھوک کے ہاتھوں مجبور قضائے حاجت اور دیگر حوائج ضروریہ میں مجبور سونے اور جاگنے پر مجبور اسے درد تکلیف اور بیماری سے دوچار ہونا ہوگا۔ یہ سب مجبوریاں ہیں اور جو مجبور ہوگا وہ مختار کل نہیں اور جو قادر مطلق نہیں وہ الٰہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ قرآن حکیم دلائل توحید سے بھرا پڑا ہے، مگر ہم انہیں چند آیات پر اکتفا کریں گے، عقل والوں کے لئے یہ بھی بہت ہیں۔

عقیدہ تثلیث کو صحیح معنوں میں ترقی تیسری اور چوتھی صدی میں ملی۔ اس سے قبل کے عیسائی کم از کم مروجہ تثلیث سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ حتیٰ کہ سینٹ پال (پولس) اور اس کے متبعین جنہوں نے شروع سے مسیح کی الوہیت پر زور دیا اور سب سے پہلے یہ بدعقیدہ گھڑا وہ بھی مروجہ تثلیث سے لاعلم تھے۔ اکثریت کا ایمان اس وقت بھی توحید پر تھا۔ برنباس نے پولس کا ساتھ محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا کہ پولس نے مسیح کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا تھا مگر باوجود اس کے پولس بھی مسیح کو

اللہ کے مساوی نہیں بلکہ اس کے ماتحت جانتا تھا، جیسا کہ بذات خود پولس کے ایک خط میں پولس کے اپنے الفاظ ہیں۔ "پس میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔" (۱-کرنتھیوں ۱۱-۳)

اسی طرح انجیل میں شامل یوحنا کے پہلے عام خط میں بھی صرف باپ اور بیٹے پر ایمان لانے پر زور دیا گیا ہے۔ نہ ان کو مساوی حیثیت دی گئی ہے اور نہ ہی روح القدس پر اقنوم ثلاثہ کی حیثیت سے ایمان کو واجب کہا گیا ہے۔ مخالف مسیح وہی ہے جو باپ اور بیٹے کا انکار کرتا ہے او جو کوئی بیٹے کا انکار کرتا ہے، اس کے پاس باپ بھی نہیں جو بیٹے کا اقرار کرتا ہے، اس کے پاس باپ بھی ہے۔"

(۱-یوحنا کا عام خط ۲-۲۲،۲۳)

یہاں بھی روح القدس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ یہ سب ۳۲۵ء کے بعد کی من گھڑت باتیں ہیں۔ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ "فی الحقیقت اس نظریہ کے اولین قابل ذکر جراثیم اور یگن اور طرطلین جیسے دوسری اور تیسری صدی کے عیسائی مفکرین کے ہاں ملتے ہیں۔"

(The New Catholic Encyclopedia Vol 14 Page 297)

عیسائی فاضل ہربٹ ملر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں حتیٰ کہ پولس کی بھی عقیدہ تثلیث سے عدم واقفیت اور بائبل میں اس کے ثبوت کے عدم وجود کی شہادت اس طرح دیتے ہیں۔

The Gospels, acts of the Apostles and Epistles of St. Paul are all ignorant of the Trinity. (Hurbert Muller: Uses of the past Page 169, Foot note)

"اناجیل رسولوں کے اعمال اور پولس کے خطوط سب کے سب تثلیث سے ناآشنا ہیں۔" لہٰذا عہد نامہ جدید سے بھی مروجہ تثلیث کا کوئی ایک ثبوت بھی پیش

نہیں کیا جا سکتا۔ محض بت پرستوں کی تقلید میں توحید کو تثلیث سے بدل دیا گیا اور پہلے مشرکوں کی نقل کرنے لگے۔ مشہور مسیحی فاضل اخلاقیات و تاریخ لیکی (Lecky) رقم طراز ہیں۔

(Christianity) assumed a form that was quite as Polytheistic and quite as idolatrous as the ancient paganism. (We.H Lecky. History of European Morals London (1869) Vol 12 Page 97)

عیسائیت نے ایسی شکل اختیار کر لی جو قدیم مذاہب کی طرح بالکل مشرکانہ و بت پرستانہ تھی۔ عقیدہ تثلیث انجیل کے پرانے نسخوں سے ثابت نہیں، پادری برکت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ بعض اوقات کسی نسخہ کے حاشیہ میں کسی آیت کے مقابل چند الفاظ بطور تشریح لکھے ہوتے ہیں اور کاتب اس نسخہ کو نقل کرتے وقت (بایں خیال کہ وہ تشریح بھی الفاظ متن کا حصہ تھے جو پہلے کاتب سے نسخہ لکھتے وقت رہ گئے تھے اور حاشیہ میں درج کیے گئے تھے) ان الفاظ کو نقل کرتے وقت متن میں جگہ دے دیتا ہے لیکن اس قسم کی غلطی انجیل جلیل کے کاتبوں سے نہایت کم سرزد واقع ہوئی ہے اور دیگر نسخوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے یہ نقص بھی رفع ہو جاتا ہے۔ مثلاً انگریز عالم ایریسمس جس نے ۱۵۱۶ء میں یونانی عہد جدید کو پہلی بار چھپوایا، کہتا ہے کہ اس نے اعمال ۱۵-۳۴ کے الفاظ "مگر سیلاس نے وہاں رہنا بہتر جانا اور اعمال ۸-۳۷ کے الفاظ فیلبوس نے کہا ہے کہ اگر اپنے تمام دل سے ایمان لاتا ہے تو وہ روا ہے اس نے جواب میں کہا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔" دو نسخوں کے حاشیوں پر پائے اور اس نے ان کو متن میں داخل کر لیا اور اس طرح یہ دو آیات جو درحقیقت کتاب اعمال رسل کا جز نہیں تھیں، اس میں داخل ہو گئیں۔

"آسمان پر گواہی دیتے ہیں کہ باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک

ہیں اور تین ہیں جو زمین پر۔" اریسمس کی یونانی عہد جدید کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں نہیں تھے لیکن کارڈنیل دی نیز کی یونانی عہد جدید کے ایڈیشن ۱۵۱۴ء میں موجود تھے۔ پس اریسمس نے ان الفاظ کو ۱۵۲۲ء میں اپنی کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں داخل کر دیا، جہاں سے وہ پرانے انگریزی ترجمہ اتھورائزیشن ورشن اور پچھلی صدی کے پرانے اردو تراجم میں داخل ہو گئے۔ لیکن قدیم ترین نسخوں کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ ان نسخوں میں نہیں ہیں اور انجیل کی اصل عبارت کا حصہ نہیں ہیں۔ پس ان کو متن سے خارج کر دیا گیا ہے ان الفاظ کے اخراج سے مسیحی علماء کی دیانتداری اور صدق نیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ مندرجہ بالا آیات خداوند مسیح کی ابنیت اور عقیدہ تثلیث سے متعلق ہیں اور مسیحی علماء اگر چاہتے تو ان کو متن سے خارج نہ کرتے۔" (صحت کتب مقدسہ از پادری برکت اللہ صفحہ ۱۹۲)

اگر آج پادری برکت اللہ صاحب زندہ ہوتے تو ہم انہیں مسیحی علماء کی دیانتداری کا کرشمہ دکھاتے جب ان آیات کے اخراج سے عقیدہ تثلیث کو خطرہ لاحق ہوا تو انہیں دوبارہ متن میں شامل کر لیا گیا ہے۔

ہم اس مضمون کو اختصار کے پیش نظر یہیں سمیٹتے ہیں اور محض بائبل میں توحید کی تعلیم بیان کرتے ہیں اور پھر اپنے اصل مقصد کی طرف چلیں گے۔

بائبل میں توحید کی تعلیم

عہد نامہ قدیم (Old Testament) میں خالص توحید:۔

① "سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اور ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ۔" (استثناء ۶-۴-۵)

② خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں۔" (استثناء ۴-۳۵)

③ "تو ہی واحد خدا ہے۔" (زبور ۸۶-۱۰)

④ ''مجھ سے پہلے کوئی خدا نہ ہوا، اور میرے بعد کوئی بھی نہ ہو گا۔ میں ہی یہوداہ ہوں، میرے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ میں نے اعلان کیا اور میں نے نجات بخشی اور میں ہی نے ظاہر کیا جب تم میں کوئی اجنبی معبود نہ تھا، سو تم میرے گواہ ہو۔ خداوند میرا خدا فرماتا ہے میں ہی خدا ہوں۔'' (یسعیاہ ۴۳-۱۰ تا ۱۲)

⑤ ''میں خداوند سب کا خالق ہوں، میں اکیلا ہی آسمان کو تاننے اور زمین کو بچھانے والا ہوں، کون میرا شریک ہے۔؟'' (یسعیاہ ۴۴-۲۵)

⑥ ''رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔'' (یسعیاہ ۴۴-۷)

⑦ سو اب تم دیکھ لو کہ میں ہی وہ ہوں اور میرے ساتھ کوئی دیوتا نہیں میں ہی مار ڈالتا اور میں ہی جلاتا ہوں میں ہی زخمی کرتا اور میں ہی چنگا کرتا ہوں اور کوئی نہیں جو میرے ہاتھ سے چھڑائے۔'' (استثناء ۳۲-۴۰)

⑧ ''سو تم خبردار رہنا، ایسا نہ ہو کہ تمہارے دل دھوکہ کھائیں اور تم بہک کر اور معبودوں کی عبادت اور پرستش کرنے لگو۔'' (استثناء ۱۱-۱۶)

عہد نامہ جدید (New Testament) میں توحید کی تعلیم:-

عہد نامہ جدید کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی توحید کی اس تعلیم کی تائید و تصدیق فرمائی بلکہ حکم فرمایا۔ چنانچہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سب حکموں سے پہلا حکم کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ

① ''اول تو یہ ہے کہ اے اسرائیل! سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔'' (مرقس ۱۲-۲۸، ۲۹)

② اسی طرح جب آپ شیطان سے آزمائے گئے اور شیطان نے دنیا کی سلطنتوں اور شان و شوکت کے بدلے ان سے اپنے لئے سجدہ کروانا چاہا تو انہوں نے فرمایا ''اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف

اسی کی عبادت کر۔" (متی ۴-۱۰)

اس سے بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ مسیح نہ الٰہ تھے اور نہ ہی الٰہ کا جزو، ورنہ شیطان انہیں آزمانے اور اپنے لئے سجدہ کروانے کی جرأت کبھی نہ کرتا۔

③ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیک کہہ کر مخاطب کیا تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔" (مرقس ۱۰-۱۸)

④ "تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو اور عزت جو خدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے کیونکر ایمان لا سکتے ہوں۔" (یوحنا ۵-۴۴)

⑤ "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔" (یوحنا ۱۷-۴)

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں نہ صرف تثلیث کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا ہے بلکہ واضح لفظوں میں اپنے رسول ہونے کا اقرار کیا۔

⑥ "لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا مگر باپ۔" (مرقس ۱۳-۲۶)

دیکھئے کہ کس طرح دیگر انبیاء کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے متعلق قیامت کی گھڑی کے علم کے متعلق نفی فرمائی ہے اور واضح لفظوں میں فرمایا کہ اس گھڑی کی بابت نہ میں جانتا ہوں اور نہ فرشتے، مگر صرف ایک اللہ۔ اس کے بعد قرآن حکیم کی ان آیات کا مطالعہ فرمائیے۔

"لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم وقال المسيح يبني اسرائيل اعبدوا الله ربي وربكم انه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة وماوه النار وما للظلمين من انصار" (۵-۷۲)

"یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ مسیح (علیہ السلام) ابن مریم ہی ہے حالانکہ مسیح نے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور

تمہارا رب بھی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

"لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثة وما من الہ الا الہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم"

"بلاشبہ وہ لوگ کافر ہو چکے، جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ الہ تو صرف وہی اکیلا ہے اگر یہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ان میں سے جو کافر رہے، انہیں المناک عذاب ہوگا۔"

قرآن حکیم کی دعوت:-

بائبل میں توحید کی تعلیمات جاننے کے بعد قرآن حکیم کی اس دعوت پر غور فرمائیے،

"قل یااھل الکتاب تعالوا کلمة سوآء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون" (۳-۶۴)

"آپ ان سے کہئے، اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے اگر وہ منہ موڑیں تو ان سے کہئے گواہ رہو کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔"

بائبل سے بخوبی ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، نہ اس کا پہلے کوئی شریک اور ہمسر تھا اور نہ کوئی آئندہ تورات، انجیل، زبور، قرآن حکیم فرشتے، تمام انبیاء اور اہل علم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد ہے، اس کا کوئی شریک کوئی جزو یا کوئی بیٹا نہیں۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے اور مروجہ اناجیل سے اچھی طرح ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پلے بڑھے، پرورش پائی، کھانے پینے

میں محتاج تھے، غمگین ہوتے، خوش ہوتے۔ درد محسوس کرتے، سوتے جاگتے حتیٰ کہ مروجہ اناجیل کے مطابق آپ کو بے دردی سے مارا گیا آپ پر تھوکا گیا حتیٰ کہ انجیلوں کے مطابق آپ کو مصلوب تک کر دیا گیا۔ یہ سب باتیں بشریت پر دال ہیں، اپنی بشریت و رسالت پر زور دینے کے لئے کم از کم مروجہ اناجیل میں ۸۷ مرتبہ آپ نے اپنے لئے ابن آدم یعنی آدم کا بیٹا کے لفظ استعمال فرمائے۔ مزید تفصیل کے لئے بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ فرمایئے۔

عقیدہ تثلیث کی حقیقت سے آپ بخوبی واقف ہو چکے، جب یہ عقیدہ ہی من گھڑت اور باطل ہے، اس وضاحت کے بعد اقنوم کی کوئی وقعت اور اہمیت باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا جب اقنوم نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں تو پھر تیسرا اقنوم فارقلیط کیونکر ہو سکتا ہے۔ پادری صاحب پہلے اس عقیدہ کو خود سمجھتے پھر دوسروں کو سمجھاتے پھر اس سے استدلال کرتے۔ جب وہ یہ عقیدہ خود نہیں سمجھ سکتے تو پھر اس سے استدلال بے معنی ہے۔ یہ تو محض بت پرستوں کی تقلید میں من گھڑت عقیدہ ہے جس کی نفی خود بائبل سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس سے استدلال باطل ہے۔

سچے نبی کی پہچان:۔

پادری وکلف اے سنگھ صاحب لکھتے ہیں کسی بھی نبی کے برحق ہونے کی دلیل اس بات میں نہیں ہے کہ اس کا ذکر انبیائے سابقین نے کیا ہو یا اس کے بارے میں صحائف سماوی میں پیشین گوئیاں پائی جاتی ہیں۔ درحقیقت نبی کی تصدیق اس کی تعلیمات سے ہوتی ہے، سچے نبی کی پہچان یہ ہے کہ جو تعلیم وہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور روح القدس کی تحریک کے سبب سے ہے۔ ''نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے'' (۲۔پطرس ۱۔۲۱)، نیز نبوت نہ صرف انبیائے سابقین کی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے بلکہ اسے آگے بڑھاتی ہے اور تعلیم اور الزام اور اصلاح اور

راست بازی میں تربیت کے لیے فائدہ مند بھی ہے (۲۔ تمتھیس ۳۔۱۶)، یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس میں ہم حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں۔ (فارقلیط از پادری وکلف، ص ۸)۔

بحث کی خاطر ہم پادری صاحب کے اس پسندیدہ معیار اور حق و باطل کو پرکھنے کی یہ کسوٹی تسلیم کرتے ہیں، آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ ① ''برحق ہونے کی دلیل اس بات میں نہیں کہ انبیائے سابقین نے اس کا ذکر کیا ہو''، ہم کہتے ہیں کہ پادری صاحب ہمیں یہ نصیحت کرنے سے پہلے اس پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ مسلمانوں سے پہلے عیسائیوں کو یہ روش ترک کرنی چاہیے جو عہد نامہ قدیم میں موجود بہت سی پیشین گوئیوں کو عیسیٰؑ پر منطبق کرتے ہیں اور ناصح پادری وکلف صاحب نے تو باقاعدہ ایک رسالہ ''مسیح موعود اور اہل یہود'' اسی مقصد کے لیے تالیف کیا ہے۔ جس میں سینہ زوری سے کام لے کر بہت ساری پیشین گوئیوں کو عیسیٰؑ کے بارے میں جتایا ہے۔ مثلاً عہد نامہ قدیم میں ''جوان عورت حاملہ ہو گی'' اس پیشین گوئی کو عیسیٰؑ سے منسوب کرنے کے لیے تحریف لفظی سے کام لیا گیا اور جوان عورت کی جگہ ''کنواری'' لکھ دیا پھر واویلا کرنے لگے یہ عیسیٰؑ کے بارے میں پیشین گوئی ہے۔ ایسی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر مسلمانوں نے کبھی ایسی روش اختیار نہیں کی کہ بائبل کی کسی پیشین گوئی کو محمدؐ پر منطبق کرنے کے لیے اس میں لفظی یا معنوی تحریف سے کام لیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر عیسیٰؑ کے لیے عہد نامہ قدیم کی پیشین گوئیاں ان کی صداقت کو ظاہر کرتی ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر محض سینہ زوری سے کام لے کر اپنے من پسند سانچے میں ڈھالی گئی ہیں اگر یہ پیشین گوئیاں عیسیٰؑ کی صداقت اور ان کے برحق ہونے کی دلیل بن سکتی ہیں تو پھر کونے کے سرے کے پتھر یعنی خاتم النبیین محمدؐ کے بارے میں کیوں صداقت اور برحق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتیں؟ حالانکہ مسلمانوں نے کبھی انہیں اپنے من پسند سانچے میں ڈھالنے کے لیے ان میں لفظی و معنوی

تحریف سے کام نہیں لیا، جیسا کہ عیسائیوں کا طریقہ ہے۔ (۲) ''نبی کی تصدیق اس کی تعلیمات سے ہوتی ہے، سچے نبی کی پہچان یہ ہے کہ جو تعلیم وہ دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور روح القدس کی تحریک کے سبب سے ہے۔ نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی روح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے''۔

بالکل صحیح تعلیمات نبوی آپؐ کے نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین ہونے کی پہچان ہیں جو تعلیمات آپؐ نے سکھائیں ایسی تعلیمات کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے جہالت کے طوق لوگوں کی گردنوں سے اتار پھینکے، خالص توحید کا درس دیا، بتوں کو پاش پاش کیا، ابن اللہ تثلیث کفارہ کو جہالت اور ظلم عظیم کا نام دیا اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا، اپنی طرف سے کچھ نہ کہا بلکہ

و ما ینطق عن الھوی ان ھوا لاوحی یو حی (۵۳۔النجم۔۳،۴) نیز و انہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ روح الامین علی قلبک لتکون من المنذرین (۲۶۔شعراء۔۱۹۲تا۱۹۴)۔

''اور یقیناً یہ (قرآن) جہانوں کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے، اس کو روح الامین (کے ذریعے) تیرے قلب پر نازل کیا تاکہ تو گمراہوں کو (اعمال بد کے نتائج) سے ڈرانے والوں میں سے ہو''۔

بائبل میں سچے نبی اور جھوٹے کی پہچان میں ایک اور بات بتائی گئی کہ جھوٹا نبی جو اپنی باتوں کو اللہ کا کلام کہے وہ نبی قتل ہوگا اس بات کا پادری صاحب نے جان بوجھ کر ذکر نہیں کیا کیونکہ حضرت محمدؐ نے اپنی تعلیمات کو مکمل کیا اللہ نے آپؐ کی حفاظت فرمائی اور آپؐ ہمیشہ غالب رہے، اس لیے پادری صاحب اس نشانی کے ذکر سے خائف تھے اس لیے عافیت اسی میں سمجھی کہ اس کا ذکر ہی نہ کیا جائے لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (۳) ''نبوت نہ صرف انبیائے سابقین کی تعلیمات کی تصدیق کرتی

ہے بلکہ اسے آگے بڑھاتی ہے اور تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راست بازی میں تربیت کے لیے فائدہ مند بھی ہے (۲۔ تیمتھس ۳۔۱۶) یہ ایک ایسی کسوٹی ہے جس میں ہم حق و باطل میں تمیز کر سکتے ہیں''۔

پادری صاحب کے اس بیان کے مطابق پہلے ہم بائبل کا جائزہ لیتے ہیں کیا بائبل میں عیسیٰؑ نے انبیائے سابقین کی تعلیمات کی تصدیق کی یا ان کی تعلیمات کو لعنت کا نام دیا۔ بس یسوع نے ان سے پھر کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں، جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔ مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی، دروازہ میں ہوں، اگر کوئی مجھ سے داخل ہو تو نجات پائے گا۔ (یوحنا ۱۰۔۷تا۹)

''مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا'' (گلتیوں ۳۔۱۳)

پھر بائبل میں پہلے انبیاء کا تذکرہ کس طرح کیا گیا ہے؟ ان کی طرف جھوٹ چوری، قتل، زنا، شراب نوشی جیسی برائیاں منسوب کی گئی ہیں۔ کیا ان پر ایمان لانے کا یہی مطلب ہے کہ ایسی خرافات ان کی طرف منسوب کی جائیں؟ اس کے برعکس حضرت محمدؐ نے انبیائے سابقین کی تصدیق فرمائی انہیں معصوم بتایا اور ان پر ایمان لانے اور ان میں فرق نہ کرنے کا حکم دیا، رہی یہ بات کہ ''اسے آگے بڑھاتی ہے'' عیسیٰؑ نے نبوت کو آگے بڑھایا اور بذات خود محمدؐ کے بارے میں کونے کا سرے کا پتھر کہہ کر اس بات کا جواب بھی دے دیا گیا ہے کہ وہ خاتم النبیین ہوں گے لہٰذا اسے آگے بڑھانے کا کوئی سوال ہی نہ رہا اور اسلامی تعلیمات ہی اصلاح راستبازی اور تربیت کرنے کے لیے فائدہ مند ہیں، مسیحی تعلیمات میں تو شریعت کو لعنت کا نام دے کر اصلاح راستبازی اور تربیت کا جنازہ ہی نکال دیا گیا ہے۔

فارقلیط کی پیشین گوئی:۔

① ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند

ہے کیونکہ میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، راستبازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے، عدالت کے بارے میں اس لئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں۔ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی روح دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا جلال ظاہر کرے گا اور مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے اور اسی لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔" (یوحنا ۱۶-۸ تا ۱۶)

② "اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہوگا۔"

(یوحنا ۱۴-۱۶ تا ۱۷)

③ لیکن وہ مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔" (یوحنا ۱۴-۲۶)

④ "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔" (یوحنا ۱۴-۳۰)

⑤ "لیکن جب مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف

سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو، کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔" (یوحنا ۱۵-۲۷)

"اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا ۱۴-۲۹،۳۰)

انجیل یوحنا کی پیشین گوئی فارقلیط بمطابق کیتھولک بائبل:-

① "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ وکیل تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ اور صداقت اور عدالت کے بارے میں تقصیروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ صداقت کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لئے کہ اس دنیا کے سردار پر فتویٰ لگایا گیا ہے میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ تم سے کہوں مگر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح الحق آئے گا تو وہ ساری سچائی کے لئے تمہاری ہدایت کرے گا کیونکہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہ وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور میری بزرگی کرے گا اس لئے کہ وہ مجھ سے پا کر تمہیں خبر دے گا جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ سے پا کر تمہیں خبر دے گا۔" (یوحنا ۱۶-۸ تا ۱۶)

② "اور میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا وکیل بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یعنی روح الحق جسے دنیا پا نہیں سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ اسے جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔" (یوحنا ۱۴-۱۶، ۱۷)

③ ''لیکن وہ وکیل یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ کہ میں نے تم سے کہا ہے تمہیں یاد دلائے گا۔'' (یوحنا ۱۴-۲۶)

④ ''اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے بیشتر کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو ایمان لاؤ۔'' (۱۴-۳۰)

⑤ مگر جب وہ وکیل آئے گا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح الحق جو باپ سے منبثق ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔'' (۱۵-۲۷)

⑥ ''اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے بیشتر کہہ دیا ہے تا کہ جب ہو جائے تو تم ایمان لاؤ، اب سے میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور اس کا مجھ میں کچھ نہیں۔'' (یوحنا ۱۴-۲۹، ۳۰)

کیتھولک اور پروٹسٹنٹ بائبل کے اختلافات سے قطع نظر ہم نے اس پیشین گوئی سے متعلقہ پانچ حوالے دیئے ہیں۔ صاحب موصوف کے متعلق چار حوالوں میں روح حق اور نمبر تین میں صرف ایک مقام پر روح القدس کے نام سے ترجمہ کیا گیا۔ اس مقام پر خواہ مخواہ الجھاؤ پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔ گذشتہ صفحات میں آپ جان چکے ہیں کہ انجیل کے قدیم ترین نسخہ میں اس مقام پر روح القدس کا لفظ نہیں صرف روح کا لفظ ہے اور ممکن ہے ''حق'' کا لفظ سہو کاتب سے چھوٹ گیا ہو جسے بعد میں سینہ زوری سے کام لے کر روح القدس بنا دیا گیا۔

بہرحال اس مقام پر کیتھولک بائبل کے مطابق وکیل اور پروٹسٹنٹ بائبل کے مطابق مددگار ترجمہ کیا گیا۔ جبکہ قدیم یونانی مسودہ میں صرف روح کے لفظ ہیں، اور قدس بعد کے اضافے ہیں۔ دیگر تراجم کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، اگرچہ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اصل لفظ Periclytus تھا، جس کا مطلب احمد ہے جسے

مصلحین بائبل نے Paracletos سے بدل دیا۔ جس کے آج تک صحیح معنی متعین نہیں کئے جا سکے بلاشبہ اس مقام پر لفظی تحریف کی گئی ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مروجہ بائبل کے کسی ترجمہ میں فارقلیط کا لفظ موجود نہیں آخر کیوں؟ خود پادری صاحب کے رسالہ کا نام فارقلیط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اب یہ لفظ مسلمانوں میں معروف ہو چکا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت جانتی ہے کہ اس کا معنی ہے احمد۔ اس لئے اب عربی، فارسی، اردو، انگریزی، کسی بھی ترجمہ میں آپ کو فارقلیط کا لفظ نہ ملے گا اور یہ کرشمہ ہے مصلحین بائبل کا، اور سہارا لیا گیا لفظی تحریف کا۔

مگر اب ہم اصل لفظ کی بحث کو بھی چھوڑتے ہیں اور بحث کی خاطر عیسائیوں کے مسلمہ لفظ کو ہی تسلیم کرتے ہیں اور آئندہ کی بحث عیسائیوں کے مسلمہ لفظ Paracletos پر ہی ہو گی تاکہ حجت اتمام قائم ہو سکے۔ کیونکہ عیسائیوں کا مسلمہ لفظ بھی کسی لحاظ سے روح القدس پر فٹ نہیں بیٹھتا۔ اس کے برعکس اس مسلمہ لفظ کے جتنے بھی ترجمے کئے گئے ہیں، ان میں سے زیادہ تر حضور صادق المصدوق ﷺ کی ذات کے متعلق بالکل صحیح صادق آتے ہیں۔

یہود ونصاریٰ ”وہ نبی“ کے منتظر تھے:۔

انجیل یوحنا کی اس پیشین گوئی سے پہلے عہد نامہ قدیم یعنی تورات و زبور میں ”وہ نبی“ کے متعلق بکثرت پیشین گوئیاں موجود ہیں جن کا ذکر ہم ”بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ“ میں کر چکے ہیں۔ بکثرت پیشین گوئیوں کے سبب اہل کتاب اس ہستی کی آمد کے منتظر تھے۔ خود یوحنا کی انجیل میں ایک بشارت اس طرح مسطور ہے۔ ”اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا نہیں پھر کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا

پھر تو کون ہے تا کہ ہم اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں کہ تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے۔" (یوحنا ۱-۱۹ تا ۲۲)

اس پیشین گوئی کا تاریخی زمانہ وہ ہے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام (یوحنا) اپنی صدائے حق سے بنی اسرائیل کو مسحور کر رہے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی بشارت دیتے تھے۔ اس وقت یہود کے مقدسین کی ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے یہ سوالات کئے۔ سوالات میں تین پیغمبروں کے متعلق ان سے دریافت کیا گیا کہ وہ ان میں سے کون ہے؟ مگر انہوں نے انکار کیا کہ وہ ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہیں تو یہ سوالات ظاہر کرتے ہیں۔ یہود تین پیغمبروں کے ظہور کے منتظر تھے۔ حضرت ایلیاہ یعنی حضرت الیاس علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور "وہ نبی" جن کا ذکر ان کے درمیان اس درجہ مشہور تھا کہ انہوں نے سوالات کے وقت دو ناموں کی طرح نام لینا ضروری نہیں سمجھا اور صرف وہ نبی کہنا ہی کافی خیال کیا۔ یہ بشارت اس درجہ واضح اور صاف ہے کہ نصاریٰ بجز دلیل انکار کے تاریخ کے اس سوال کا جواب دینے سے قاصر ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی کا مصداق نہیں ہیں تو پھر کون ہے؟ کیا معاملہ کی صورت یہ نہیں ہے کہ جس طرح یہود ظہور مسیح کے منتظر تھے مگر ان کی آمد پر ازراہ حسد ان کو رد کر دیا۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ دونوں "وہ نبی" کی شہرت عام کے پیش نظر اس کی بعثت وظہور کے سخت منتظر ہونے کے باوجود اس کی بعثت وظہور کے نسلی و قومی عصبیت کی بدولت منکر ہو گئے۔ چنانچہ اس حقیقت کو قرآن حکیم نے اس طرح بیان کیا ہے۔

"الذین اتینھم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابنآءھم وان فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون"

"وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب عطا کی، وہ تم کو اس طرح پیغمبر حق پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق حق کو چھپاتا ہے

اور وہ خوب جانتے ہیں کہ وہ حق کو چھپا رہے ہیں۔"

پادری وکلف اے سنگھ صاحب نے بھی اپنے رسالہ فارقلیط میں باطل تاویل کا سہارا لیتے ہوئے حق کو چھپایا ہے اور اس پیشین گوئی کو روح القدس کی جانب منسوب کیا ہے جو کسی بھی صورت صحیح نہیں۔ اول تو مسیح نے اس پیشین گوئی میں نبی موعود کی متعدد نشانیوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک نشانی بھی روح القدس پر فٹ نہیں آتی اور مبینہ روح میں ایسی کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ جبکہ تمام نشانیاں محمد ﷺ پر بالکل صحیح صادق آتی ہیں۔ دوسرا یہ بشارت حضرت مسیح کی وصیت ہے اور تمثیلی استعاروں اور تشبیہوں کی بجائے واضح الفاظ میں ایک "موعود پیغمبر" کی خبر دیتی ہے مگر روح کوئی نبی یا پیغمبر نہیں۔ اور یہ وصیت تو اس باطل تاویل کے برعکس صاف یہ ظاہر کر رہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ایک ایسے پیغمبر عظیم المرتبہ اور جلیل القدر نبی کے ظہور کی بشارت سنا رہے ہیں جس کی آمد کائنات انسانی کے لئے حضرت مسیح کی موجودگی سے زیادہ سود مند ثابت ہوگی اور جو ایک مرتبہ پھر کائنات کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلائے گی اور اس کی تعلیم حق کا معیار سرتاسر "عدل" پر مبنی ہوگا کہ یہی تمام اخلاق کریمانہ اور شعبہ حیات کے لئے اساس اور بنیاد کار ہے اور اس حقیقت پر نظر رکھتے ہوئے جب ہم تاریخی مذاہب سے دریافت کرتے ہیں کہ اس کا مصداق کون ہے؟ تو اس کے ماسوا اور کوئی جواب نہیں ملتا کہ حضرت مسیح کے بعد وصیت میں مذکور اوصاف کی مصداق ہستی محمد ﷺ کے ماسوا کوئی ظہور میں نہیں آئی۔ یہی مقدس ہستی ہے جس نے ایسے زمانہ میں جبکہ دنیا کی قوموں اور ان کی سوسائٹیوں میں عدل ایک بے معنی شئے رہ گئی تھی اور جبکہ سچی نیک عملی اور اللہ کی خالص عبادت قومی اور اجتماعی زندگی سے خارج ہو چکی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ نے دنیائے انسانی کو یہ پیغام سنایا۔

"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون"

بے شک اللہ حکم دیتا ہے "عدل" کا "احسان" کا، قرابت داروں کے ساتھ سلوک کا اور یقیناً منع کرتا ہے فحش کاموں اور باتوں سے بغاوت و سرکشی سے وہ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جس کے ظہور کی بدولت اس کی امت کا مقصد حیات یہ ظاہر کیا گیا۔

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" (اے محمد ﷺ) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی خدمت) کے لئے عالم وجود میں لائی گئی ہے۔ تم لوگوں کو بھلائی اور نیکیوں کا حکم کرتے اور ان کو برائیوں سے باز رکھنے کی تلقین کرتے ہو۔

جب یہ نشانیاں کسی صورت بھی روح پر صادق آتی دکھائی نہ دیں تو لفظی اور معنوی تحریف کا سہارا لیا گیا۔ یہ بات تو تسلیم شدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل کو خود لکھا اور نہ کسی کو لکھنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اور عبرانی زبان میں کوئی انجیل سرے سے لکھی ہی نہیں گئی۔ اس لئے مسیح کی انجیل کا اصل نسخہ قدیم عبرانی میں تھا جو ضائع ہو گیا۔ اس لئے یہ دعویٰ باآسانی کیا جا سکتا ہے کہ اصل نسخہ میں یہ لفظ احمد تھا۔ جیسا کہ سورۃ صف میں قرآن کریم نے حضرت مسیح کا یہ قول نقل کیا کہ "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" اور دلیل یہ ہے کہ قدیم یونانی نسخہ میں فارقلیط اسی لفظ احمد کا ہم معنی اور مترادف استعمال کیا گیا ہے۔ اور خود پادری صاحب کو تسلیم ہے کہ Periclytus کا مطلب ہے احمد تعریف کیا گیا، جس کا چرچا چار وانگ عالم میں ہو۔ (فارقلیط از ولکف اے سنگھ)

"مگر ساتھ ہی پادری صاحب نے بلا دلیل یہ دعویٰ بھی کیا کہ دراصل Periclytus لفظ نہ تھا بلکہ اس سے ملتا جلتا لفظ Paraclytos ہے جو لکھنے اور بولنے میں بالکل ایک جیسا ہے۔" پھر اس لفظ کے کیا معنی ہیں؟ اس کے صحیح معنی کا تعین نہیں ہو سکا۔ اس کے کئی معنی ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مثلاً ناصر یعنی مددگار، وکیل..

شافع، شفیع، معزی یعنی تسلی دینے والا وغیرہ۔ ہم کہتے ہیں کہ اول تو اس موقع پر لفظی تحریف کی گئی ہے۔ پھر Paraclytos کے جتنے بھی معنی خود علماء نصاریٰ نے کئے ہیں وہ بھی محمد ﷺ کے صفاتی نام ہیں۔ مثلاً شافع یا شفیع بھی آپ کا صفاتی نام ہے۔ ناصر بھی آپ کا صفاتی نام ہے۔ سورۃ توبہ میں آپ کو عزیز رؤف رحیم کہا گیا ہے۔

''لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی الله لا اله الا هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم'' (توبہ ۱۲۸)

''اے ایمان والو! تمہارے پاس اللہ کا ایک رسول آ گیا ہے جو تم ہی میں سے ہے، تمہارا رنج وکلفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہشمند ہے وہ ایمان والوں کے ساتھ شفقت رکھنے والا ہے۔ (اے پیغمبر ﷺ) اگر اس پر بھی یہ لوگ سرتابی کریں تو ان سے کہ دو کہ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے مگر صرف اس کی ذات پر میں نے بھروسہ کیا وہ تمام عالم ہستی کی جہانداری کے عرش عظیم کا پالنے والا ہے۔'' اور سورۃ انبیاء میں ارشاد ہے کہ ''وما ارسلنک الا رحمة للعالمین'' اور ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا مگر جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔''

سورۃ احزاب میں ہے کہ ''انا ارسلنک شاهدا ومبشرا ونذیر وداعیا الی الله باذنه وسراجا منیرا'' اور ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا، انذار وتنبیہ کرنے والا، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ''ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی یمحو الله بی الکفر وانا الحاشر یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی'' (صحیح بخاری کتاب المناقب جلد ا صفحہ ۵۰۱)

فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے ''میرے کئی نام ہیں، میں محمد ہوں اور

میرا نام احمد ہے اور میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میرا ایک نام حاشر ہے کہ حشر کے دن لوگوں کو میرے قدموں پر جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا انصتوا وانا مستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا ايسوا ولمفاتيح يومئذ بيدي وانا اكرم ولد آدم على ربي يطوف على الف خادم" (راوہ ترمذی مشکوۃ المصابیح ص ۵۱۴، فضائل سید المرسلین)

"جب لوگوں کو قبروں سے نکالا جائے گا تو سب سے پہلے میں باہر آؤں گا جب لوگ اللہ کے حضور حاضر ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا جب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ان کا نمائندہ خطیب ہوں گے، جب لوگوں کو روکا جائے گا تو میں ان کا سفارشی ہوں گا جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ان کو تسلی اور خوشخبری دوں گا۔ اس دن چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور اپنے پرودگار کے ہاں میں ساری اولاد آدم سے زیادہ معزز و مکرم ہونگا اور ایک ہزار خادم میری خدمت کیلئے کمر بستہ ہوں گے۔"

شافع بھی آپ کا نام ہے اور مشفع یعنی جس کی شفاعت سفارش و وکالت قبول کی جائے، یہ بھی آپ کا نام ہے۔ **سید ولد آدم** بھی آپ کا خاص خاصہ ہے۔ یعنی اولاد آدم کا سردار، اس لئے عیسائیت کے مسلمہ لفظ Paraclytos کے جتنے بھی معنی بتائے گئے ہیں، وہ سب بھی محمد ﷺ ہی کے صفاتی نام ہیں۔ لہٰذا اب ہم عیسائیوں کے مسلمہ لفظ پر ہی آنے والے کے متعلق بیان کردہ ہر نشانی کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔

غور فرمایئے کہ اس پیشین گوئی میں صاحب ظہور کے متعلق درج ذیل نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔

نبی موعود کی نشانیاں:۔

① مددگار اور کیتھولک بائبل کے مطابق وکیل۔

② ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

③ وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔

④ اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پیشتر کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو ایمان لاؤ۔

⑤ وہ میری گواہی دے گا۔

⑥ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

⑦ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (وکیل) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

⑧ وہ دنیا کو قصوروار ٹھہرائے گا۔

⑨ گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔

⑩ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں رکھتے۔

⑪ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔

⑫ مجھ ہی سے حاصل کرکے تمہیں خبریں دے گا۔

⑬ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔

⑭ تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔

⑮ وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (پروٹسٹنٹ بائبل) وہ میری بزرگی کرے گا۔ (کیتھولک بائبل)

⑯ وہ دنیا کا سردار ہوگا اور میں نے اس کے ہونے سے پیشتر تم سے کہہ دیا

ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم ایمان لے آؤ۔

اب ہر ایک نشانی پر تفصیلی بحث کی جاتی ہے۔

① پہلی نشانی: مددگار یا وکیل:۔

Paraclytos کا پروٹسٹنٹ بائبل میں اردو ترجمہ مددگار سے کیا گیا ہے اور کیتھولک بائبل نے وکیل کو ترجیح دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دوسرے مددگار کے آنے کی خوشخبری سنائی۔ لامحالہ دوسرا مددگار ایسی شخصیت ہونی چاہئے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جدا ہو، حالانکہ روح القدس عیسائی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاہوتی حیثیت سے جدا نہیں مزید یہ کہ Pnema Aletheia یعنی روح حق کے لئے بے جان ضمیر Neuter Gender استعمال ہونی چاہئے تھی۔ جبکہ آنے والے کا ذکر ضمیر HE یعنی ضمیر شخصی کے ساتھ بطور مذکر ہوا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب موصوف کوئی روح نہیں بلکہ گوشت پوست کا انسان ہوگا۔

پادری وکلف اے سنگھ لکھتے ہیں کہ Pneuma نہ مذکر ہے نہ مؤنث، بلکہ مخنث جبکہ ارامی میں جس میں غالباً خداوند نے خطاب کیا تھا، مذکر ہے۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ بھی نہ مذکر ہے نہ مؤنث، اللہ تعالیٰ کے بارے میں تذکیر و تانیث کا خیال ہی نہایت بیہودہ ہے۔'' (فارقلیط از وکلف اے سنگھ صفحہ ۲۴)

پادری صاحب کس طرف کی چوٹ کھانا چاہتے ہیں اور کس طرف کی بچانا چاہتے ہیں۔ پادری صاحب کے نوک قلم سے نکلے ہوئے ان الفاظ کی ہم مزید وضاحت آسان لفظوں میں کرتے ہیں۔ گویا پادری صاحب اعتراف کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو کسی سے جنا ہوا سمجھنا یا یہ سمجھنا کہ اس کا کوئی بیٹا ہے تو یہ خیال نہایت بیہودہ ہے۔ اب ہم پادری صاحب سے سوال کریں گے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام مذکر، مؤنث یا پھر مخنث تھے؟ دیکھئے صیاد کس طرح دام میں پھنسا ہوا ہے۔ اگر پادری صاحب تسلیم کر لیں کہ فارقلیط کے متعلق صراحت ہے، وہ کہہ کر ضمیر شخصی سے خطاب فرما کر

ثابت کیا گیا ہے کہ فارقلیط گوشت پوست کا انسان ہو گا تو اس صورت میں پادری صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے مراد روح ہے بالکل باطل ہو گا اور اگر پادری صاحب یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تذکیر و تانیث کا خیال ہی نہایت بیہودہ ہے تو تثلیث گئی۔ اب سوچئے۔

؎ کھاؤں کدھر کی چوٹ، بچاؤں کدھر کی چوٹ

اور الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کو محض استعارتاً خدا کا بیٹا سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ تو ان کی بشریت و رسالت اور ان کا مذکر ہونا صاف ظاہر ہے۔ یہ محض جان چھڑانے کیلئے ایسا کہا گیا ہے۔ میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں کے مصداق لطیفہ سنئے اس کا جواب پادری حضرات یہ دیتے ہیں کہ خداوند یسوع کامل انسان اور کامل خدا تھے۔

؎ اک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

عیسائی عقیدہ کے مطابق مسیح خداوند کا حقیقی اور اس سے خارج شدہ بیٹا ہے۔ جیسا کہ کیتھولک بائبل میں نشید الا ناشید کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے۔ ''نشید الا ناشید یا غنائے سلیمانی کا الہامی مصنف صوفیانہ طور پر دولہے دلن کی عشقیہ گفتگو کی تمثیل سے خداوند تعالیٰ اور امت اسرائیل کے عقد روحانی کی بحالی کا بیان کرتا ہے.......... خصوصاً خاتون مبارک مقدسہ مریم کے ساتھ خداوند مہربان کے ناقابل بیان وصال کا ذکر پاتے ہیں۔'' (کیتھولک بائبل حاشیہ نشید الا ناشید صفحہ ۵۳۸)

کیتھولک بائبل کے شروع میں ''چند الفاظ کے معنی'' میں روح کے معنی کے متعلق لکھا ہے کہ ''اس ترجمہ میں جہاں لفظ روح سے روح القدس مراد ہے وہاں روح مذکر استعمال کیا گیا ہے۔ (کیتھولک بائبل) روح القدس تیسرا اقنوم ہے اور پھر کیتھولک بائبل کی اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روح حق اور روح القدس دونوں الگ الگ شخصیات ہیں۔

پادری صاحب! اللہ تعالیٰ انصاف اور سچی بات کو پسند فرماتا ہے، جھوٹ، دھوکہ اور فریب اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ بائبل میں لکھا ہے کہ ”صادق کے منہ سے دانائی نکلتی ہے اور اس کی زبان سے انصاف کی باتیں۔“ (زبور ۳۸-۳۰)

مگر آپ جھوٹ اور دھوکہ دہی کے اتنے عادی ہیں کہ شاید یہ آپ کی فطرت ثانیہ ہے۔ دیکھئے ”خداوند کو دولہا اور مریم کو دلہن وغیرہ کیا سمجھ کر کہا جاتا ہے، پھر یہ کہنا کہ مذکر مؤنث کا خیال نہایت بے ہودہ ہے۔“ تعجب ہے۔

اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ مجسم نہ تھا، حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ بائبل کے متعدد مقامات سے مجسم ہونا ثابت ہے۔ حتیٰ کہ بائبل کی پہلی ہی کتاب پیدائش کے پہلے باب میں ہی لکھا ہے کہ ”پھر خداوند نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔“ پھر بائبل سے ہی علم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ باغ میں ٹہلتا بھی ہے۔ حتیٰ کہ ہاتھ، پاؤں، سر، ناک، گلا، جسم، خون اور اعضاء اعضاء کا تذکرہ بائبل میں ملتا ہے۔ اور تو اور وہ تو اتنا کمزور ہے کہ ایک انسان رات بھر اس سے کشتی لڑتا ہے آخر اپنا مطالبہ منواتا ہے اور پھر خدا کو جانے دیتا ہے۔ جس سے خداوند تعالیٰ کا مجسم ہونا ثابت ہے۔ خدارا اتنا بڑا جھوٹ اور ایسا دھوکہ انسانیت نہیں۔

؎ کچا تیرا مکان ہے کچھ تو خیال کر

البتہ آپ کا یہ خیال اور یہ لکھنا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تذکیر و تانیث کا خیال نہایت ہی بے ہودہ ہے، یہ خوش آئند بات ہے۔ اللہ آپ کو مزید ہدایت عطا فرمائے، آپ حقیقت کے قریب ہیں۔ قرآن حکیم نے بڑی وضاحت سے فرمایا ہے کہ ”قل هو الله احد، الله الصمد، لم یلد ولم یولد، ولم یکن له کفوا احد“ (۱۱۲-۱تا۴) کہو وہ اللہ ایک ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے، نہ وہ خود کسی سے جنا گیا اور نہ اس سے کوئی جنا گیا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”فلا تضربوا لله الامثال“ اللہ کے

بارے میں مثالیں بیان نہ کرو۔ کیونکہ ''لیس کمثله شيئا '' اللہ کی مثل کوئی شے نہیں۔ اور تو اور خود بائبل سے بھی ثابت ہے کہ اللہ کی کوئی مثل نہیں۔ دیکھئے ''خدا کی مانند اور کوئی نہیں ہے'' (استثنا ۳۳-۲۶) '' تمام دنیا میں میری مانند کوئی نہیں۔'' (خروج ۹-۱۴) اس کے برعکس انجیل اور قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کا مذکر ہونا اور مریم صدیقہ کا مؤنث ہونا اور کھانے پینے، حوائج ضروریہ میں محتاج ہونا ثابت ہے۔ پہلے آپ کو یہ چاہئے تھا کہ تین اقنوم ثابت کرتے، اور پھر روح کو خدا کہتے اور پھر اگلی بات کرتے، جب آپ عقیدہ تثلیث کو خود سمجھ سکتے، نہ سمجھا سکتے ہیں، نہ بائبل سے ثابت کر سکتے ہیں، پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ فارقلیط سے مراد روح ہے۔ اگر ان سب باتوں کو ثابت کرنے کیلئے کوئی دلیل نہیں، بائبل اور حضرت مسیح کے فرمان سے ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ ثابت کرنا تو درکنار تثلیث کا عقیدہ سمجھ سکتے ہیں نہ سمجھا سکتے ہیں تو پھر آیئے ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں۔

'' قل یااهل الكتاب تعالوا كلمة سواء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرک به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولو اشهد بانا مسلمون'' (۳-۶۴)

'' آپ ان سے کہئے کہ اے اہل کتاب! ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے۔ اگر وہ منہ موڑیں تو ان سے کہئے کہ گواہ رہو، کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔''

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں تذکیر و تانیث، تقسیم تثلیث، شرک وغیرہ کا خیال نہایت بیہودہ ہے بلکہ بت پرستوں اور جاہلوں والی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت ہم بائبل کے متعدد مقامات سے بھی ثابت کر چکے ہیں، ہم اس سے بڑھ کر یہ کہتے ہیں اور ہمارا یہ عقیدہ ہے اور تمام

انبیاء کی یہی تبلیغ ہے۔" فلا تضربوا للہ الامثال " اللہ تعالیٰ کے بارے میں مثالیں بیان نہ کرو۔ کیونکہ "لیس کمثلہ شیئا " اللہ کی مثل کوئی شے نہیں۔ لہٰذا اس پیشین گوئی میں فارقلیط کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کا تذکرہ ضمیر شخصی کے ساتھ بطور مذکر کیا ہے لہٰذا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صحیح صادق آتا ہے۔ کیونکہ آپ کے اپنے الفاظ ہیں، "خدا کے بارے میں تذکیر و تانیث کا خیال ہی نہایت بے ہودہ ہے۔" اور عقیدہ تثلیث کی یاددہانی بھی ہم کروا دیتے ہیں۔

The Father is God, The Son is God and the holy spirit is God and yet they are not three God but one God.

(Encyclo Brit (1962) Vol 22 Page 479)

"باپ بھی خدا ہے، بیٹا بھی خدا ہے اور روح القدس بھی خدا ہے۔ تاہم وہ تینوں نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔" بہر حال عیسائی عقیدہ کے مطابق تثلیث کے تینوں اقانیم آپس میں مساوی ازلی اور ایک ہی جوہر سے ہیں اور مساوی تسبیح و تقدیس اور عبادت کے حقدار ہیں۔" (Catholic Dictionary Page 170)

اول تو مسیح انسان ہیں مذکر، پھر آپ کا عقیدہ ہے کہ تینوں ایک ہی ہیں جبکہ اس کے برعکس اس پیشین گوئی کے ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط کی ذات جوہر قطعاً مسیح سے الگ ہے وہ دوسرا مددگار ہے، صفت کے لحاظ سے بھی فرق ہے اور آنے والا کوئی روح نہیں، بلکہ گوشت پوست کا انسان ہے جس کی تعلیمات صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے نہیں بلکہ ان کی تعلیمات ہمہ گیر اور عالمگیر اور تا قیامت رہنے والی ہوں گی۔

مددگار

سابقہ انبیاء نے جو تعلیمات توحید سکھائیں تھیں، ان توحیدی تعلیمات کو دنیا میں پھیلانے کے لئے مددگار، مدعیان تکذیب یعنی یہود کی مسیح کے بارے میں غلط

اور حیا سوز باتیں جو انہوں نے لوگوں میں پھیلائی تھیں، ان غلط عقائد و نظریات کی تردید میں مددگار اور مدعیان تصدیق نے جو مسیح کو درجہ الوہیت پر پہنچا دیا تھا، ان کے عقائد بد کی تردید میں مددگار عقیدہ ابن اللہ، کفارہ اور یہ عقیدہ کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اور ہمیں شریعت کی لعنت سے چھٹکارا دلا دیا۔" (گلتیوں ۳:۱۳)

وغیرہ جیسے کفریہ عقائد کی تردید میں مددگار اور قیامت کے روز جب عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا۔ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ میں عبادت کا مستحق ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں وغیرہ تو جناب مسیح کے سیاہ بال اللہ کے ڈر سے سفید ہو جائیں گے۔ اس دن مسیح کی برأت کے متعلق وکالت کرنے اور اس کے حق میں گواہی دینے میں مددگار روز قیامت لوگوں کی سفارش یعنی شفاعت کرنے میں تسلی دینے والا اور مددگار۔

وکیل

(ب) وکیل ہونا، سفارشی ہونا، شفاعت کروانا، لوگوں کی شفاعت کے لئے وکالت کرنا، دعا کرنا یہ سب نبی اور انسان کے خواص میں سے ہے۔ لہٰذا یہ تمام باتیں اس روح پر ہرگز ہرگز صادق نہیں آ سکتیں۔ جو خدا کے ساتھ متحد ہے اور خود خدا ہے۔ تیسرا اقنوم ہے خدا کی ذات اور اس کی ذات کا جوہر، اس کا جوہر ایک ہے۔ وہ کسی بھی لحاظ سے عیسائی عقیدہ کے مطابق خدا سے جدا نہیں بلکہ ان کا اتحاد ازلی اور ابدی ہے لہٰذا یہ تمام صفات جو اس پیشین گوئی میں مذکور ہیں، ضمیر شخصی کے لئے مخصوص ہیں۔ روح پر کیونکر صادق آ سکتی ہیں۔ یہ تمام صفات فارقلیط یعنی محمد و احمد ﷺ کے لئے مخصوص ہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ بحیثیت وکیل، شافع محشر اور سردار دو عالم ﷺ :-

فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے۔

① "انا سید الناس یوم القیمة وھل تدرون لم ذاک یجمع اللہ

عزوجل یوم القیمۃ الاولین والاخرین فی سعیدا واحد" (متفق علیہ)

"میں سردار ہوں ہوگا سب آدمیوں کا قیامت کے دن اور تم جانتے ہو کس وجہ سے اللہ تعالیٰ اکٹھا کریگا۔ قیامت کے دن سب اگلوں اور پچھلوں کو ایک ہی میدان میں یہاں تک کہ پکارنے والے کی آواز ان کو سنائی دے گی۔" اور یہ بھی فرمایا حضور ﷺ نے کہ

② "انا سید ولد آدم یوم القیمۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الاتحت لوائی وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر" (رواہ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲)

قیامت کے دن (بھی) تمام اولاد آدم کی سرداری مجھے حاصل ہوگی اور میں اس پر فخر نہیں کرتا اور حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر فخر نہیں کرتا اور تمام انبیاء میرے ہی جھنڈے تلے جمع ہوں گے مگر میں اس پر غرور نہیں کرتا اور دربار الٰہی میں حاضری کے لئے سب سے پہلے میری ہی قبر شق کی جائے گی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔

③ قیامت کے روز شفاعت کے سلسلے میں حضور صادق المصدوق ﷺ کی حدیث مبارکہ مسلم شریف سے ہم اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے۔ اللہ قیامت کے روز سب اگلے پچھلوں کو جمع کریگا، ایک ہی میدان میں پکارنے والے کی آواز سنائی دے گی اور دیکھنے والے کی نگاہ ان پر پہنچے گی۔ آفتاب نزدیک ہو جائے گا اور لوگوں پر وہ مصیبت اور سختی ہوگی کہ سہہ نہ سکیں گے۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے درخواست کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا اور اپنی روح آپ میں پھونکی، حتیٰ کہ فرشتے آپ کے لئے جھکے، آپ ہماری سفارش اللہ تعالیٰ سے فرمائیے، مگر آپ اللہ تعالیٰ کے جلال کو دیکھتے ہوئے لوگوں سے معذرت فرمالیں گے۔ پھر وہ حضرت نوح،

حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس باری باری جائیں گے مگر سب حضرت آدم علیہ السلام کی طرح معذرت فرمالیں گے۔ حتیٰ کہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام! آپ کلمۃ اللہ ہیں جو اللہ نے القاء کیا مریم صدیقہ کی طرف، آپ ہماری سفارش فرمایئے اپنے اللہ سے، دیکھئے ہم کس حال میں ہیں، آپ فرمائیں گے۔ میرا پروردگار آج اس قدر غصہ میں ہے کہ ایسا غصہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا نہ آئندہ ہوگا، مجھے تو اپنی فکر ہے لہٰذا تم سب محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ (آج کے دن وہی شافع محشر، وکیل اور مددگار تسلی بخشنے والے اور نجات دلانے والے ہیں) پس لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس جائیں گے اور فرمائیں گے اے محمد ﷺ! آپ رسول اللہ اور خاتم النبین ہیں لہٰذا ہماری سفارش فرمایئے کیا آپ ہمارا حال نہیں دیکھتے تو فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے ”فاذا انا رایته وقعت ساجدا فیدعنی ماشاء اللہ ان یدعنی فیقال یا محمد ارفع راسک قل تسمع سل تعطه اشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنیه ثم فیحدلی حدا فاخرجهم من النار وادخلهم الجنة ثم اعود فاقع ساجدا فیدعنی ما شاء اللہ ان یدعنی ثم یقال لی ارفع یا محمد قل تسمع سل تعطه اشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنیه ثم اشفع فیحدلی حدا فاخرجهم من النار وادخلهم الجنة“ (صحیح مسلم)

”جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدے میں پڑا رہنے دے گا اس کے بعد اللہ اپنی مرضی سے فرمائے گا اے محمد ﷺ! اپنے سر کو سجدے سے اٹھاؤ اور جو کہنا ہے کہو، سنا جائے گا اور جو مانگنا ہے مانگو، دیا جائے گا۔ شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی ایسی تعریف کروں گا جو اس وقت اللہ مجھے سکھائے گا، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لئے جہنم سے نکالنے کی ایک حد

مقرر کر دی جائے گی تو میں سفارش کروں گا تو میرے لئے جہنم سے نکالنے کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں اس کے موافق لوگوں کو جہنم سے بچا کر جنت میں لے جاؤں گا۔ پھر دوبارہ اللہ کے سامنے آ کر سجدے میں گر پڑوں گا جب تک اسے منظور ہو گا میں سجدے میں پڑا رہوں گا پھر مجھے حکم ہو گا اپنے سر کو سجدے سے اٹھایئے، جو کہنا ہو، کہئے اور جو مانگنا ہو مانگئے، پھر سفارش کرو تو اس کے لئے ایک حد متعین کر دی جائے گی اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کروں گا اور اسی طرح تین چار مرتبہ کروں گا۔ پھر میں عرض کروں گا کہ اللہ! اب تو دوزخ میں وہی لوگ رہ گئے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں۔" (یعنی مشرک و کافر لوگ) تقریباً یہی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی انجیل برنباس میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے بائبل اور محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری باب۔ لہٰذا سفارشی ہونا، مددگار ہونا، وکیل ہونا یہ سب صفات محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صفت روح پر ہرگز صادق نہیں آتی۔ عیسائی عقیدہ کے مطابق تو باپ بیٹا روح القدس تینوں خدا ہیں اور تین خدا نہیں مگر ایک خدا ہے۔ اسی طرح روح کی حیثیت تو قادر مطلق کی ہو گی، جج کی حیثیت ہو گی، وکیل مختار کل نہیں ہوتا لہٰذا یہ بات روح پر ہرگز صادق نہیں آتی۔

② دوسری نشانی:-

"مددگار یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہ تمہیں سب باتیں سکھائے گا جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فارقلیط کا ترجمہ انذار و تنبیہ کرنے والا بھی کیا گیا ہے۔ اور سکھائے گا کو مدنظر رکھتے ہوئے فارقلیط کا ترجمہ استاد بھی کیا گیا ہے۔ یہ تمام صفات روح پر ہرگز صادق نہیں آ سکتیں۔ اس کے برعکس محمد ﷺ داعی دعوت دینے والے بھی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "داعیاً الی اللہ باذنہ"

(۳۳-۴۶)

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے ہیں، کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والے بھی یعنی معلم استاد بھی ہیں۔ ''ویعلم الکتاب والحکمة'' (۳-۱۴۶) اور انذار و تنبیہ کرنے والے نذیر بھی ہیں۔ ''وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا'' (۳۴-۳۸) یعنی دنیا جہان کے لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لائیں اور توحید پر پختہ ایمان رکھیں، انہیں جنت کی خوشخبری سنانے والے اور مشرکین و کفار کو جہنم کے عذاب سے انذار و تنبیہ کرنے والے ہیں۔

''جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا'' (یوحنا ۱۴-۲۶):-

'مطلب یہ کہ جس کی میں پیشین گوئی کر رہا ہوں، جو نام اس کا میں تمہیں بتا رہا ہوں، اللہ اس کو اس نام کے ساتھ بھیجے گا اور وہ نام ہے احمد ''من بعدی اسمہ احمد'' جو میرے بعد آتا ہے اس کا نام احمد ہوگا میرے نام سے بھیجے گا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کا نام بھی یسوع ہوگا، اگر یہ مراد ہے تو پھر عیسائی اس کی تاویل کرنے میں بے بس اور لاچار ہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو واضح طور پر آنے والے کا نام فارقلیط نام لیکر وضاحت کر دی ہے۔ پھر یہ بھی مطلب ہے کہ جس طرح میں اللہ کا فرستادہ ہوں اور وہ بھی اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا اب پادری صاحب کی سنئے۔ لکھتے ہیں کہ جس طرح حضور مسیح خدا باپ کی طرف سے آئے تھے، اسی طرح مددگار (فارقلیط) آپ کے نام سے آئے گا مطلب یہ ہے کہ وہ فارقلیط حضور مسیح کا نمائندہ ہوگا اسے آپ کے کل اختیار حاصل ہونگے اور وہ آپ کے کام کو آگے بڑھائے گا یہ ایک ایسی پیشین گوئی ہے جسے برادران اسلام نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں کبھی قبول نہیں کر سکتے۔'' (فارقلیط از وکلف اے سنگھ)

پادری صاحب کی عبارت غور سے پڑھئے جس طرح حضور مسیح باپ کی طرف سے آئے تھے، اس کے آگے یقیناً یہ جملہ ہونا چاہئے اسی طرح وہ بھی باپ کی طرف

سے آئے گا مگر پادری صاحب نے جان بوجھ کر یہاں دوسرے جملے کو اس طرح لکھا کہ اسی طرح وہ میرے نام سے آئے گا پھر اس سے نتیجہ اخذ کیا کہ وہ حضور مسیح کا نمائندہ ہوگا پھر مطمئن ہو گئے۔ چلو چھٹی شد اب حضرت مسیح کی سنیئے۔ فرماتے ہیں "اور جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا میں ویسا ہی کرتا ہوں۔" یعنی یہ تمام باتیں جیسے اللہ نے مجھے بتائیں بعینہٖ میں تمہیں سنا رہا ہوں اور یہی نشانی آپ نے فارقلیط کی بھی ذکر فرمائی۔ "وہ روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جملہ سے بھی خوب وضاحت ہوگئی کہ اسے وہی بھیجے گا جس نے مجھے بھیجا ہے اور میرے نام سے آئے گا۔ مطلب ہوگا کہ جیسا میں تم سے کہتا ہوں ویسا ہی ہوگا کیونکہ میں خود سے نہیں (باتیں) کرتا بلکہ جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا میں ویسا ہی (بیان) کرتا ہوں۔" پس پادری صاحب کا عذر انتہائی نامعقول ہے جبکہ اس کی دوسری تمام نشانیاں جو حضرت مسیح نے ذکر فرمائی ہیں ان سے بھی پادری صاحب کے اخذ کردہ نتائج باطل ٹھہرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام تو اسے مددگار کے خطاب سے نواز رہے ہیں اور ان کے ادھورے کام کی تکمیل کے لئے وہ مبعوث ہوگا اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کمزور بھی نہ ہوگا کہ وہ اپنا کام مکمل نہ کر سکے بلکہ اس کے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہوگی۔" وہ لوہے کے عصا سے" لوگوں کو سیدھا کریگا اس کی وضاحت بائبل کے دیگر مقامات سے ہوتی ہے۔" وہ سچائی کی راہ دکھائے گا وغیرہ پھر وہ مسیح کا نمائندہ کیسے ہوا بلکہ تمام انبیاء اللہ کے پیغامبر ہیں خود مسیح کو اپنے بارے میں بھی اقرار ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں اس طرح تمام انبیاء اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں ہاں انبیاء کی دعوت توحید ہوتی ہے اور سچائی کی راہ لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کے مصداق بھی ہوتے ہیں اسی طرح وہ سب ایک ہی بات کی نمائندگی کرتے ہیں کہ ایک اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہ لاشریک ہے کوئی اس کا

شریک نہیں۔ اللہ کو ایک مانو اس کے اقنوم جز اور بیٹے نہ بناؤ یہ باطل باتیں ہیں۔
بھلا پادری صاحب برادران اسلام کو یہ بات کیوں قبول نہیں جبکہ بائبل میں موجود عقیدہ توحید آپ کے باطل عقائد کے رد میں ہے۔ ہاں البتہ اس صورت میں برادرانِ اسلام کو قبول نہ ہوتی اگر آنے والے کا نام احمد نہ ہوتا، وہ عہد کا رسول نہ ہوتا وہ خاتم النبین نہ ہوتا اس کا دین ابدی دین نہ ہوتا وہ سلامتی کا شہزادہ نہ ہوتا وہ لوہے کا عصا والا نہ ہوتا وہ کوہ فاران سے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ جلوہ افروز نہ ہوتا وہ صادق اور امین نہ ہوتا۔ اس کی سواری سفید گھوڑا نہ ہوتی اس کے ہاتھ میں دو دھاری تلوار نہ ہوتی وہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے نہ ہوتا۔ وہ بت پرستی تثلیث شرک وغیرہ کی جڑ کو کاٹنے والا نہ ہوتا تو یقیناً برادران اسلام کو قبول نہ ہوتا۔ جبکہ وہ خاتم النبین ہیں عہد کے رسول ہیں، تمام انبیاء نے ان کی راہ تیار کی ہے ان کی پیشین گوئی فرمائی ہے وہ صادق اور امین ہیں۔ انہوں نے بتوں کو اوندھا کیا، بیت اللہ سے بتوں کو پاک کیا، شرک اور تثلیث پرستی کی جڑ کاٹی۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیا، جو پتھر ان پر گرا وہ پاش پاش ہو گیا اور جس پر یہ خود گرے وہ بھی پس گیا۔ اور وہ سب خوبیاں بدرجہ اتم ان میں موجود ہیں جو ان کی آمد سے پہلے تمام انبیاء نے اللہ کی وحی کے ذریعہ سے بیان فرمائی ہیں۔ صرف متعصب لوگوں کو وہ قابل قبول نہیں جیسے یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے تعصب کیا اور انہیں قبول نہ کیا، ایسے متعصب لوگوں نے محمد ﷺ کو قبول نہ کیا ورنہ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے نام اور نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہوئے۔

ب: "وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔"

عہد جدید کے کسی ایک بھی رسالہ سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ حواری کسی بات کو بھول گئے تھے جو مسیح نے کہی تھیں، اور روح جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یوم الدار کو نازل ہوئی ان کو یاد دلائی ہو۔ اس روح نے کسی کو کچھ سکھایا اور نہ ہی کچھ

بھولا ہوا یاد کروایا۔ پادری صاحب اپنی ہی دوسری کتاب صداقت بائبل میں لکھتے ہیں کہ ''پہلی صدی کے آخر تک مسیح کی سب باتیں لوگوں کو یاد تھیں اور سینہ بہ سینہ محفوظ تھیں۔'' (صداقت بائبل از وکلف اے سنگھ)

جب وہ کچھ بھولے ہی نہ تھے تو یاد کروانے سے مطلب؟

پس روح کا کچھ سکھانا یا یاد دلانا ہرگز ثابت نہیں۔ پادری صاحب نے اپنے رسالہ میں اس نشانی کا ذکر تو کیا ہے اور اس کا جواب بھی دیا مگر وہ جواب ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ کے مترادف ہے۔ وہ اس لیے کہ پادری صاحب کو سخت مشکل پیش اور جب کسی بھی طرح یہ ثابت نہ کر سکے کہ روح نے حواریوں کو کیا سکھایا اور انہیں ایک لفظ بھی نہ مل سکا جس کی تعلیم روح نے حواریوں کو دی تو اس کا یہ حل نکالا۔

''حضور مسیح کے سچے پیرو کار کا یہ تجربہ ہے کہ روح حق حضور مسیح کے الفاظ و تعلیمات کو سمجھنے میں اس کی مدد کرتا ہے..... تاہم یہاں حضور مسیح کی چند ایک تعلیمات کو بیان کرنا مفید ہوگا تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ آیا آپ کی تعلیمات کا اسلامی تعلیمات میں اعادہ کیا گیا ہے یا نہیں، یاد رہے کہ حضور مسیح کی جملہ تعلیمات کا ذکر ہے ایک یا دو باتوں کا نہیں اب ہم حضور مسیح کی جملہ تعلیمات سے بمصداق مشتے از نمونہ خروارے چند باتیں بیان کرتے ہیں، حضور مسیح نے اپنے مشہور پہاڑی وعظ میں فرمایا (فارقلیط از وکلف اے سنگھ، ص۴۰)، پھر پادری صاحب پہاڑی وعظ کو نقل کرتے ہیں، قارئین محترم انصاف فرمایئے۔ سوال یہ ہے کہ روح القدس نے کیا سکھایا اور کیا تعلیمات دیں؟ جواب یہ ہے عیسیٰؑ نے پہاڑی وعظ کی تعلیمات دیں۔

؎ دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

④ اپنے رسالہ میں ایک موقع پر پادری صاحب لکھتے ہیں روح حق کا وعدہ حواریوں سے ہے، پانچ سو سال بعد کے فارقلیط سے اس کا کیا تعلق؟ مگر یہاں پادری صاحب فرماتے ہیں کہ ہر سچے مسیحی کو آج بھی روح القدس حضور مسیح کے الفاظ

اور تعلیمات کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے، یہ دوہرا معیار کیوں؟

④ اگر پادری صاحب کو یہ زعم ہے کہ روح القدس حضور مسیح کی تعلیمات سمجھنے میں مدد دیتا ہے تو پھر ہم بھی حق رکھتے ہیں کہ پادری صاحب سے سوال کریں کہ روح القدس کی مدد کے باوجود دنیا بھر میں ایک مسیحی دکھائیں جو عقیدہ تثلیث یا عقیدہ کفارہ کو سمجھتا ہو؟ پہلے خود سمجھیے اور پھر ہمیں سمجھایئے، تثلیث اور کفارہ پر غور وفکر کریں اور جب اس کو سمجھ لیں پھر یہ دعویٰ کریں، سر دست ایک چھوٹا سا سوال ہے، دنیائے عیسائیت کا ہر سچا پیروکار روح القدس کی تائید سے اسے ضرور سمجھنے کی کوشش کرے اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی تعلیمات کے بارے میں فرمایا۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی تعلیمات کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵۔۱۷)

"پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جوان پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمانوں کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔ (متی ۵۔۱۹)

دورِ عیسیٰ کی تعلیمات پہاڑی وعظ میں ہیں جن پر کبھی کسی مسیحی نے عمل نہیں کیا اور نہ کر سکتا ہے۔ عیسیٰ تو توریت نبیوں کی تعلیم یعنی شریعت کے ایک نقطہ یا شوشہ کو بھی منسوخ نہیں کرتے اور ان پر عمل نہ کرنے والوں کو آسمانی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہتے ہیں۔ اب انجیل مقدس کا دوسرا مقام ملاحظہ فرمایئے "مسیح جو ہمارے گناہوں کے لیے مؤا (ا۔ کرنتھیوں ۱۵۔۳) نیز "مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا (گلتیوں ۳۔۱۳)۔ صرف پادری وکلف اے سنگھ صاحب ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے عیسائیت ان دو باتوں پر غور و فکر کرے، روح القدس کی تائید سے سمجھے یا نہ بنے تو ڈھول اور طبلے بجائیں جب

یسوع ان میں حاضر ہوں تو ان سے سمجھیں اور جب سمجھ آ جائے تو پھر ہمیں بھی سمجھائیں کہ شریعت لعنت ہے اور اس سے چھٹکارا مل چکا ہے تو پھر مسیح کے فرمودات کے کیا معنی ہوں گے اور پہاڑی وعظ کی تعلیمات کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ چوری، زنا، شراب نوشی اور تمام برائیاں جائز ہیں؟ اگر جائز نہیں تو پھر مسیح نے مصلوب ہو کر ہمیں شریعت کی لعنت سے چھٹکارا دلایا، اس کا کیا مطلب ہے؟ پہاڑی وعظ کی تعلیمات تو سب شریعت کی باتیں ہیں، ختنہ کروانا شریعت ہے، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا، پڑوسی کو نہ ستانا وغیرہ یہ سب شریعت کی باتیں ہیں اور جب شریعت سرے سے لعنت ہے تو ان احکام پر عمل کرنے والا لعنتی ہو گا کیونکہ یہ احکام، شریعت بلکہ عین شریعت ہیں۔ اگر پولوس رسول کا قول صحیح ہے تو پھر عیسائیوں کو زنا، چوری وغیرہ پر عمل کرنا چاہیے اور ان افعال کو گناہ نہ سمجھیں حالانکہ عیسائی بھی ہماری طرح چوری، زنا اور دیگر شریعت کی باتوں پر عمل پیرا ہیں (ماسوائے چند ایک کے) جب وہ ان چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں تو گویا وہ شریعت پر عمل کرتے ہیں جو ایک لعنت ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ چوری زنا وغیرہ سے احتراز کرنے والے عیسائی سب ملعون ہیں کیونکہ وہ شریعت پر عمل کرتے ہیں۔

”مدعی سست گواہ چست:۔

موصوف اس بات کے قائل ہیں کہ روح القدس کی تائید سے اناجیل لکھی گئیں لہٰذا یہی روح القدس کی تعلیمات اور سکھانا ہے مگر اس بات میں کتنی صداقت ہے اس کا جواب مقدس لوقا نے اپنی انجیل کے پہلے باب میں دیا ہے۔

چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کلام کے خادم تھے۔ ان کو ہم تک پہنچایا اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو

تیرے لیے ترتیب سے لکھوں۔(لوقا ۱۔۱تا۳)

اس بیان سے کئی باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ اناجیل حواریوں کی تالیف نہیں بلکہ بعد میں لکھی گئیں، دوسرا یہ کہ سینہ بہ سینہ باتیں ترتیب دے کر لکھی گئیں۔ یہ ہے حقیقت مگر پادری صاحب کی سنیئے یہ دعویٰ تو خود انجیل نگاروں نے نہیں کیا جو دعویٰ پادری صاحب کر رہے ہیں۔

اس کے برعکس محمد ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات توحید عیسائیوں کو یاد کروائیں اور لوگوں کو توحید کی تعلیمات سکھائیں۔ دعوت الی اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا اور اہل کتاب سے برملا فرمایا کہ آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے اور لوگوں کو روز قیامت کے معاملے میں انذار و تنبیہ فرمائی۔ تفصیل کے لئے سورۃ آل عمران، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ مائدہ، سورۃ مریم کا مطالعہ فرمایئے اور اس بات کی بھی وضاحت فرمائیں کہ عیسیٰؑ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ اٹھا لیے گے اور انہیں شبہ میں ڈال دیا گیا۔

حضور ﷺ بحیثیت داعی، معلم اور مزکی:۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔"لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" (۳-۱۶۴)

"تحقیق اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے انہی میں ایک رسول مبعوث فرمایا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات سکھاتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، حضور صادق المصدوق ﷺ نے لوگوں کو توحید کی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ قبل اس کے لوگ مشرک تھے، بعض بت پرست، بعض عقیدہ تثلیث اور بعض آتش پرستی میں مبتلا تھے۔ اگر اس لفظ کا ترجمہ معلم کیا جائے۔ انذار و تنبیہ کرنے والا کیا

جائے تو اس صورت میں بھی ہمارے موقف پر کوئی زد نہیں پڑتی اس کے برعکس روح کے متعلق یہ تمام باتیں ثابت نہیں کی جا سکتیں۔

(ج) آپ اچھی طرح جان چکے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کسی بات کو بھولے ہی نہ تھے جنہیں کچھ یاد کروانے کی ضرورت پیش آتی۔ چنانچہ پادری صاحبان کا بغیر کسی ثبوت کے یہ کہہ دینا کہ روح نے پہاڑی وعظ کو یاد کروایا، محض انکل پچو ہے۔ بھلا جو شاگرد بلکہ شاگردوں کے شاگرد ایک عرصہ بعد تقریباً نصف صدی بعض محض اپنی یادداشت سے پوری انجیل لکھ سکتے تھے۔ وہ شاگرد ایک چھوٹا سا پہاڑی وعظ کیونکر بھول سکتے تھے، جو کہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور بالکل بت پرستوں کی نقل کرنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جزو میں تقسیم کرنے لگے، حضور صادق المصدوق ﷺ نے انہیں یاد دلایا کہ آؤ اس بات کو قبول کرو جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، بائبل اور عقیدہ توحید ہم گذشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں وہ میری باتیں یاد دلائے گا، سے یہی مراد ہے کہ لوگو! سارے دل اور ساری جان سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو۔ ”خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے۔“ سب حکموں سے اول حکم یہ ہے کہ تو خداوند صرف ایک خدا کی عبادت کر۔“ یہود اپنے گھناؤنے کاموں کے سبب ملعون ہو چکے ہیں وغیرہ، نبی اکرم ﷺ نے اسی بات کی یاد دہانی فرمائی اور شرک و بدعت، کفر و ضلالت اور تثلیث وغیرہ کی خوب خبر لی اور لوگوں کو صرف ایک اللہ کی بندگی کی دعوت دی اور لوگوں کو یاد کروایا کہ تمام انبیاء تعلیمات توحید کو ہی پھیلانے اور عام کرنے کیلئے مبعوث ہوئے، سب کی یہی دعوت تھی لہٰذا اس بات کی طرف آؤ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”واذ اخذنا من النبین میثاقھم ومنک ومن نوح وابراھیم وموسیٰ و عیسیٰ ابن مریم واخذنا منھم میثاقا غلیظا“

(اے نبی ﷺ) جب ہم نے تجھ سے اور دیگر انبیاء یعنی نوح، ابراہیم اور موسیٰ

اور عیسیٰ علیہم السلام سے پختہ اقرار لیا کہ اپنے مالک کے حکم کو لوگوں تک پہنچاؤ گے اور ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی تصدیق کرو گے تو تم نے ہم سے اس بات کا پختہ اقرار کر لیا تھا۔" تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت اور ایک ہی دین تھا۔

"ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت" (۱۶-۳۶) تمہاری طرف اور تم سے پہلے گذرے ہوئے تمام انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے میں رہو گے۔

"شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذین اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه کبر علی المشرکین ما تدعوهم الیه" (۴۲-۱۳)

"ہم نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم ہم نے نوح کو دیا تھا اور (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعہ بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو دے چکے ہیں۔ اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار لگتی ہے۔"

لہٰذا تمام انبیاء کی دعوت اور دین ایک ہے اور تمام انبیاء ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اسی لئے آپ کے لئے دوسرا مددگار کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور یہی مطلب تھا جناب مسیح کا کہ وہ تمہیں سب یاد کروائے گا اور سکھائے گا۔

③ تیسری نشانی: ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس پشین گوئی میں یہ جملہ بھی استعمال فرمایا جو درحقیقت فارقلیط کی صفت واحد ہے۔ "ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔" یہ اشارہ

ہے اس بات کی طرف کہ وہ نبی خاتم النبین ہو گا اور اس کا عطا کردہ دین ابدی ہو گا اور اس کی نبوت ابد الآباد ہو گی۔ یعنی اس کے بعد نبوت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ خاتم النبین ہوں گے اور یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ کی طرف سے کوئی نبی بھیجا گیا اور قرآن حکیم کے بعد نہ ہی کوئی کتاب نازل فرمائی۔ البتہ جھوٹے مفتری اور کذاب قسم کے لوگ پہلے بھی دعویٰ کرتے آئے اور آج بھی کوئی دعویٰ کرے تو یہ محض جھوٹ اور کذب بیانی ہو گی اور جھوٹے مدعیان نبوت جیسے ہی مرے، ان کی دعوت اور پیغام بھی ان کے ساتھ ہی مٹ گیا اور اگر لوگوں نے کبھی گرد جھاڑ کر ان کے متعلق جاننے کی کوشش کی تو محض اس لئے کہ انہیں ملعون اور مطعون کیا جا سکے۔

''لعنت اللہ علی الکاذبین '' جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی شریعت اور نہ ہی کوئی امت۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے کہ ''ولکن رسول اللہ و خاتم النبین '' (۳۳-۴۰)

وہ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ''قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا'' (۷-۱۵۷)

''(اے محمد ﷺ) کہو کہ لوگو! میں تم سب لوگوں کیلئے اللہ کا رسول ہوں۔'' اور فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے ''فانا اللبنۃ و انا خاتم النبین '' (بخاری) کونے کا سرے کا پتھر میں ہوں اور میں نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ''انہ لا نبی بعدی '' (متفق علیہ) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے متعدد موقعوں پر اس بات کی وضاحت فرمائی، چنانچہ فرمایا کہ ''کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامہ'' (متفق علیہ)

''مجھ سے پہلے کا ہر نبی مخصوص طور پر اپنی ہی قوم کے پاس نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا، لیکن میں تمام لوگوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

تورات اور انجیل سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تورات میں ہے کہ ''پس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں، مصر سے نکال۔'' (خروج ۱۰-۳)

پھر موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اسی کا شاہد ہے کہ انہوں نے اپنی دعوت کا تعلق جیسا کہ تورات میں زندگی بھر صرف بنی اسرائیل سے رکھا، قبطیوں کو جو مصر کے اصلی باشندے تھے، کوئی خطاب نہیں کیا۔ جو بد دیانتی میں چھوٹ پا چکے تھے اور جن کے ظلم و استبداد سے بنی اسرائیل چیخ اٹھے تھے اور اسی طرح متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔'' (متی ۱۵-۲۵)

اس فرمان سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کل بنی اسرائیل کی طرف بھی نہیں آئے بلکہ محض بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی طرف آئے تھے جنہوں نے گمراہی کا راستہ اختیار کر لیا تھا، حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے شاگردوں کو تبلیغ پر روانہ کیا تو باقاعدہ حکم فرمایا کہ ''ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان سے حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔'' (متی ۱۰-۶،۷)

اسی طرح متی کی انجیل میں ہے کہ ایک یونانی عورت کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بچوں کی روٹی کے ٹکڑوں کو کتوں کے سامنے نہیں ڈالا جا سکتا مگر جب اس نے کہا کہ ''کتے بھی میز کے تلے لڑکوں کی روٹی کے ٹکڑوں سے کھاتے ہیں۔'' تو پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ (متی ۱۵-۲۱ تا ۲۸)

مگر فارقلیط (احمد ﷺ) کی نبوت مخصوص نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی سے ثابت ہے کہ اس کی نبوت ساری بنی نوع انسانیت کے لئے ابد تک

ہو گی لہٰذا محمد ﷺ ہی خاتم النبین ہیں اور کسی قوم کی طرف نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ختم النبیان وختم بی الرسل '' میرے بعد نبوت و رسالت ختم ہو چکی۔ ''آپ ﷺ ہی کونے کے سرے کے پتھر ہیں۔''

پادری صاحب کا اعتراض:۔

پادری صاحب لکھتے ہیں یہاں الفاظ ابد تک بڑے اہم ہیں، کوئی خاکی انسان بھی خواہ وہ اعلیٰ ہے یا ادنیٰ مومن ہے یا کافر ہے، پیر ہے یا فقیر۔ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ ابد تک رہے گا.......... پس یہ دعویٰ ہرگز درست نہیں کہ فارقلیط جس کا وعدہ حضور مسیح نے اپنے حواریں سے فرمایا کہ کوئی بشر ہو سکتا ہے۔'' (فارقلیط از وکلف اے سنگھ)

ہم کہتے ہیں کہ ''ابد تک رہے گا'' فارقلیط کی نبوت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خاتم النبین ہو گا اور اس کی نبوت ابد تک ہو گی۔ کیونکہ وہ آخری نبی ہو گا اور تمام بنی نوع انسان کے لئے ابد تک رسول ہو گا۔ جیسا کہ بائبل میں انہیں کونے کا سرے کا پتھر کہا گیا ہے۔

اگر جیسا پادری صاحب نے کہا ویسا ہو تو پھر حواریوں کو بھی ابد تک زندہ رہنا چاہئے تھا، کیونکہ یہ وعدہ حواریوں سے تھا کہ ''وہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔'' حواری تو مر گئے پھر وہ ابد تک کن کے ساتھ رہے گا؟ پس معلوم ہوا کہ وہ ابد تک رہے گا سے مراد فارقلیط کی ابدی نبوت ہے۔

رہا پادری صاحب کا یہ اعتراض کہ فارقلیط کا وعدہ حواریوں سے کیا گیا تھا، لہٰذا وہ یہ وعدہ بھی ان کی زندگی میں پورا ہونا چاہئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اعتراض انتہائی لغو اور بے ہودہ ہے، اس جملہ کی طرف ہی غور فرمایئے کہ اگر فارقلیط سے مراد روح ہے جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے تو پھر روح کو بھی اور حواریوں کو بھی ابد الآباد موجود

ہونا چاہیے؟ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس کے بعد ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور بادلوں پر آتے دیکھو گے۔'' (متی ۲۶-۴۶)

دیکھئے جن لوگوں کے سامنے جناب مسیح نے یہ پیشین گوئی فرمائی، انہیں مرے ہوئے زمانے گزر گئے مگر انہوں نے حضرت مسیح کو آسمان کے بادلوں پر آتا نہیں دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ تم کے مخاطب سننے والے نہیں بلکہ جو اس وقت دنیا میں موجود ہوں گے وہ لوگ ہیں۔ اور یہی بات ہم فارقلیط کی بشارت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کے مخاطب وہ لوگ نہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں تھے، بلکہ وہ لوگ ہیں جو فارقلیط محمد ﷺ کے ظہور کے وقت موجود ہونگے۔ مگر نہ ہی روح ابد الآباد ان کے ساتھ رہی اور نہ ہی حواری ابد الآباد رہنے والے تھے۔ لہٰذا یہ سب اعتراض محض حسد اور تعصب کی بناء پر ہیں۔ ایسی بات نہیں کہ پادری صاحب ان حقائق سے لاعلم ہیں بلکہ پادری صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو فرمان سنایا اس میں موجود یہ جملہ محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت پر اشارہ ہے۔ عیسائیوں کا بلاوجہ اور بلا دلیل مسیح کو ابدیت کا باپ کہنا انتہائی لغو ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا دعویٰ ہے اب اس کے برعکس حضرت مسیح کی سنئے آپ اپنے آخری وعظ میں فرماتے ہیں اور اسی پیشین گوئی کے الفاظ ہیں ''میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا مددگار (فارقلیط) بخشے گا جو ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔

عیسائیوں کے اس دعویٰ کو حضرت مسیح نے بذات خود رد فرما دیا ہے اس کی تائید یسعیاہ ۹-۱۴ سے بھی ہوتی ہے۔ ''اس لئے خداوند اسرائیل کے سر اور دم اور خاص و عام کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالے گا۔'' یہ الفاظ بالکل اس پیشین گوئی سے ملے ہوئے ہیں جس میں ہدایت کی خبر دی گئی ہے جس میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابدیت کا باپ اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ بے شک یہ صفت تو ہمارے آقا سیدنا محمد رسول

اللہ ﷺ کے لئے خاص ہے جو خاتم النبیین ہیں۔ غور فرمایئے۔

① پہلے بنی اسرائیل میں ہزاروں نبی ہوئے اب محمد ﷺ کے بعد کیوں یہودیوں میں بھی کسی کی نبوت تسلیم نہیں کی گئی؟

② عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور محمد ﷺ سے پہلے عیسائیوں میں متعدد رسول مانے گئے لیکن محمد ﷺ کی نبوت کے آجانے سے کیوں عیسائیوں کے اندر بھی کسی کو رسول نہیں مانا گیا؟

③ ہندوستان میں ۳۳ کروڑ دیوتا ہوئے ہیں، لیکن محمد ﷺ کے بعد یہاں بھی ہندوؤں میں کوئی اوتار نہیں اترا۔

④ وید کی ایک ایک شرتی کا درشن ایک ایک رشی نے پایا لیکن محمد ﷺ کے بعد کیوں کسی رشی کو کسی شرتی کے درشن نہیں ہوئے؟

⑤ ایران میں زردشت جاماسپ وغیرہ پر یزدانی سروش اترتا تھا، اب پارسیوں کے پاس یزدانی احکام کیوں نہیں آتے؟ یہ سب قدرت کے روشن دلائل ہیں کہ ارادت الٰہیہ نے نبوت کے سلسلہ کو حضور صادق المصدوق خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس و انور پر ختم فرما دیا ہے اور اس سلسلہ کی ختمیت کا یقین بنی نوع انسان کی طبائع میں مرکوز کر دیا ہے۔ بے شک محمد ﷺ کی ذات بابرکات کو ہی ابد تک سلامتی کا شہزادہ ہونے کا شرف حاصل ہے وہ تمہارے ساتھ ابد تک رہے گا اور خاتم النبین دونوں مترادف اور ہم معنی ہیں اور نبی اکرم ﷺ پر نبوت کا ختم ہونا مسلمہ حقیقت ہے۔

⑤ پانچویں نشانی: ”وہ میری گواہی دے گا۔“

اس روح نے کسی کے سامنے مسیح کے حق میں کوئی گواہی نہیں دی اس لئے کہ جن شاگردوں پر وہ روح نازل ہوئی، انہیں کسی گواہی کی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ شروع سے مسیح کے ساتھ رہے اور کیا حق مسیح کو جانتے تھے پھر ایسے لوگوں کو

سامنے شہادت فضول اور بیکار ہے۔ (ب) عہد نامہ جدید کے مطابق روح مسیح کے بارہ حواریوں پر نازل ہوئی۔ اس کے برعکس مروجہ چاروں انجیلوں سے ثابت ہے کہ اس واقعہ سے قبل بلکہ مسیح کے مصلوب ہونے سے بھی قبل مسیح کو پکڑوانے والے یہوداہ اسخریوطی کی موت واقع ہو چکی تھی۔ پھر اس موقع پر بارہواں شاگرد کہاں سے آ گیا؟ اس وقت محض گیارہ شاگرد باقی تھے؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ روح کے نزول کا قصہ ہی من گھڑت ہے۔ مسیح کے حواریوں کو کسی گواہی کی ضرورت نہ تھی۔ رہے وہ منکرین جن کو واقعی گواہی کی ضرورت تھی، ان پر روح کا نزول ہی نہیں ہوا، محض پولس کے حوالے سے نزول روح کا ثبوت پیش کرنا صرف حماقت ہوگا جبکہ ثابت ہو چکا کہ اس وقت گیارہ شاگرد تھے، چنانچہ پولس کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے۔

"ہر ایک کاہن تو کھڑا ہو کر ہر روز عبادت کرتا ہے اور ایک ہی طرح کی قربانی بار بار گذارنتا ہے جو ہرگز گناہوں کو دور نہیں کر سکتیں لیکن یہ شخص ہمیشہ کے لئے گناہوں کے واسطے ایک ہی قربانی گذارن کر خدا کی داہنی طرف جا بیٹھا اور اسی وقت سے منتظر ہے کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں تلے کی چوکی بنیں کیونکہ اس نے ایک ہی قربانی گذران کر ان کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا ہے جو پاک کئے جاتے ہیں اور روح القدس بھی ہم کو یہی بتاتا ہے کیونکہ یہ کہنے کے بعد کہ خداوند فرماتا ہے جو عہد میں ان دنوں کے بعد ان سے باندھوں گا وہ یہ ہے کہ میں اپنے قانون ان کے دلوں پر لکھوں گا اور ان کے ذہن میں ڈالوں گا۔" (عبرانیوں ۱۰-۱۱ تا ۱۶)

خط کشیدہ جملوں میں غور فرمائیے "لیکن یہ شخص" یہ الفاظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت پر دال ہیں۔ "خدا کی داہنی طرف جا بیٹھا" سینٹ پال کا یہ جملہ بھی تثلیث کی نفی میں ہے کیونکہ اقنوم کو دائیں جانب نہیں بلکہ اپنے جوہر سے جا کر ملنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ دائیں جانب سے مراد نیک لوگ ہیں۔ قرآن حکیم میں بھی نیک لوگوں کو دائیں جانے والے بد لوگوں کو بائیں جانے والے کہا گیا ہے۔ اور پھر یہ

جملہ کہ اس وقت سے منتظر ہے کہ اس کے دشمن اس کے پاؤں تلے کی چوکی بنیں۔ اس جملہ سے مسیح کی بشریت اور مجبوری کا اظہار ہوتا ہے جو بشریت پر دال ہے۔ اللہ مختار کل اور قادر مطلق ہے۔ خود انجیل لوقا میں لکھا ہے کہ "کوئی بات خدا کے نزدیک ناممکن نہیں۔" (لوقا ۱-۳۷)

یہ ساری عبارت اور یہ سارے جملے مروجہ عیسائیت اور ان کے عقائد باطلہ کے رد میں ہیں۔ مگر ستم ظریفی دیکھئے کہ بعض پادری صاحبان بطور ثبوت پولس کے یہ الفاظ پیش کرتے ہیں کہ روح نے انہیں وہی یاد دلایا جو مسیح نے کہا حالانکہ اس پوری عبارت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح القدس نے یہی یاد دلایا کہ اب ایک نیا عہد باندھا جائے گا اور روح القدس نے بھی اس پیشین گوئی کو یاد کروایا لہٰذا ثابت ہوا کہ روح القدس کا اس پیشین گوئی سے کوئی واسطہ ہی نہیں بلکہ روح القدس نے بھی فارقلیط کی آمد کی خوشخبری کے الفاظ دہرائے اور ساتھ اس نشانی کا ذکر بھی کیا۔ "روح القدس بھی ہم کو یہی بتاتا ہے، کیونکہ یہ کہنے کے بعد کہ خداوند نے فرمایا جو عہد میں ان دنوں کے بعد ان سے باندھوں گا وہ یہ ہے کہ میں اپنے قانون ان کے دلوں پر لکھوں گا اور ان کے ذہن میں ڈالوں گا۔"

دیکھئے روح القدس بھی نئے قانون کی خوشخبری سناتا ہے اور اس نئے قانون کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اور دماغوں میں محفوظ ہوگا۔ اس نئے قانون سے مراد قرآن کریم ہے جو ابدی انجیل ہے اور جسے یہ شرف حاصل ہے اور اس کے لاریب ہونے کی یہ نشانی ہے کہ ہر دور میں لاکھوں سینوں اور دماغوں میں محفوظ رہا اور یہ حفظ قرآن کا سلسلہ آج تک جاری و ساری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس کے برعکس بائبل کا پوری دنیا میں کوئی ایک حافظ کسی دور میں بھی نہیں پایا گیا اور انشاء اللہ نہ آئندہ ہی ہوگا۔ لہٰذا پولس کے اس فرمان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روح نے مسیح کے متعلق یاد دہانی کروائی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح

القدس نے حضرت مسیح کی فارقلیط والی پیشین گوئی کو دوبارہ یاد کروایا اور فارقلیط پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم جو نیا قانون ہو گی اس کی نشانی بیان کی کہ وہ لوگوں کے سینوں اور دماغوں میں محفوظ ہوگا۔ یہ نظارہ آپ ہر شہر کے ہر محلے میں دیکھ سکتے ہیں کہ دس سالہ بچہ بھی اس نئے قانون کو حرف "ا" سے لیکر والناس کی "س" تک اپنے سینے میں محفوظ کئے ہوئے ہے اور اس شرف کو حفظ قرآن کہتے ہیں۔

(ج) فارقلیط کی پیشین گوئی صرف یوحنا کی انجیل میں ہے۔ باقی تینوں انجیلیں اس پیشین گوئی سے خالی ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ یوحنا کی انجیل پہلی صدی عیسوی کے آخر میں یا دوسری صدی کے شروع میں لکھی گئی، بہرحال عیسائی علماء کی تحقیق کے مطابق ۹۸ء یا پھر دوسری صدی کے شروع میں یعنی اس انجیل کے معرض وجود میں آنے سے قبل روح وغیرہ پینتی کست کا واقع تو بہت پہلے گذر چکا تھا، بلکہ اس وقت تو مسیح کے کئی حواری بھی وفات پا چکے تھے۔ اگر اس پیشین گوئی کا تعلق روح القدس سے ہوتا اور اس انجیل کے لکھنے سے قبل یہ واقعہ تو گذر چکا تھا۔ ایسی صورت میں تو انجیل نگار سے ایک حوآ بنا لیتے اور پھر یوحنا اس کی صراحت فرماتے۔ مگر ایسا کچھ نہیں، کیونکہ ایسا کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ پولس کے الفاظ سے تو ثابت ہے کہ اس روح نے بھی نبی موعود کا تذکرہ کیا اور نئے قانون کی صفت لوگوں کو سنائی۔

(د) سینٹ پطرس نے واضح اعلان کر کے کہا کہ "یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی۔" (اعمال ۲-۱۴،۱۶)

دیکھئے روح القدس، سینٹ پال اور سینٹ پطرس سب گواہی دے رہے ہیں کہ پینتی کست کے دن روح کے نزول کا تعلق مسیح کی پیشین گوئی سے نہیں بلکہ یوئیل نبی کی پیشین گوئی سے ہے۔

محمد ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گواہی دی:۔

نبی اکرم ﷺ اپنی مخالفت کے سخت ترین دنوں میں جب بت پرست، آتش

پرست اور یہود و نصاریٰ سب آپ کی جان کے دشمن تھے، ان تنگی کے دنوں میں بھی آپ نے جہاں بت پرستوں کو ان کی بت پرستی پر تنبیہ فرمائی اور انہیں صرف ایک اللہ کی عبادت کا حکم سنایا اور اسی طرح یہودیوں اور نصرانیوں دونوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق گواہی دی۔ یہودی جناب مسیح کو مطعون کرتے، طعنے کستے اور نعوذ باللہ انہیں ولد الزنا ٹھہراتے اور انہیں اللہ کا پیغمبر ہی تسلیم نہ کرتے بلکہ انہیں نعوذ باللہ جھوٹا جانتے اور کہتے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھا دیا ہے۔ دوسری طرف عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی محبت میں اس درجہ غلو سے کام لیا کہ انہیں الوہیت کے مقام پر جا پہنچایا اور بالکل مشرکانہ اور بت پرستانہ عقائد بنا لئے۔ چنانچہ حضور صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے مریم علیہا السلام کے صدیقہ اور طاہرہ ہونے، عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر اور معصوم ہونے کا اعلان کیا۔ اور ان کی بغیر باپ پیدائش کو اللہ کی قدرت کا مظہر گردانا اور یہودی نظریات کی سختی سے تردید فرمائی اور عیسائیوں نے جو عقائد عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق از خود گھڑ رکھے تھے، ان کی بھی نفی فرمائی اور مسیح کے دعویٰ الوہیت کے متعلق مسیح کی برأت کی شہادت دی جو کفر و گمراہی کی سب سے بری قسم ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک سورۃ کا نام ہی سورۃ مریم علیہا السلام ہے جس میں ان دونوں ماں بیٹوں کے حالات و واقعات کا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم کے متعدد مقامات پر ماں بیٹے دونوں کی برأت، پاکدامنی مذکور ہے اور احادیث میں بھی بکثرت ملتی ہے اور گذشتہ صفحات میں آپ جان چکے کہ قیامت کے روز بھی آپ کی امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برأت کی شہادت دیں گے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جملہ کہ وہ میری گواہی دے گا سے یہی مراد ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ دنیا بھر میں صرف اسلام واحد مذہب ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور معصوم پیغمبر تسلیم کرتا ہے۔ گویا امت محمدیہ بھی ان کی معصومیت اور رسالت پر گواہ ہے۔

پادری وکلف اے سنگھ صاحب لکھتے ہیں کہ روح حق جس بات کی گواہی دے

گا وہ یہ نہیں تھی کہ حضور مسیح اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبی ہیں یا بن باپ پیدا ہوئے۔
(فارقلیط از وکلف اے سنگھ)

پادری صاحب بزعم خود لکھتے ہیں کہ وہ گواہی تو مسیح کے مصلوب ہونے کی تھی، پھر عقیدہ کفارہ کو درمیان میں گھسیڑ لاتے ہیں۔ جبکہ خود بائبل کے متعدد مقام سے اس من گھڑت عقیدے کا رد ثابت ہے اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے لہٰذا یہ عذر تو بالکل نامعقول ہے کیونکہ یہ عقیدہ تو بائبل سے بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ ایک من گھڑت عقیدہ ہے جسے سمجھا جا سکتا ہے نہ سمجھایا جا سکتا ہے۔ اس لئے پادری صاحب کی تاویل بالکل باطل ہے، کفارہ تو من گھڑت عقیدہ ہے۔

⑥ چھٹی نشانی: اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو:۔

یہ قول واضح طور پر بتاتا ہے کہ حواریوں کی شہادت فارقلیط کی شہادت کے علاوہ دوسری شہادت ہے لیکن اگر اس سے مراد وہ روح لی جائے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پینتی کست کے دن نازل ہوئی تو دونوں شہادتیں حواریوں نے دی تھیں، کوئی مستقل شہادت نہیں تھی۔ اس لئے کہ یہ روح معبود اور معبود کے ساتھ تھی اور نزول، حلول، استقرار اور شکل وصورت جیسے جسمانی عوارض سے پاک تھی۔ اس لئے بائبل کی تصریح کے مطابق یہ ایک تیز آندھی کی طرح آتشیں زبانوں کی صورت میں نمودار ہوئی تھی۔ پھر کتاب اعمال کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں پر مستقر ہوگئی، لہٰذا جن لوگوں پر یہ روح نازل ہوئی تھی، ان کی کیفیت بعینہٖ اس شخص کی مانند تھی، جن پر جن مسلط ہو گیا ہو، جس طرح ایسی حالت میں جن کا کلام بعینہٖ حوارئین کی شہادت بن گئی تھی۔ لہٰذا دونوں شہادتوں کو الگ الگ شہادتیں نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے برعکس نبی موعود محمد ﷺ کے متعلق دو مختلف شہادتیں مانی جائیں گی۔ حواریوں کی الگ اور فارقلیط کی الگ نمبر پانچ میں روح کی شہادت کا تفصیلاً ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس طرح یہ کسی صورت بھی زمانہ حال سے متعلق نہیں رہتی۔ لہٰذا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ

''اس جملہ کا تعلق زمانہ حال سے تھا، چھ سو سال بعد کے فارقلیط ﷺ سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔'' یہ بالکل غلط ہے۔ رہی یہ بات کہ تم اسے جانتے ہو تو حواریوں کا نبی موعود کو جاننا کچھ مشکل نہ تھا، کیونکہ عہد کے رسول خاتم النبیین محمد ﷺ کے متعلق ہر آسمانی کتاب میں بشارتیں موجود تھیں۔ یہودی بھی ''وہ نبی ﷺ'' کی آمد کے منتظر تھے، عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بار بار تلقین فرمائی تھی اور اپنے حواریوں کو یاد دہانی کروائی تھی کہ خاتم النبیین کی آمد آمد ہے، لہٰذا ان پیشین گوئیوں کے پیش نظر وہ اچھی طرح جانتے تھے، اس لئے یہ فرمایا کہ تم اسے جانتے ہو۔ پادری صاحب نے یہ جملہ نقل نہیں کیا اور نہ اس پر کوئی کلام کیا۔

⑦ ساتویں نشانی ''تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہوگا'':-

ہم کہتے ہیں کہ اس جملہ کے تحت پادری صاحب لکھتے ہیں کہ یہاں حضور مسیح اپنے حواریوں کو یاد دلاتے ہیں کہ جس فارقلیط کا میں نے تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے، تم اسے پہلے سے ہی جانتے ہو......... یہ زمانہ حال سے متعلق ہے اس کا چھ سو سال بعد کے فارقلیط سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ پھر یہی نہیں کہ وہ ان کے ساتھ ہے بلکہ وعدہ کیا جاتا ہے کہ وہ حضور مسیح کی عدم موجودگی میں جو کہ اس وقت تک ہنوز مستقبل تھی ان کے اندر سکونت کریگا۔'' (فارقلیط از وکلف اے سنگھ)

پادری صاحب کا یہ اعتراض کئی وجوہات سے باطل ہے ''جانتے ہو'' سے مراد ہے کہ فارقلیط کی آمد تو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے لوگ بھی جانتے تھے اور بنی اسرائیل شدت کے ساتھ ''وہ نبی'' کے منتظر تھے اس لئے آپ کی آمد مشہور و معروف تھی، لہٰذا آپ نے فرمایا تم اسے جانتے ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ تمہارے ساتھ رہتا ہے بلکہ آپ نے تو اس کی آمد کو اپنے جانے پر مشروط فرمایا، اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا۔'' میں نے تم سے اس کے ہونے سے بیشتر کہہ دیا ہے تا کہ

جب ہو جائے تو تم ایمان لاؤ۔"

⑦ اور تمہارے اندر ہو گا

مراد یہ ہے کہ وہ ابراہیم کی اولاد میں سے ہوگا اور ابراہیم کا ہی بیٹا ہو گا جو تمہارے بھائی ہیں یعنی تمہارے بھائیوں میں سے ہو گا۔ رہی بات کہ چھ سو سال بعد کے فارقلیط کا اس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس جملے کو اہل کتاب نے محض الجھاؤ پیدا کرنے کیلئے اس میں تبدیلی کی۔ ممکن ہے آپ نے فرمایا ہو کہ "تم اسے ایسے جانتے ہو جیسے تمہارے ساتھ رہتا ہو اور تمہارے اندر ہو۔" ظاہر ہے کہ اس جملے میں تحریف کی گئی کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام اس پیشین گوئی کو اس طرح شروع فرماتے ہیں۔ "لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔" دیکھئے جملہ تاکیدی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فارقلیط کی آمد کو اپنے جانے پر معلق کر رہے ہیں۔ دوسرا "لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا۔" نیز "میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا۔" لہٰذا یہ ضروری ہے "تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہوگا" سے یہ مراد نہ لی جائے کہ وہ فی الحال تم میں مقیم ہے ورنہ یہ مسیح کے درج بالا اقوال کے معارض اور منافی ہو گا جو اقوال وضاحت کے ساتھ گواہی دے رہے ہیں کہ فارقلیط زمانہ آئندہ میں آنیوالا ہے۔ لہٰذا ان اقوال کے پیش نظر دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں کہ یہ جملہ تالیفی ہے جسے محض ابہام پیدا کرنے کیلئے بڑھا دیا گیا ہے یا پھر یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ اپنے بعد میں آنے والے قول کی طرح یہ بھی استقبال کے معنی میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ "وہ زمانہ مستقبل میں تمہارے پاس قیام کرے گا۔" پھر اس کے محمد ﷺ پر

صادق آنے میں کوئی خدشہ نہیں رہتا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بائبل کے دونوں عہد ناموں میں زمانہ آئندہ کی باتوں کو حال بلکہ بعض اوقات ماضی کے صیغوں سے بکثرت تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً کتاب حزقی ایل باب ۳۹ کی ابتداء میں حضرت حزقی ایل علیہ السلام نے یاجوج و ماجوج کے نکلنے اور اسرائیلی پہاڑوں پر پہنچ کر اس کے ہلاک ہونے کی خبر دی ہے اور اس کے بعد آیت ۸ میں فرمایا ہے۔ "دیکھ وہ پہنچا اور وقوع میں آیا، خداوند فرماتا ہے یہ وہی دن ہے جس کی بابت میں نے فرمایا تھا" دیکھئے اس جملہ میں کس طرح ایک آئندہ ہونے والے واقعہ کو صیغہ ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس لئے اس کا ہونا یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر تھا۔ حالانکہ آج تک یہ واقعہ ظاہر نہیں ہوا اور اب تک کسی کو معلوم بھی نہیں کہ یہ واقعہ کب واقع ہوگا؟

(ب) دنیا میں ایک بھی سچا مسیحی نہیں:-

ہمیں یہ بات لکھنے کی چنداں ضرورت پیش نہ آتی، اگر بزعم خود پادری وکلف اے سنگھ ایسا دعویٰ نہ کرتے، چنانچہ پادری صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ وعدہ نہ صرف حوارئین کے سلسلے میں پورا ہوا، بلکہ متابعین کے آغاز مسیحیت سے ہر سچا ایماندار مسیحی اس کی گواہی دیتا آیا ہے اور آج بھی بے شمار لوگ اس کے زندہ ثبوت ہیں۔"

(فارقلیط از پادری وکلف اے سنگھ)

دوسرے مقام پر پادری صاحب لکھتے ہیں:-

حضور مسیح کے ہر ایک سچے پیروکار کا یہ تجربہ ہے کہ روح حق حضور مسیح کے الفاظ و تعلیمات کو سمجھنے میں اس کی مدد کرتا ہے (فارقلیط، ص ۴۰)۔

ہم کہتے ہیں پادری صاحب! یہ دعویٰ کرنا آسان مگر اس دعویٰ کو عملاً ثبوت کرنا اتنا ہی مشکل ہے۔ شاید آپ نے بائبل میں سچے مسیحی کی نشانیوں کو نہیں پڑھا۔ آیئے ہم آپ کو آئینہ دکھاتے ہیں، مگر اس سے پہلے اس حقیقت پر ایک نظر ڈالئے۔ ہر کوئی بخوبی جانتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد عیسائیت کا وجود ختم ہو گیا اور

پولسیت نے رواج پایا، اسی طرح عیسائیت پولسیت میں بدل گئی اور آخر کار بالکل مشرکانہ اور بت پرستانہ شکل اختیار کر لی۔ ابدی عہد ختنے کے منکر ہو گئے اور وعدہ کو توڑ دیا۔ عقیدہ تثلیث اور عقیدہ کفارہ جیسے کفریہ عقائد گھڑ لئے یہ صرف ہم نہیں کہتے بلکہ آپ کے معروف مسیحی فاضل لیکی نے اس حقیقت کو خوش دلی سے قبول کیا اور لکھا ہے۔

(Christianity) assumed a form that was quite as Polythestic and quite as Polotheistic and quite as idolatrous as the ancient paganisim. (W.E.H Lecky History of European Moral Vol 2 Page 97)

''عیسائیت نے ایسی شکل اختیار کر لی جو قدیم مذاہب کی طرح بالکل مشرکانہ و بت پرستانہ تھی۔''

یقیناً آپ اور دیگر عیسائی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، اس لئے ہم بائبل عہد نامہ جدید سے حضرت مسیح کی زبانی سچے مسیحی کی نشانیاں بیان کرتے ہیں اور ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا بھر میں ایک بھی مسیحی اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اگر کوئی مسیحی ہمارا چیلنج قبول کرنا چاہے تو ہم بائبل سے معیار کی وہ کسوٹی نکال کر دیتے ہیں اور درخواست کریں گے کہ سب سے پہلے وکلف اے سنگھ صاحب اس معیار پر پورا اتر کو دکھائیں۔ پھر انہیں اختیار ہے کہ دنیا بھر سے صرف ایک مسیحی ڈھونڈ لائیں جو اس معیار پر پورا اتر سکے، ہم تسلیم کرنے کو تیار ہیں، فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے۔

① ''میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کوئی (سچا مسیحی) اس پہاڑے سے کہے اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دل میں شک نہ کرے، بلکہ یقین کرے کہ جو کہتا ہے وہ ہو جائیگا تو اس کے لئے وہی ہوگا اس لئے میں تم سے سچ کہتا ہوں جو کچھ تم دعا میں مانگتے ہو، یقین کرو کہ تم کو مل گیا اور وہ تم کو مل جائیگا۔ (مرقس ۱۱-۲۳، ۲۵)

برا ہو، مصلحین بائبل کا جو اس معیار پر پورا نہیں اتر سکتے تھے تو انہوں نے اس میں تحریف کر ڈالی، حالانکہ اصل عبارت کچھ اس طرح تھی، ہم اصل عبارت بھی آپ کو یاد کروائے دیتے ہیں۔ ”وے جو ایمان لائیں گے ان کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی کہ وے میرے نام سے دیووں کو نکالیں گے اور نئی زبانیں بولیں گے، سانپوں کو اٹھالیں گے اگر کوئی ہلاک کرنے والی چیز پئیں گے انہیں کچھ نقصان نہ ہوگا، وے بیماریوں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے۔“

② آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب شاگرد آسیب زدہ مصروع کو آسیب سے نجات نہ دلا سکے تو بقول مقدس لوقا فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ”اے بے اعتقادو اور گمراہ پشت میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہاری برداشت کروں گا۔“ (لوقا-۹، ۲۹)

”اور مسیح نے خود اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ جس شہر میں جاؤ، وہاں کے بیماروں کو شفا دو۔“ (لوقا ۱۰-۱۰)

③ ”دیکھو میں نے تمہیں سانپوں اور بچھوؤں کے روندنے اور دشمن کی ساری قوت پر اختیار دیا ہے اور تم کو کسی چیز سے ضرر نہ ہوگا۔ (لوقا ۱۱-۲۰)

④ خداوند نے کہا کہ ”اگر تم رائی کے دانے برابر بھی ایمان رکھتے اور تم اس شہتوت سے کہتے کہ جڑ سے اکھڑ جا اور سمندر میں جا لگ تو تمہاری مانتا۔“ (لوقا ۱۲-۶)

⑤ ”میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے وہ بھی یہ کام کریگا جو میں کرتا ہوں بلکہ اس سے بھی بڑے کام کریگا۔“ (یوحنا ۱۴-۱۳)

جی ہاں پادری صاحب! اگر آپ یا پھر دنیا بھر میں کسی بھی عیسائی کا ایمان اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے اور آپ میں یا کسی بھی عیسائی میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہے تو یہ بڑی مفید چیز ہے۔ آپ ہر وہ کام کیجئے جو مسیح کیا کرتے تھے بلکہ اس

سے بھی بڑے بڑے کام۔ آپ خطرناک بیماریوں میں مبتلا مریضوں کو محض چھونے سے اچھا کریں۔ نئی نئی زبانیں بولیں، خطرناک کو برا قسم کے سانپوں سے اٹھکیلیاں کریں۔ ہلاک کرنے والے زہر پئیں اور لوگوں کو یہ منظر دکھائیں۔ روٹیوں میں برکت ڈالیں، پانی کے مٹکے سے شراب بنائیں۔ ایک صلیب بنائیں اور اس کے اوپر چڑھیں اور پھر مرنے کے بعد زندہ ہو جائیں۔ دیکھئے کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ ہسپتال بند ہو جائیں گے، بیماریوں کا وجود مٹ جائے گا۔ بت پرست اور دیگر ادیان و مذاہب کے لوگ یہ کمالات اور عجائبات دیکھ کر مسیحیت میں داخل ہو جائیں گے۔ اگر اس کے برعکس آپ میں درج بالا کوئی بھی صفت موجود نہیں ہے تو پھر آپ کے یہ دعوے عبث ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے اور حق بجانب ہیں کہ ان لوگوں میں رائی کے برابر ایمان نہیں۔ لہٰذا ایسا دعویٰ کرنے سے پہلے آپ کو سوچنا چاہیے تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بڑے بڑے کام نہ سہی، عیسیٰ علیہ السلام جیسے کام ہی کر دکھایئے، اگر نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے، تو پھر اپنے سچے مسیحی ہونے کا ڈھنڈورا پیٹنا چھوڑ دیجئے اور تسلیم کر لیجئے کہ آپ سچے پولسی ہیں۔ پھر سچے مسیحیوں نے روح القدس کی تائید سے کیا سیکھا؟ تثلیث یا کفارہ؟ اگر تثلیث تو پادری فنڈر صاحب لکھتے ہیں ''عقل انسانی یسوع مسیح کی الوہیت کا مرتبہ دریافت کرنے اور پہچاننے میں عاجز اور قاصر ہے'' (میزان الحق، ص ۱۴۷)۔ اسی طرح کفارہ کا حال ہے نہ کوئی سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھا سکتا ہے۔ تثلیث اور کفارہ کے علاوہ جو کچھ ہے اس کو لعنت کا نام دیا گیا ہے اور ان دونوں کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔

⑦ ساتویں نشانی: ''اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا'':۔

''اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار (فارقلیط) تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں تو اسے بھیج دوں گا۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان سے بخوبی ثابت ہوتا

ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فارقلیط کی آمد کو اپنے جانے پر معلق کر رہے ہیں حالانکہ وہ روح حواریوں پر عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں نازل ہو چکی تھی جبکہ آپ نے ان کو اسرائیلی شہروں کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس وقت روح کا نزول عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقوف نہیں کیا گیا۔ لہٰذا نتیجہ صاف ہے کہ مددگار (فارقلیط) سے مراد روح ہرگز نہیں ہو سکتی بلکہ اس کا حقیقی مصداق یقیناً وہی شخص ہو سکتا ہے جس سے حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے قبل کسی قسم کا فیض حاصل نہیں کیا۔ اور اس کی آمد مسیح کی روانگی پر موقوف ہو اور یہ ظاہر ہے کہ یہ پوری بات حضور صادق المصدوق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے، کیونکہ آپ کی تشریف آوری عیسیٰ علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد ہوئی اور آپ کی آمد عیسیٰ علیہ السلام کی روانگی پر موقف بھی تھی، وہ اس لئے کہ دو مستقل شریعتوں والے پیغمبروں کا وجود ایک زمانہ میں ممکن نہیں اور پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین کی حیثیت سے آنے والے تھے۔

پادری صاحب کی علمی خیانت:۔

پادری صاحب نے یہ جملہ اور نشانی نقل نہیں کی کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کے رسالے میں بہت ساری باتوں کی نفی صرف اس ایک جملہ سے ہو جاتی۔ لہٰذا موصوف نے عافیت اسی میں سمجھی کہ اسے نقل ہی نہ کیا جائے:۔

⑧ آٹھویں نشانی: "وہ دنیا کو قصور وار ٹھہرائے گا":۔

کیتھولک بائبل کے مطابق "دنیا کو گناہ صداقت اور عدالت کے بارے میں تقصیر وار ٹھہرائے گا۔" یہ قول حضور صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نص جلی کے درجہ میں ہے۔ یعنی جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ پر ملامت کریگا۔ گناہ صداقت اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے شخص ہیں جنہوں نے سارے جہان کو للکارا اور ملامت کی بالخصوص یہودیوں کو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے اور بن باپ پیدائش کے طعنے کسنے اور نعوذ باللہ مریم کو بدچلن اور عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا

کہنے پر اور ان کے اس قول پر کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر دیا ہے، حالانکہ وہ مصلوب نہ کر سکے، بلکہ اللہ نے ان کے پاؤں کو ٹھوکر بھی نہ لگنے دی اور انہیں زندہ اٹھا لیا۔ ان جیسی باتوں کے متعلق ایسی ملامت فرمائی جس میں شاید کوئی کٹر معاند اور متعصب دشمن ہی اختلاف کر سکتا ہے۔ لہٰذا فارقلیط ﷺ جو کہ گناہ، راستبازی اور عدالت کے قصور وار ٹھہرانے والے ہیں۔ یہودیوں کو گناہ اور غلط عدالت کا مرتکب ٹھہرایا اور ان کی تقصیر کی اور عیسائیوں کو ابن اللہ، کفارہ شریعت سے آزادی وغیرہ جیسے عقائد گھڑ لینے کے سبب انہیں ملامت فرمائی اور ان باتوں سے مسیح کو بری اور ان کے پیروؤں کو اس کا قصور وار ٹھہرایا۔ مریم صدیقہ کو پاک دامن اور معصوم مسیح کو راستباز اور اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ٹھہرانے کا کام تاریخی عالم میں محمد رسول اللہ ﷺ نے کیا اور آپ ہی کے خلف الرشید امام مہدی، کانے دجال اور اس کے ماننے والوں کو قتل کرنے میں عیسیٰ علیہ السلام کے رفیق اور معاون ہونگے۔ بخلاف نازل ہونے والی روح کے کہ اس کا ملامت کرنا، قصور وار ٹھہرنا، کسی اصول کے ماتحت درست نہیں ہوتا۔ اور اس کے نزول کے بعد بھی حواریوں کا منصب ملامت کرنے کا نہ تھا۔ اس لئے کہ وہ لوگ قوم کو ترغیب اور وعظ کے ذریعہ دعوت دیتے تھے۔ ملامت کرنا تو درکنار سینٹ پال تو صرف دعوت کی خاطر شریعت کو لعنت کہنے سے بھی نہ شرماتا حتیٰ کہ وہ سب کے لئے سب کچھ بنا ہوا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ پادری وکلف اے سنگھ بھی اپنے مقدس پولوس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پینترے بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ چنانچہ پادری صاحب اپنے رسالہ فارقلیط کے صفحہ ۴۶ سے صفحہ نمبر ۵۵ تک اسی جملہ کی تفسیر میں مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ بڑے گھوڑے دوڑانے کے بعد جب یہ ثابت نہ کر سکے کہ روح نے کس کو قصور وار ٹھہرایا، جب کچھ نہ بن سکا تو پادری صاحب نے سیدھی چھلانگ لگائی اور عقیدہ کفارہ پر جا کر دم لیا اور درمیان میں خواہ مخواہ کفارہ کو گھسیڑ لائے۔ واہ! کیا خوب، ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ پادری صاحب

دلائل سے ثابت کرتے کہ روح نے دنیا کو ملامت کیا اور قصور وار ٹھہرایا مگر پادری صاحب نے پینترا بدلا اور عقیدہ کفارہ پر جا دم لیا اور پھر مطمئن ہو گئے۔

؎ دل کے خوش کرنے کا غالب یہ خیال اچھا ہے

اگر پادری صاحب اپنے بنیادی پتھر عقیدہ کفارہ کو درمیان میں گھسیڑ ہی لائے ہیں تو اگرچہ ہمیں اختصار مطلوب ہے، پھر بھی ہم انشاء اللہ اس عقیدہ کی حقیقت قارئین پر اچھی طرح واضح کریں گے۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جو گناہ حضرت آدم علیہ السلام سے سرزد ہوا، اس گناہ کی سزا ہزاروں سال بعد اللہ نے اپنے بیٹے یسوع علیہ السلام کو دی۔ چنانچہ وہ گناہ جو انسانیت میں سرائیت کر گیا اور انسانیت کی جبلت بن گیا۔ اس گناہ کا کفارہ جناب مسیح نے مصلوب ہو کر ادا کیا۔ لہٰذا اب مسیح کے ماننے والوں کی طرف سے تمام گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ عقیدہ کفارہ کی حقیقت اور اصلیت پر علمائے اسلام نے خوب بحث کی ہے اور اپنے مخالفین کو ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ ہم اختصار کے پیش نظر تفصیل میں جانے سے معذرت خواہ ہیں، مگر ہم انشاء اللہ پانچ عنوان قائم کریں گے جس سے عقیدہ کفارہ کا باطل ہونا بخوبی ثابت ہوگا۔

① بائبل عقیدہ کفارہ کے رد میں ہے:-

① ''جو جان گناہ کرتی ہے وہ مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لئے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لئے۔ (حزقی ایل ۱۸-۲۰تا۲۰)

پہلی بات تو یہ ہے کہ عقیدہ کفارہ کی نفی خود بائبل سے اچھی طرح واضح اور ثابت ہے۔ اگر شریر اپنے گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں، باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے تو وہ یقیناً زندہ رہے گا اور وہ نہ مرے گا وہ سب گناہ جو اس نے کئے ہیں، اس کے خلاف محسوب نہ ہوں گے، وہ اپنی راستبازی میں جو اس نے کی، زندہ رہے گا۔

② ''راست بازوں کی بابت کہو کہ بھلا ہو گا کیونکہ وہ اپنے کاموں کا پھل کھائیں گے شریروں پر واویلا ہے کہ ان کو بدی پیش آئے گی کیونکہ اپنے ہاتھ کا کیا پائیں گے۔'' (یسعیاہ ۳-۱۰)

③ ''ہر ایک اپنی ہی بدکرداری کے سبب سے مرے گا ہر ایک جو کچے انگور کھاتا ہے، اسی کے دانت کھٹے ہونگے۔'' (یرمیاہ ۳۱-۳۰)

④ ''بیٹوں کے بدلے باپ نہ مارے جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے بدلے مارا جائے۔'' (استثنا ۲۴-۱۶)

⑤ ''پس ہم میں سے ہر ایک خدا کو اپنا حساب دیگا۔'' (ملاکی ۳-۵)

''خدا ہر ایک فعل کو ہر ایک پوشیدہ چیز کے ساتھ خواہ بھلی ہو، خواہ بری عدالت کریگا۔'' (واعظ ۲۱،۱۳،۱۴)

⑥ ''شفقت اور سچائی سے بدی کا کفارہ ہوتا ہے اور لوگ خداوند کے خوف کے سبب بدی سے باز آئے ہیں۔'' (امثال ۱۶-۶)

⑦ تو اپنی خطاؤں کو صداقت سے اور اپنی بدکرداری کو مسکینوں پر رحم کرنے سے دور کر، ممکن ہے تیرا اطمینان زیادہ ہو۔'' (دانی ایل ۴-۲۷)

⑧ پانی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور خیرات گناہوں کا کفارہ دیتی ہے۔'' (یشوع ۳-۲۳، کیتھولک بائبل)

⑨ ''جو اپنے باپ کی عزت کرتا ہے، وہ اپنے گناہ کا کفارہ دیتا ہے اور جو ان سے باز رہتا ہے اور ہر روز اس کی دعا قبول کی جائے گی۔''

(یشوع ۳-۴، کیتھولک بائبل)

⑩ ''اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ بھی تم کو معاف کریگا اور اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا آسمانی باپ تمہارے قصور معارف نہیں کریگا۔'' (متی ٦-۱۵،۱۴)

یہ تمام اقوال عقیدہ کفارہ کی نفی میں ہیں۔

②: نجات اعمال صالحہ پر ہے:۔

عہد نامہ قدیم میں نجات کا دارومدار شریعت کی پابندی اور اعمال صالحہ پر رکھا گیا ہے۔ اور عہد نامہ جدید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعدد اقوال سے ثابت ہے کہ نجات شریعت پر عمل پیرا ہونے کے سبب ہو گی۔ سب سے پہلے تو آپ نے اس بات کی وضاحت فرمائی۔

① ''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔'' (متی ۴-۱۷)

② ''جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو، کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔'' (متی ۷-۱۲)

③ ''اگر تم مجھ سے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔'' (یوحنا ۱۴-۱۵)

④ ''پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمانی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔'' (متی ۵-۱۹) چھوٹا وہ ہوتا ہے جس کی کوئی وقعت نہ ہو ہر جگہ اس کو ذلت وخواری سے واسطہ پڑے۔

ان تمام اقوال سے عقیدہ کفارہ کا رد اور بطلان بدرجہ اتم ثابت ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی مسیح کی مخالفت میں شریعت کو لعنت قرار دیکر شریعت سے آزادی کا اعلان کرے تو حضرت مسیح کے فرمان کے مطابق وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا۔

③: حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے:۔

① "اے بیت لحم یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کریگا۔" (متی ۲-۶)

② حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بذات خود ارشاد فرمایا "میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔" (متی ۱۵-۲۵)

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو بذات خود حکم فرمایا۔ "ان بارہ کو یسوع نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" (متی ۱۰-۶،۷)

④ مروجہ اناجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اسرائیلیوں کے لئے عیسیٰ علیہ السلام دعا کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے بلکہ غیر اسرائیلیوں کو کتوں کی مانند سمجھتے تھے، جیسا کہ متی کی انجیل میں ہے کہ ایک یونانی عورت کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بچوں کی روٹی کے ٹکڑوں کو کتوں کے سامنے نہیں ڈالا جا سکتا مگر جب اس نے یہ کہا کہ کتے بھی میز تلے اپنے مالک کی روٹی کے ٹکڑوں سے کھاتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔" (متی ۱۵-۲۱ تا ۲۷)

⑤ قیامت کے دن بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف بنی اسرائیل سے ہی واسطہ ہوگا چنانچہ آپ نے بذات خود وضاحت فرما دی۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب ابن آدم نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے ہوئے ہو، بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے۔" (متی ۱۹-۲۸)

معلوم ہوا کہ آخرت جیسے انتہائی اہم اور نازک دن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان

کے حواری صرف اپنی ہی قوم بنی اسرائیل ہی کا انصاف فرمائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے بار بار متعدد فرمودات سے ثابت کر دیا کہ میں صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ ان فرمودات کی روشنی میں ساری انسانیت کیلئے کفارہ کی کیا اصلیت و اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟

۴: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کیے گئے؟

عقیدہ کفارہ کی اصل بنیاد مسیح کے دکھ اٹھا کر صلیب پر مرنے کا عقیدہ ہے۔ مروجہ انجیل کی اس پوری داستان میں مسیح کے مصلوب ہونے کا کوئی عینی شاہد نہیں۔ مروجہ اناجیل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے راتوں کو جاگ جاگ کر بڑے درد دل سے دعا فرمائی تھی، اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے، ویسا ہی ہو۔" (متی ۲۶-۳۹)

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ مسیح کی اتنے درد دل سے کی جانے والی دعا کو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل نہ ہو۔ خود بائبل سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ "خداوند شریروں سے دور ہے، پر وہ صادقوں کی دعا سنتا ہے۔" (امثال ۱۵-۱۹)

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بطور پیشین گوئی اپنے دکھ اٹھانے پر زور دیا تھا، صلیب پانے کی پیشین گوئی نہیں کی تھی۔

(متی ۱۸-۱۲، لوقا ۲۲-۱۵، ۲۴-۲۶)

اب ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا رد کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ آپ صادق بھی ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے کو نازل فرمایا۔ تاکہ مسیح کے پاؤں کو ٹھوکر بھی نہ لگنے پائے گرفتار کرنے والے مسیح کو پہچانتے نہ تھے، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یہوداہ کو تیس سکے، رشوت دی تاکہ مسیح کی نشاندہی کرے۔ (یوحنا ۱۸-۵، ۹)

رات کا اندھیرا تھا، ادھر مسیح کی صورت بھی تبدیل ہو چکی تھی جو یقیناً اس دعا کا

نتیجہ تھا۔ (متی ۱۷-۲، مرقس ۹-۲، لوقا ۹-۲۹)

اور آسمان سے فرشتہ بھی مسیح کی مدد کے لئے نازل ہو چکا تھا۔ "آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا وہ اسے تقویت دیتا ہے۔" (لوقا ۲۲-۴۳)

مزید یہ پیشین گوئی پہلے سے ہی موجود تھی کہ "وہ تیری بابت فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پہ اٹھا لیں گے، ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔" (متی ۴-۵ و لوقا ۱۴-۱۱)

سب شاگرد مسیح کو چھوڑ کر بھاگ چکے تھے، موقع پر گرفتار کرنے والوں اور یہوداہ جو مخبر تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی نہ تھا، رات کا اندھیرا تھا، مسیح کی صورت کا تبدیل ہونا، فرشتے کا تقویت کے لئے نازل ہونا یہ خود اناجیل سے ثابت ہے اور پھر مروجہ اناجیل سے اللہ تعالیٰ کا قادر مطلق ہونا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ لوقا کی انجیل میں لکھا ہے کہ "کوئی بات خدا کے نزدیک ناممکن نہیں۔" (لوقا ۱-۳۷)

اب نتیجہ صاف ہے کہ راشی اور غدار یہوداہ کی شکل مسیح کی شکل میں تبدیل ہو گئی اور گرفتار کرنے والے شبہ میں مبتلا ہو گئے۔ ظاہر ہے یہوداہ اس اچانک تبدیلی اور گرفتاری پر خاموش کیونکر رہ سکتا تھا، وہ چیختا چلاتا ہوگا، میں مسیح نہیں ہوں، میں تمہارا ہی ساتھی ہوں وغیرہ۔ بھاگنے والے حواریوں کو اس عجیب معاملہ پر تعجب ہوا ہوگا۔ لہٰذا ایک نوجوان حقیقت حال کی خبر لینے اپنے ننگے بدن پر مہین چادر اوڑھے ہوئے ان کے پیچھے ہو لیا تاکہ صحیح صورتحال معلوم کرے، مگر جب انہوں نے اسے پکڑنا چاہا تو چادر چھوڑ کر ننگا ہی بھاگ گیا۔" (مرقس ۱۴-۵۱،۵۲)

اسی طرح پطرس نے بھی کوشش کی کہ صورتحال کا جائزہ لے اور فاصلہ رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے چلا مگر جب بعض نے پطرس کو پہچان لیا تو اس نے تین دفعہ انکار کیا میں اسے نہیں پہچانتا مگر جب وہ نہ مانے تو پطرس اس شخص پر لعنت کرنے لگا۔

(لوقا ۲۲-۵۴ تا ۶۲، مرقس ۱۴-۶۶ تا ۷۲)

ظاہر ہے کہ پطرس جیسا جلیل القدر حواری جس نے مسیح کے معجزات کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا اور دن رات مسیح کے ساتھ گذارے، مسیح کو پانی پر چلتے دیکھا، مردوں کو زندہ کرتے دیکھا اور پھر پطرس کو یہ بھی معلوم تھا کہ ٹھوکر کھانے سے بہتر ہے کہ چکی کا پاٹ اس کے گلے میں ہو اور ٹھوکر کھانے والے کو سمندر میں پھینک دیا جائے کیونکہ یہ زندگی چار روزہ ہے۔ ابدی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔ ایسا حواری اپنی جان قربان کر دیتا مگر مسیح پر لعنت نہ کرتا۔ اگر حضرت پطرس نے گرفتار ہونے والے پر لعنت فرمائی تو ظاہر ہے وہ یہوداہ ہی تھا اور یقیناً اپنے برے فعل کے سبب وہ لعنت ہی کا مستحق تھا۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا کہ تمام اناجیل حواریوں کی وفات کے بعد کی تالیف ہیں جن میں حواریوں کے کردار کو خوب اچھالا گیا ہے۔ بہر حال پھر وہ پطرس بھی وہاں سے اپنی جان بچا کر نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح مبینہ طور پر صلیب دیئے جانے کا حواریوں میں سے ایک بھی عینی شاہد نہیں صرف یہ کہہ دینا کہ بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کی خدمت کرتی پیچھے پیچھے آئی تھیں، دور سے دیکھ رہی تھیں۔ (متی ۲۷-۵۵، مرقس ۱۵-۴۰، ۴۱)

لوقا نے دور سے کھڑے ہو کر دیکھنے والی ان عورتوں کے ساتھ جان پہچان والوں کو بھی شامل کیا ہے۔ (لوقا ۲۳-۴۹) مگر یوحنا نے محض تحریف اور سینہ زور سے کام لے کر تین عورتوں اور ایک محبوب شاگرد کو صلیب کے پاس کھڑا کر دیا۔ (یوحنا ۱۹-۲۵، ۲۶) حالانکہ اس کی کذب بیانی کے لئے باقی تینوں انجیلیں اس کی مخالف ہیں۔ پھر وہ تو گلیل کی زبان بولنے والوں کو بھی پکڑ لیتے کہ تو اس کا ساتھی ہے۔ اس صورت میں کوئی شاگرد کیسے وہاں جا سکتا تھا؟

مصلوب ہونے کے واقعات میں اختلاف:-

جو شخص مروجہ چاروں انجیلوں کے آخری ابواب جن میں گرفتاری اور قصہ مصلوب کا ذکر ہے، تقابل کریگا وہ متعدد مقامات پر چاروں انجیلوں کا بیان مختلف اور

بہت سے اختلاف پائیگا جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مسیح کے متعلق مصلوب ہونے کا قصہ نہ صرف من گھڑت بلکہ محض ظن و شک اور سنی سنائیں توہمات ہیں اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہوداہ حواری کی موت کیسے واقع ہوئی اس میں بھی اختلاف ہے۔ لہٰذا یہ سب شواہد ہیں حضرت مسیح کے زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے جانے اور یہوداہ کے مصلوب ہونے کے، چنانچہ ہم ایسے ہی چند ایک اختلافات کا بطور نمونہ تذکرہ کریں گے مگر اس سے یہ مراد نہ لی جائے کہ بس یہی اختلاف ہیں بلکہ مروجہ اناجیل کے تضادات کی فہرست کافی لمبی چوڑی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر چند ایک اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔ بائبل کے اختلافات کے سلسلے میں شیخ احمد دیدات رحمہ اللہ کی تالیف (Five Thousand Errors in the Bible) اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کی اعجاز عیسوی کا مطالعہ مفید رہے گا۔

① مسیح کی صلیب کس نے اٹھائی؟:-

متی، مرقس، لوقا کے مطابق شمعون نامی کرینی شخص سے یہ کام لیا گیا مگر ان تینوں کے برعکس یوحنا کا بیان ہے کہ مسیح نے خود اپنی صلیب اٹھائی اور گلگتہ نامی جگہ لیکر خود پہنچا۔ (متی ۲۷-۳۲، مرقس ۱۵-۲۱، لوقا ۳۲، ۲۶، اور یوحنا ۱۹-۱۸)

② صلیب پر لکھے ہوئے اعلان میں اختلاف:-

وہ اعلان جو پیلاطس نے لکھ کر صلیب کے اوپر رکھا تھا، اس اعلان میں چاروں انجیلوں کا بیان مختلف ہے۔ "یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے" (متی ۲۷-۳۷) "یہودیوں کا بادشاہ" (مرقس ۱۵-۲۶) "یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے" (لوقا ۲۳-۳۸) یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ" (یوحنا ۱۹-۱۹)

③ طعنہ زنی کرنے والے ڈاکو:-

بقول مروجہ اناجیل جو دو ڈاکو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے ان میں سے مسیح پر طعن و تشنیع کے متعلق متی و مرقس کا بیان ہے کہ دونوں مسیح کو لعن طعن کرتے

رہے۔(متی ۲۷-۴۴، مرقس ۱۵-۳۲)

یوحنا صرف اتنا ہی لکھتے ہیں کہ ایک کو مسیح کے دائیں اور ایک کو مسیح کے بائیں طرف لٹکایا گیا اور طعن و تشنیع کا کوئی ذکر یوحنا نے نہیں کیا۔ لوقا ان تینوں سے اختلاف کرتے ہیں اور نئی خبر دیتے ہیں کہ ''پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے، ان میں سے ایک اسے یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تو مسیح نہیں، تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا مگر دوسرے نے اسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تو خدا سے بھی نہیں ڈرتا، حالانکہ اسی سزا میں گرفتار ہے؟ اور ہماری سزا تو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں، لیکن اس نے کوئی برا کام نہیں کیا، پھر اس نے کہا کہ اے یسوع جب تو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا، اس نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے سچ کہتا ہوں، کہ آج تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔'' (لوقا ۲۳-۳۹ تا ۴۴)

سرکہ یا شراب......؟:-

متی کے بیان کے مطابق ''پت ملی مئے اسے پینے کو دی مگر اس نے چکھ کر پینا نہ چاہا۔'' (متی ۲۸-۳۴) ''مر ملی مئے اسے دینے لگے مگر اس نے نہ لی۔'' (مرقس۱۵-۲۲) یوحنا نے ایسے کسی واقعہ کا ذکر نہیں کیا اور لوقا کا بیان ہے کہ ''سپاہیوں نے بھی پاس کر آ کر سرکہ پیش کر کے اس پر ٹھٹھا مارا۔'' (لوقا ۲۳-۳۶)

مسیح کے آخری الفاظ......؟:-

متی اور مرقس کے مطابق یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا کہ ''ایلی ایلی لما شبقتنی ''یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اور پھر بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیا۔'(متی ۲۷-۴۷ تا ۵۰، مرقس ۱۵-۳۴ تا ۳۷)

یوحنا نے اس معاملہ میں چپ سادھ رکھنے میں عافیت سمجھی اور لوقا سب سے مختلف خبر دیتے ہیں کہ ''پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔'' (لوقا ۲۳-۴۶)

واقعہ مصلوب کے بعد کے واقعات میں بھی سخت اختلاف پائے جاتے ہیں۔

مقدس کا پردہ اور چٹانیں:۔

"اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی، چٹانیں تڑک گئیں اور قبریں کھل گئیں اور بہت سے جسم ان مقدسوں کے جو سو گئے تھے، جی اٹھے اور اس کے جی اٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر مقدس شہر میں چلے گئے اور بہتوں کو دکھائی دیتے۔ پس صوبہ دار اور جو اس کے ساتھ یسوع کی نگہبانی کرتے تھے، بھونچال اور تمام ماجرا دیکھ کر بہت ہی ڈر کر کہنے لگے کہ بے شک یہ خدا کا بیٹا تھا اور وہاں بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کی خدمت کرتی ہوئی اس کے پیچھے آئی تھیں، دور سے دیکھ رہی تھیں۔" (متی ۲۸-۵۱ تا ۵۶)

متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدس کا پردہ پھٹنا، زلزلہ آنا، مردوں کا قبروں سے زندہ ہو کر شہر میں گھومنا وغیرہ یہ سب واقعات مسیح کی جانکنی کے بعد رونما ہوئے جبکہ اس کے برعکس لوقا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات اس کے جان دینے سے پہلے واقع ہوئے۔ چنانچہ لوقا کا بیان حسب ذیل ہے۔

"پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا اور سورج کی روشنی جاتی رہی اور مقدس کا پردہ بیچ سے پھٹ گیا اور پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا اور یہ ماجرا دیکھ کر صوبے دار نے خدا کی تمجید کی اور کہا کہ بے شک یہ آدمی بہت راست باز تھا اور جتنے لوگ اس نظارہ کو آئے تھے، یہ ماجرا دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہوئے لوٹ گئے اور سب کے سب جان پہچان اور وہ عورتیں جو گلیل سے اس کے ساتھ آئیں تھی، دور کھڑی یہ باتیں دیکھ رہی تھیں۔ (لوقا ۲۳-۴۴ تا ۴۹)

مرقس کا بیان بھی ان سے مختلف ہے۔ "پھر یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر دم

توڑ دیا اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئے اور جو صوبہ دار اس کے سامنے کھڑا تھا، اس نے اسے یوں دم دیتے ہوئے دیکھ کر کہا کہ بے شک یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا اور کئی عورتیں اسے دور سے دیکھ رہی تھیں ان میں مریم مگدلینی اور چھوٹے یعقوب اور یوسف کی ماں اور سلومی تھی۔" (مرقس ۱۵-۲۳ تا ۴۰)

یوحنا نے ایسے کسی واقعہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔ لوقا کہتے ہیں کہ صوبہ دار نے کہا کہ یہ آدمی راست باز تھا مگر باقی دونوں انجیل نگاروں نے لکھا کہ صوبے دار نے کہا کہ یہ آدمی خدا کا بیٹا تھا۔ مروجہ چاروں انجیلوں کے تقابل سے ایسے بے شمار اختلافات کا ذکر ملتا ہے۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سب واقعات محض من گھڑت اور سنے سنائے ہیں۔ جیسا کسی سے سنا ویسا ہی نقل کر دیا یا جیسے کسی کو اچھا لگا ویسا گھڑ لیا۔ زیادہ تر واقعات بعل دیوتا کی من گھڑت صلیب کے قصے سے ماخوذ ہیں۔

یہ بات بھی انتہائی قابل غور ہے کہ اتنے زیادہ اور ایسے واضح نشانات مردے تک قبروں سے زندہ ہو کر شہر میں گھومتے رہے، مقدس کا پردہ پھٹ گیا، زلزلہ آیا، اتنا شدید کہ چٹانیں تڑک گئیں اور پھر تیسرے پہر تک اندھیرا چھایا رہا مگر اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی مصلوب اور مردہ مسیح کی پسلی بھالے سے چھیدی گئی جس سے خون پانی وغیرہ نکلا۔ اور یہ خبر بھی انجیل کی بڑے پتے کی ہے کہ مردوں کے جسموں سے بھی خون بہتا ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مردہ کی ٹانگیں تک توڑی گئیں اس کے کپڑے بانٹ لئے گئے اور اس کی لاش سے بھی مذاق اور ٹھٹھے کئے گئے اور پھر اس کی قبر پر بھی پہرہ بٹھا دیا گیا اور یہ بھی تعجب کی بات ہے کہ قبر پر مٹی نہیں ڈالی گئی بلکہ محض ایک پتھر سے قبر کو ڈھک دیا۔ بھلا مردوں کی قبریں پتھروں سے ڈھکی جاتی ہیں؟ اور جبکہ مصلوب کرنے والوں نے یہ دعوئی بھی سن رکھا تھا کہ مرنے کے تین دن رات بعد وہ جی اٹھے گا، حالانکہ یہ بھی غلط، کیونکہ انجیلوں سے دو راتوں بعد ہی جی اٹھنا ثابت ہے لہٰذا اس صورت میں تو انہیں قبر کو مٹی سے بھر کر خوب تسلی کر کے

دفنانا چاہیے تھا بلکہ قبر بھی جیل میں بناتے، مگر انہوں نے دفنانے کی بجائے ایک سرپوش قبر پر رکھ دیا۔ کیوں؟ درحقیقت یہ سب افسانوی داستانیں ہیں جو بت پرستوں میں بعل دیوتا کے متعلق پہلے سے ہی مشہور تھیں۔ ان توہمات بھری افسانوی داستانوں کو مسیح کی شخصیت سے منسوب کر دیا گیا۔ مزید تفصیل کیلئے بائبل اور محمد ﷺ صفحہ ۵۳ کا مطالعہ فرمائیے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کس جرم میں مصلوب کیا گیا؟:-

یہ ایک عام فہم سی بات ہے کہ کسی شخص کو اتنی بڑی سزا دینا اور سزا بھی ایسے آدمی کو دی جائے جو نیک، برگزیدہ، پارسا، صادق، راست باز ہی نہیں بلکہ مروجہ اناجیل کے مطابق بے شمار اندھے، گونگے، ٹنڈے، لنگے، مصروع، آسیب زدہ، کوڑھی اور دیگر مہلک امراض میں مبتلا محض اس کے چھونے سے ٹھیک ہو جائیں۔ جسے لوگ پانی پر چلتا اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور وہ پانی کے مٹکے کو چھوئے تو وہ مئے بن جائے حتیٰ کہ بے شمار مردہ لوگوں کو زندہ کرے، ایسے واقعات کو دیکھ کر تو ان سب کو مسیح کا غلام بن جانا چاہیے تھا۔ چلئے حکام کی چھوڑیئے، باقی اکثریت مسیح کی حمایت میں ہونی چاہیے تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آج اس ترقی یافتہ دور میں بہت سے ایسے عامل دیکھے جا سکتے ہیں جو معمولی شعبدہ بازیوں کے سبب پارسہ مہان تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کے مریدوں کا حلقہ بڑا وسیع ہوتا ہے، حالانکہ وہ جھوٹے اور شعبدہ باز ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس مسیح نے جو کام کیے یا جو معجزے اتنی کثرت سے ان کی جانب منسوب کئے جاتے ہیں، اس دور میں جو جہالت اور بے علمی کا دور تھا، اس صورت میں تو کیا بادشاہ کیا گدا، سب کو مسیح کا گرویدہ ہونا چاہیے تھا۔ مگر وہ چلے الٹا مصلوب کرنے، چلیں مصلوب کرنے کے بعد اندھیرا چھا جانے، زلزلہ اور مردوں کے جی اٹھنے جیسے واقعات سے ہی متاثر ہو کر ایمان لے آتے۔ ایمان نہ لاتے خوفزدہ ہی ہو جاتے مگر اللہ کی پناہ انہوں نے تو مسیح کی لاش کو بھی معاف نہ کیا، جس

سے صاف ظاہر ہوتا ہے یہ سب واقعات بعد کی اختراعات ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مروجہ اناجیل میں مسیح کو کس جرم کی پاداش میں یہ سزا ملی۔ لوقا کی انجیل سے معلوم ہوتا کہ ''وہ اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح یہودیوں کا بادشاہ کہتے تھے۔'' (لوقا ۲۳-۲، مرقس ۱۵-۲)

مگر یوحنا کی انجیل میں حضرت مسیح کی زبان سے اس کی تردید ہمیں ان الفاظ میں ملتی ہے کہ ''میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں۔'' (یوحنا ۱۸-۳۶)

انجیل یوحنا کے مطابق یہودیوں نے پیلاطس کو درخواست کی تھی کہ ''شریعت کے مطابق وہ قتل کے لائق ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہا۔''

(یوحنا ۱۹-۷، متی ۲۶-۶۳)

مگر یہ بھی غلط، کیونکہ عہد نامہ قدیم میں متعدد افراد کے متعلق یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں پیلاطس نے صاف کہہ دیا تھا کہ ''میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔'' (یوحنا ۱۹-۴ تا ۷) اور جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو، ان کی نسبت نہ میں نے اس میں کچھ قصور پایا نہ ہیرودیس نے .... اس سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوا، جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا۔ (لوقا ۲۳-۱۴، ۱۵)

اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کی قیصر سے کوئی مخالفت نہ تھی بلکہ آپ تو واضح اعلان کر کے کہتے تھے کہ ''جو قیصر کا ہے قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے خدا کو دو۔'' (متی ۲۲-۲۱)

البتہ یہ بات کہ توریت کے مطابق مذہبی اصول کا یہ تقاضا تھا جیسا کہ عہد نامہ قدیم سے ثابت ہوتا ہے۔ ''اور جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے، ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے۔'' (احبار ۲۴-۱۶)

مگر یہ بھی غلط کیونکہ مروجہ چاروں انجیلوں سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح نے کبھی اپنے آپ کو خدا کا حقیقی بیٹا یا پھر خود کو خدا کہا۔ آپ نے تو واضح حکم فرمایا کہ پہلا حکم ہی توحید کا ہے۔ گذشتہ صفحات سے آپ واقف ہو چکے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ عہد نامہ قدیم میں کئی مقامات پر انبیاء اور عام نیک لوگوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ لہٰذا یہودیوں کیلئے اس میں کوئی تعجب اور کفریہ بات نہ سمجھی جاتی تھی۔ مزید تفصیل بائبل اور محمد ﷺ کے صفحہ نمبر ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔ لہٰذا یہ الزام بھی عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ نے ہمیشہ توحید کی تعلیم کا پرچار کیا۔ مزید یہ کہ آپ نے اس اعتراض کا جواب دے کر انہیں لاجواب کر دیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام نے عہد نامہ جدید میں دلیل پکڑی کہ اگر انسانوں کو جن کے پاس خدا کا کلام آیا، عہد نامہ قدیم میں مجازاً خدا کہا گیا ہے تو پھر مجھے بھی استعارتاً خدا کا بیٹا کہا جا سکتا ہے۔

(یوحنا ۱۰-۳۴ تا ۳۶)

مختصر یہ کہ بائبل نے متعدد مقامات پر انبیاء اور نیک لوگوں کو خدا کے بیٹے کہا گیا ہے مثلاً ''مبارک ہیں وہ جو صلح کرواتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے۔'' (متی ۵-۹) یہ سب مجازی باتیں ہیں اور محض استعارتاً ایسا کہا گیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سلسلے میں الگ سے کوئی خصوصیت نہیں اور نہ ہی مروجہ اناجیل سے مسیح کو کسی الگ اور خاص معنوں میں خدا کا بیٹا قرار دینے کی عیسائیوں کے پاس کوئی دلیل ہے۔ لہٰذا جب مسیح نے کوئی ایسا جرم ہی نہیں کیا جس سے حکومت وقت کے مجرم ٹھہرتے، خود پیلاطس اور ہیرودیس نے گواہی دی کہ اس سے کوئی فعل سرزد ہی نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرے، جب مسیح کا ایسا کوئی جرم فعل سرزد ہی نہیں ہوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرے، جب مسیح کا ایسا کوئی جرم ہی ثابت نہیں کہ وہ رومی یا یہودی قانون انہیں صلیب پر لٹکا سکتا تھا تو وہ بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جس پر صلیب کی کہانی گھڑی گئی۔ مزید یہ کہ دو ڈاکو جو مسیح کے ساتھ مصلوب ہوئے، ان کا کیا قصور تھا کہ انہیں باقاعدہ مصلوب کیا گیا۔ لوقا انہیں ڈاکو نہیں بلکہ بدکار کہتے ہیں۔ یہ کس شریعت اور ملک کا دستور تھا کہ چوروں یا بدکاروں کو مصلوب کیا جائے جبکہ بائبل میں چور، ڈکیت، سیندھ لگانے والے کے متعلق باقاعدہ حکم موجود ہے وہ

مال کا دو گنا بھر دے، اگر سینڈھ مارتے پکڑا جائے اور اس پر ایسی مار پڑے کہ وہ مر جائے تو اس اس کے خون کا کوئی جرم نہیں۔ اگر پورا سورج نکل چکے تو اس کا خون جرم ہوگا بلکہ اسے نقصان بھرنا پڑیگا۔ خروج ۲۲-۱ تا ۴)

یہود مسیح کو کیوں مصلوب کرنا چاہتے تھے؟:۔

آپ نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب انہیں مصلوب کیا جاتا، انبیاء اور نیک لوگوں کاہنوں وغیرہ کو خدا کا بیٹا کہنے کا بنی اسرائیل میں عام رواج تھا، پھر عیسیٰ علیہ السلام کو اس جرم کی یہ سزا کیوں؟ درحقیقت یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے تسلیم نہیں کرتے اور نعوذ باللہ ان کے نزدیک نقل کفر، کفر نباشد۔ عیسیٰ علیہ السلام حرامزادے ہیں جو نعوذ باللہ مریم کی بدکاری کے نتیجہ میں پیدا ہوئے اور بائبل میں لکھا ہے کہ کوئی حرامزادہ بلکہ اس کی دس پشتوں تک خدا کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا انہیں تو کسی حرامزادے کی دسویں پشت کو بھی خدا کی جماعت میں شامل کرنا گوارا نہ تھا چہ جائیکہ خود عیسیٰ علیہ السلام خدا کی جماعت میں نہیں بلکہ نبوت کا دعویٰ کریں یہ وجہ تھی جس نے یہود کو عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن بنا دیا۔ مگر اس جرم کی بناء پر انہیں مصلوب نہیں کیا جا سکتا تھا۔

(۲) دوسری بڑی وجہ عیسیٰ علیہ السلام کی یہ بشارت تھی کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، اسے دے دی جائے گی یعنی فارقلیط احمد جسے تم شیلوہ خاتم النبیین کہتے ہو، داؤد علیہ السلام کی نسل سے نہیں اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے آئے گا۔ پس یہ جرم سب سے بڑا کہلایا اور کہنے لگے کہ یہ کفر بکتا ہے۔

یہوداہ اسکر یوطی کی موت میں اختلاف:۔

متی اور لوقا دونوں یہوداہ کی موت کس طرح واقعہ ہوئی، کے متعلق بھی متفق نہیں۔ چنانچہ متی کا بیان ہے کہ ”جب اس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے دیکھا کہ وہ مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا اور وہ تیس روپے کاہنوں اور بزرگوں کے پاس واپس لا کر

کہا میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کیلئے پکڑوایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کیا؟ تو جان اور وہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔ سردار کاہن نے روپے لے کر کہا کہ ان کو ہیکل کے خزانہ میں ڈالنا روا نہیں، کیونکہ یہ خون کی قیمت ہے۔ پس انہوں نے مشورہ کر کے ان روپوں سے کمہار کا کھیت، پردیسیوں کے دفن کیلئے خریدا، اس سبب سے وہ کھیت آج تک خون کا کھیت کہلاتا ہے۔ (متی ۲۶-۴تا۹)

اب اس کے برعکس لوقا کا بیان پڑھیے۔ ''اس نے بدکاری کی کمائی سے ایک کھیت حاصل کیا اور سر کے بل گرا اور اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ اس کی سب انتڑیاں نکل پڑیں اور یہ یروشلم کے سب رہنے والوں کو معلوم ہوا یہاں تک کہ اس کھیت کا نام ان کی زبان میں ہیکل درما پڑ گیا، یعنی خون کا کھیت۔'' (اعمال ۱-۱۶تا۲۰)

متی کے مطابق وہ پیسے سردار کاہنوں کے سامنے پھنک کر چلا گیا اور جا کر خود کشی کر لی اور اس کی موت پھانسی کے سبب ہوئی۔ جبکہ دوسری کہانی بیان کرتی ہے اس نے خود ان روپوں سے ایک کھیت خریدا اور اس کی موت سر کے بل گرنے، پیٹ پھٹ جانے اور انتڑیاں باہر نکل جانے کے سبب ہوئی۔ دیکھئے قصہ مصلوب مسیح اور یہوداہ کی موت۔ دونوں کہانیوں میں سخت اختلافات اور اشتباہ موجود ہے۔ اور ایسی خلاف عقل باتیں جو اس حقیقت کی خبر دیتی ہیں کہ دونوں داستانیں من گھڑت ہیں۔ بات صرف اس قدر تھی کہ کہ جناب مسیح نے اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر جہاد کیا۔ اور اس جرم کی پاداش میں یہودی آپ کے دشمن ہو گئے۔ یہ تقریباً سبھی انبیاء کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ لہٰذا یہودی مسیح کی جان کے درپے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی ایک تدبیر تھی۔ یہودیوں کی تدبیر کے مقابلہ میں اور انہوں نے یہوداہ کو مسیح سمجھ کر مصلوب کر دیا اور یہودیوں نے ایک کہانی گھڑ لی جو لوگوں میں مشہور ہو گئی، کیونکہ وہ تو ایسا ہی سمجھتے تھے۔ انجیل نگاروں کا حال یہ ہے

کہ وہ اپنی پہلی بات بھول جاتے ہیں اور تھوڑا ہی آگے جا کر پہلی بات کے مخالف ایک نئی خبر ملتی ہے۔ مذکورہ واقعہ سے یہوداہ کی موت اسی دن ثابت ہوتی ہے جس دن مسیح کو بے قصور مجرم ٹھہرایا گیا۔ لہٰذا باقی بچے گیارہ شاگرد، مگر روح القدس کے نزول کے واقعہ کے وقت انجیل نگاروں کو اتنا بھی خیال نہ رہا کہ ایک شاگرد تو خودکشی کر چکا ہے لہٰذا اس کی موت کو بالکل بھول کر یہ لکھا کہ روح بارہ حواریوں پر نازل ہوئی۔

عقیدہ کفارہ کیوں گھڑا گیا؟:-

آپ جان چکے کہ مروجہ اناجیل سے حضرت مسیح کے فرمودات کی روشنی میں یہ اچھی طرح ثابت ہے کہ نجات اعمال پر ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی چھوڑنے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں۔ حضرت مسیح کے رفع آسمانی کے بعد یہودیوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے مسیح کو مصلوب کر دیا اور بائبل کے مطابق پھانسی کی موت مرنے والا لعنتی سمجھا جاتا تھا۔ (استثنا ۲۱-۲۳، گلتیوں ۳-۱۳)

لہٰذا اس مشکل سے بچنے کیلئے پولس نے یہ رستہ نکالا اور کہنے لگا کہ "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا۔" (گلتیوں ۳-۱۳) اس طرح یہ عقیدہ کفارہ گھڑ لیا گیا ایسی توہم پرستی کی باتیں بعل دیوتا کے متعلق پہلے سے ہی لوگوں میں مشہور تھیں، اس لئے باآسانی یہ داستان مشہور ہو گئی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ جو کمزور مکلّف شریعت پر عمل پیرا ہونا ایک بارِ عظیم سمجھتے تھے، انہوں نے اس عقیدہ کو خوشدلی سے قبول کیا اور پولسیت کو خوب عروج ملا۔ حواریوں نے خصوصاً برنباس نے ایسے ہی عقائد وضع کرنے کی بناء پر پولس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ برنباس کی انجیل میں ایسے تمام عقائد کی خوب خبر لی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وقولهم انا قتلنا المسيح عيسىٰ بن امريم رسول الله وما قتلوهُ وما صلبوه ولكن شبه لهم" (۴-۱۵۷)

اور ان کے اس قول کے سبب بھی کہ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم نے عیسیٰ بن مریم رسول اللہ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا ہے اور حالانکہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ صلیب دیا گیا، بلکہ وہ شبہے میں ڈالے گئے۔

⑤ معبود کو موت نہیں آ سکتی:-

بائبل سے ہی ثابت ہے کہ معبود، عاجز، مجبور اور یموت نہیں ہو سکتا مثلاً

① میں ہی اول، میں ہی آخر ہوں، میرے سوا کوئی خدا نہیں۔

(یسعیاہ ۴۴-۶)

② کیا تو نہیں جانتا کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند خدا ابدی و تمام زمین کا خالق تھکتا نہیں اور ماندہ نہیں ہوتا؟ اس کی حکمت ادراک سے باہر ہے۔"

(یسعیاہ ۴۰-۲۸)

③ لیکن خداوند سچا خدا ہے وہ زندہ اور ابدی بادشاہ ہے، اس کے قہر سے زمین تھرتھراتی ہے، اور قوموں میں اس کے قہر کے تاب نہیں۔" (یرمیاہ ۱۰-۱۰)

④ کیا تو اپنے قاتل کے سامنے یوں کہے گا کہ میں الٰہ ہوں؟ حالانکہ تو اپنے قاتل کے ہاتھ میں الٰہ نہیں بلکہ انسان ہے۔ (حزقی ایل ۲۸-۹)

⑤ رب ازلی بادشاہ غیر فانی نادیدہ واحد خدا کی تمجید ابد الآباد ہوتی رہے۔ (۱- تھیمیس ۱-۱۷)

کیا تو قدیم سے خداوند میرا خدا قدوس نہیں جو مر نہیں سکتا۔

(حبقوق ۱-۱۲ کیتھولک بائبل)

پروٹسٹنٹ بائبل میں یہاں لفظی تحریف کی گئی ہے۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ بائبل کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔ "اے خداوند میرے خدا، میرے قدوس کیا تو ازل سے نہیں ہے، ہم نہیں مریں گے۔" (ایضاً پروٹسٹنٹ بائبل)

ان تمام اقوال کی روشنی میں حضرات نصاریٰ اگر عقیدہ کفارہ کو پسند فرمائیں تو

عقیدہ تثلیث کا بطلان واضح ہے۔ اگر عقیدہ تثلیث کو اپنانا چاہیں تو کفارہ کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

⑥ عقیدہ کفارہ کے متعلق چند سوال:۔

حضرت آدم سے جو گناہ سرزد ہوا، بائبل کے مطابق یہ گناہ صرف آدم نے نہیں، بلکہ آدم، عورت (حوا) اور سانپ تینوں نے مل کر یہ گناہ کیا۔ اور بائبل ہی کے مطابق اس گناہ کی فوراً ان تینوں کو سزا مل گئی۔ بائبل کے الفاظ میں "آدم نے کہا کہ جس عورت کو تو نے میرے ساتھ کیا ہے، اس نے مجھے اس درخت کا پھل دیا اور میں نے کھایا تب خداوند نے عورت سے کہا کہ تو نے یہ کیا کیا؟ عورت نے کہا کہ سانپ نے مجھے بہکایا اور خداوند خدا نے سانپ سے کہا کہ اس لئے کہ تو نے یہ کیا تو سب چوپایوں اور دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا تو اپنے پیٹ کے بل چلے گا اور اپنی عمر بھر خاک چاٹے اور میں تیرے اور عورت کے درمیان اور تیری نسل اور عورت کی نسل کے درمیان عداوت ڈالوں گا۔ وہ تیرے سر کو کچلے گا، اور تو اس کی ایڑی پر کاٹے گا۔ پھر اس نے عورت سے کہا کہ میں تیرے دردحمل کو بہت بڑھاؤں گا تو درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور وہ تجھ پر حکومت کریگا۔ اور آدم سے اس نے کہا کہ چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اسے نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ مشقت کے ساتھ اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا اور وہ تیرے لئے کانٹے اور اونٹ کٹارے اگائے گی اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا۔ (پیدائش ۳-۱۳ تا ۱۹)

بائبل کے مطابق ان سب کے اس گناہ کی فوراً سزا دے دی گئی۔

① عورت کو سزا ملی کہ وہ درد کے ساتھ بچے جنے گی، اس کی رغبت اپنے شوہر کی طرف ہو گی اور اپنے شوہر کی محکوم رہے گی اور اس کی اولاد کا سانپ

دشمن ہوگا اور وہ ان کی ایڑی پر ڈسے گا۔

② سانپ کو یہ سزا ملی کہ وہ تمام دشتی جانوروں میں ملعون ٹھہرا۔ پیٹ کے بل چلنا، اپنی خاک چاٹنا، سانپ اور عورت کی نسل کے درمیان دشمنی ہو گی۔ اولاد آدم اس کے سر کو کچلیں گے اور ان کی ایڑی پر ڈسے گا۔

③ اور آدم کو یہ سزا ملی کہ وہ گاڑھے خون پسینے کی کمائی کھائے گا، اور مشقت کے ساتھ عمر بھر زمین کی پیداوار کھائے گا۔

④ اور زمین بھی ان کے سبب ملعون ٹھہری، لہٰذا زمین اونٹ کٹارے اگائے گی۔ سوال یہ ہے کہ سب کو اپنے اپنے گناہ کی سزا فوراً مل گئی، انسان نے گاڑھے خون پسینے اور مشقت کے ساتھ عمر بھر زمین کی پیداوار کھائی، عورت کی رغبت شوہر کی طرف ہے اور عورت نے درد کے ساتھ بچے جنے اور اس کی نسل نے سانپوں کے سر کچلے، سانپوں نے عورت کی نسل کو ڈسا اور سانپ پیٹ کے بل رینگنے لگا۔ زمین نے اونٹ کٹارے اگائے، کیا اس سے خدائے منصف کا بدلہ پورا نہ ہوا؟ اور ہزاروں سال بعد اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر کے پھر اس گناہ کا بدلہ دوبارہ کیوں لیا؟ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ مسیح اسی جرم کے سبب مصلوب ہوئے تو پھر انصاف کا یہ تقاضا ہے کہ مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد اب یہ تمام سزائیں ختم ہو جانی چاہئیں۔ عورت درد حمل سے بچہ نہ جنے، اور اپنے شوہر کی محکومہ نہ رہے۔ زمین اونٹ کٹارے اگانا چھوڑ دے، انسان خون پسینے کی کمائی اور کھیت کی سبزی نہ کھائے۔ اور سانپ پیٹ کے بل نہ رینگے اور اولاد آدم اس کا سر نہ کچلے اور نہ یہ انہیں ڈسے۔ کیا خدائے منصف کا یہی انصاف ہے کہ دوہرا بدلہ لینے کے بعد بھی سزا کو بحال رکھے؟ باقیوں کو چھوڑیے، کم از کم جو مسیح پر ایمان لائے اور بپتسمہ پایا، انہیں تو یہ سزا نہیں ملنی چاہیے یہ سب کیوں اسی سزا میں گرفتار ہیں؟

② اگر مسیحیوں کی طرف سے تمام گناہوں کا کفارہ ادا ہو چکا ہے اور

بقول ان کے مسیح نے بذات خود مصلوب ہو کر اپنے ماننے والوں کو شریعت کی لعنت سے چھٹکارا دلا دیا ہے تو پھر مسیح کے اس فرمان کے کیا معنی ہونگے۔ ''جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت کی طرف نگاہ کی، وہ دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا، پس اگر تیری داہنی آنکھ ٹھوکر کھائے تو اسے نکال کر اپنے پاس پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر کہ تیرے اعضاء میں سے ایک جاتا ہے اور تیرا سارا جسم جہنم میں ڈالا جائے۔'' (متی ۵-۲۷، ۲۹)

مزید (مرقس ۴-۹ تا ۱۲، لوقا ۶-۸ تا ۱۷) اور مقدس پولس کے بقول ''پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاد بنی تا کہ ہم ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہریں۔'' (گلتیوں ۳-۲۴) ان تمام اقوال کو مدنظر رکھئے، خصوصاً ۵-۲۷ اور فرمائیے کہ سزا کا یہ حکم راسخ الاعتقاد مسیحیوں کیلئے بھی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو یہ تمام احکام بیکار اور خدا کے کلام میں کسی کا اپنی طرف سے اضافہ ہیں اور اگر یہ احکام عامہ ہیں تو پھر کفارہ بیکار۔

اگر کہا جائے کہ جو کوئی مسیح پر ایمان لایا، اسکے سابقہ گناہ بخشے گئے، لہٰذا اس کا ازلی گناہ معاف ہوا اور آئندہ وہ گناہوں سے باز رہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس فرمان کے کیا معنی ہوں گے۔ ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا۔'' (گلتیوں ۳-۱۳) اگر کفارہ کے بعد بھی صرف سابقہ گناہ ہی معاف ہوا تو یہ کوئی کمال نہیں، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف'' کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ حدیث رسول مقبول ہے کہ جو کوئی اسلام قبول کرتا ہے، اسلام اس کے سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۳) شفاعت کنندہ بے عیب، بے گناہ اور نیک ہونا چاہئے، مگر مروجہ اناجیل کے مطابق نقل کفر کفر نباشد یسوع تو کروڑوں انسانوں کے گناہوں کا مجموعہ

تھا، جونہی اس نے گناہوں کا گٹھڑا اٹھایا، وہ قربانی کے لائق بھی نہ رہا، کیونکہ بائبل کے مطابق قربانی بے عیب نر کی ہونی چاہئے۔ (احبار ۱-۱۰)

”پھر یسوع تو خود اقرار کر رہے ہیں کہ میں نیک نہیں تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے، کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔“ (مرقس ۱۰-۱۸، لوقا ۱۸-۱۸، متی ۱۹-۱۷)

مزید یہ کہ بائبل سے ثابت ہے کہ وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ہو سکتا ہے۔ (ایوب ۲۵-۴) اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مریم سلام اللہ علیہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح نے بذات خود فرمایا کہ ”کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا، اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جو مجھ سے نسبت رکھتا ہے، وہ پورا ہونا ہے۔“ (لوقا ۲۲-۳۷) لہٰذا یہ مجمع الذنوب یسوع نہ شفاعت کے لائق رہا اور نہ قربانی (کفارہ) کے؟

④ واقعہ صلیب سے پہلے نبیوں کی امتوں کی بخشش کے لئے کیا انتظام ہوا؟ اگر یہی طریق نجات خدا کے ہاں مقرر تھا تو شروع دنیا میں سب سے پہلے نبی پر اس کو ظاہر کیوں نہ کیا گیا، تاکہ رحم اور عدل برابر رہتا؟ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی امتوں کے حق میں ان پر رحم ہوا تو یہ غلط ہے کیونکہ کفارہ مسیح سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ مگر ان لوگوں کو تو مسیح کی اور کفارہ کی خبر ہی نہ تھی۔ وہ آپ کے کفارے پر ایمان کیسے لا سکتے تھے۔ نیز یہ کیا انصاف ہوا کہ پچھلے لوگوں کو تو کفارہ سے فائدہ دیا جائے اور پہلے لوگوں کو اس نعمت غیر مترقبہ سے بالکل محروم رکھا جائے؟

⑤ اگر مجرم بدکار وغیرہ محض کفارہ مسیح پر ایمان لا کر چھوٹ جائیں تو خدا کا عدل کیسے قائم رہ سکتا ہے؟

⑥ اگر خدا کی محبت اتنی گہری اور عام تھی کہ اس کی بناء پر دی ہوئی مسیح

کی قربانی سب کیلئے ہے۔ (ا- تیمتھس ۲-۶) تو پھر اس قربانی و کفارہ کی برکات سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے اس پر ایمان لانے کی شرط کیوں رکھی گئی؟ سب کیلئے عام ہونے کا مطلب تو واقعی سب کیلئے ہونا چاہئے۔ ماننے یا نہ ماننے کی قید کیوں؟

⑦ کفارہ عدل خداوندی کے خلاف ہے، کیونکہ ایک بے گناہ شخص کو سزا دینا جو اس کے لئے راضی بھی نہ تھا، اور وہ رو کر دعائیں بھی کرتا کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے مگر خدا نے اصل گناہ گاروں کو چھوڑ دیا اور جبراً ایک بے گناہ کو اس کی سزا دی یہ عدل و انصاف کے صریح خلاف نہیں؟

⑧ نیک و بد کی تخصیص کے بغیر انجیل مرقس میں لکھا ہے۔ ''کیونکہ ہر شخص آگ سے نمکین کیا جائے گا۔'' (مرقس ۹-۵۰) کفارہ مسیح کے بعد بھی سب کو آگ میں بھون کر نمکین کرنے کا کیا مطلب ہوا؟

⑨ تمام دنیا کے گناہگاروں کا حساب کیجئے پھر ان کی عمروں کا اندازہ لگا کر گناہوں کا حساب کیجئے تو یہ گناہ عدد و شمار کی حد سے گزر جائیں گے۔ مگر ان سب گناہوں کے بدلے میں سزا صرف ایک شخص کو اتنی دی گئی جو چند منٹوں میں ختم ہو گئی۔ خدا کا ایسا کرنا اپنے بیٹے کی رعایت، ناانصافی اور قانون شکنی نہیں تو اور کیا ہے؟

⑩ اگر مسیح کو مصلوب کرنے کا فیصلہ خدا کی طرف سے مقرر تھا اور وہ پورا ہونا ضروری تھا تو پھر گرفتار کرنے والے مسیح پر ٹھٹھہ کرنے والے اور مسیح پر تھوکنے والے، سر پر کنڈے مارنے، مسیح کو لعن طعن کرنے حتیٰ کہ مصلوب کرکے اس کی ٹانگیں توڑنے والے حضرات کو ناراست اور جہنمی کہنا زیادتی ہوگی۔ جبکہ مسیح کے حواریوں کو ان کی تمام تر بے وفائیوں، مرتد ہونے، تن تنہا چھوڑ کر بھاگ جانے حتیٰ کہ پطرس کا مسیح پر لعنت کرنا بھی معیوب نہیں گنا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ یہ پیشین گوئی تھی، جس کا پورا ہونا ضروری تھا، اسی طرح یہ اصول مصلوب کرنے والوں کے حق میں بھی ہونا چاہئے کیونکہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا، یہ تو مقدر تھا، جس کا پورا ہونا

لازم تھا، لہٰذا جنہوں نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا، انہیں کفارہ کی نعمت کے فائدہ سے محروم کیوں رکھا جائے؟ معلوم ہوا کہ عقیدہ کفارہ من گھڑت عقیدہ ہے، عقیدہ تثلیث کی طرح اس کو سمجھنا اور سمجھانا بھی کسی مسیحی کے بس کا روگ نہیں تو پھر پادری صاحب کا استدلال بھی بے معنی ہے۔

⑨ نویں نشانی ”گناہ کے بارے میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں اس جملہ کا حال بھی ملامت کرنے، قصور وار ٹھہرانے سے متعلق ہے، اس کا جواب نمبر آٹھ میں گزر چکا۔ یہ فرمان بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فارقلیط منکرین عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہو کر ان کو مسیح پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ملامت کریں گے اور ان کے اس قول پر کہ ہم نے اسے مصلوب کر دیا، پر ملامت کرینگے۔ یہ بات نازل ہونے والی روح پر ہرگز صادق نہیں آتی۔ کیونکہ وہ لوگوں کو ملامت کرنے کے لئے نازل نہ ہوئی تھی۔

⑩ دسویں نشانی ”مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہیں۔“

”مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کی روح دکھائے گا۔“

روح نے عیسیٰ علیہ السلام کے احکام میں کسی قسم کا اضافہ نہیں کیا، عیسائی عقیدہ کے مطابق اس نے حواریوں کو تثلیث کے عقیدے اور سارے عالم کو دعوت دینے کا حکم دیا تھا۔ ایسی شکل میں اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے ان اقوال میں جو آپ نے عروج آسمانی تک ارشاد فرمائے تھے، کون سی زائد بات کا اضافہ کیا؟ بلکہ اس روح کے نزول کے بعد ان لوگوں نے سوائے بعض احکام عشرہ کے جو سفر خروج کے ب ۲۰ میں مذکور ہیں، جملہ احکام توراۃ کو ختم کر ڈالا اور اعمال ۱۵-۲۹ کے مطابق تمام محرمات کو حلال کر ڈالا۔ ایسی صورت میں ان کے بارے میں یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ اس کی برداشت کی استطاعت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان لوگوں کو تعظیم سبت جیسے عظیم

الشان حکم کو ختم کرنے کی بھی استطاعت حاصل ہوئی جو توراۃ کا بڑا حکم تھا، اور یہودی محض اس وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح موعود تسلیم نہیں کرتے تھے کہ انہوں نے اس حکم کی کوئی رعایت نہیں کی تھی لہٰذا ان لوگوں کا تمام احکام کو ختم کر دینے کا قبول کر لینا آسان تھا، البتہ ایمان کی کمزوری اور ضعف قوت کی وجہ سے جو عیسیٰ علیہ السلام کو عروج تک رہی، احکام کی زیادتی کو قبول کرنا یقیناً اس کی استطاعت سے خارج تھا، چنانچہ اس کا اعتراف خود علماء پروٹسٹنٹ کو بھی ہے۔ اس عام گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فارقلیط ایک ایسا نبی ہو سکتا ہے جس کی شریعت میں عیسوی شریعت کی نسبت کچھ احکام زائد ہونگے، اور ان کا اٹھانا کمزور مکلفین کے لئے گراں ہوگا، بلاشبہ ایسے نبی صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔

⑪ گیارہویں نشانی: "وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔"

"وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو سنے گا وہی کہے گا۔" اس جملہ میں فارقلیط کی سچائی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ جملہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فارقلیط ایسا شخص ہوگا جس کی بنی اسرائیل تکذیب کرینگے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ اس کی سچائی کا حال بیان کریں۔ اسی بیان پر خصوصیت کے ساتھ یہ بات ارشاد فرمائی، اس کے برعکس نازل ہونے والی روح کے حق میں جھٹلائے جانے کا احتمال ہی نہ تھا۔ مزید براں یہ کہ جب روح القدس تیسرا اقنوم ہے اور عین معبود تو پھر اسے کچھ کہنے کے لئے کسی سے کچھ سننے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

حالانکہ اس جملہ سے تو واضح ہے کہ "لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا۔" اس سے صاف ظاہر ہے کہ فارقلیط وہی کچھ کہے گا جو کچھ اس پر وحی کیا جائے گا۔ الہٰذا اس کا مصداق بلاشبہ محمد ﷺ ہی ہیں۔ کیونکہ آپ کے حق میں جھٹلائے جانے کا قوی احتمال تھا کیونکہ آپ واحد رسول ہیں جو بنی اسماعیل سے مبعوث فرمائے گئے اور آپ محض خاتم النبین اور اللہ کے بندے ہیں، کوئی اقنوم یا معبود نہیں۔ اور آپ اللہ کا

پیغام بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لئے وحی کے محتاج تھے۔ لہٰذا آپ ہی ایسے شخص ہیں کہ جو کچھ سنتے یعنی وحی کی جاتی، آپ کی طرف، آپ وہی ارشاد فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "وما ینطق عن الھوی، ان ھو الا وحی یوحی" (۵۳-۳،۴) اور یہ (محمد ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف نازل کی جاتی ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ان اتبع الا ما یوحی الی" بے شک تو صرف اس کی پیروی کرتا ہے جس کی وحی تیری طرف کی جاتی ہے۔

حتیٰ کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین وانہ لتذکرۃ للمتقین" (الحاقہ ۴۴ تا ۴۸)

اور اگر یہ پیغمبر (محمد ﷺ) بعض باتوں کو اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری جانب منسوب کر دیتا تو بلاشبہ ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے، پھر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی بھی اس کو ہماری گرفت سے روکنے والا نہ ہوتا۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دینی معاملات میں آپ ﷺ اپنی طرف سے کبھی کلام نہ فرماتے بلکہ جو وحی ہوتی صرف اتنا، دنیاوی معاملات اس سے خارج ہیں۔ قرآن حکیم کی طرح حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ اس میں فرق یہ ہے کہ مفہوم اللہ کی طرف سے ہوتا اور حدیث کے الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کے، جیسا کہ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے "الا انی اتیت الکتاب ومثلہ معہ" (رواہ ابوداؤد) آگاہ رہو میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کے ساتھ اسی درجہ کی ایک چیز (یعنی حدیث) بھی دیا گیا ہوں۔ پس حضور صادق المصدوق ﷺ کا ہر فرمان بھی اللہ کی طرف سے ہوتا تھا، دینی امور میں آپ اپنی جانب سے کلام بھی نہ فرماتے تھے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہی صفت آپ کی تورات میں بھی مذکور ہے۔ مثلاً جو نبی گستاخ

بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی، اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے گا اور اس کے کہنے کے مطابق کچھ واقعہ یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نے وہ بات گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔ (استثنا ۱۸-۱۷ تا ۲۲)

غور فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹے نبی کی یہ علامت بیان فرمائی کہ اس کی سنائی ہوئی خبریں اور آنے والے واقعات کی پیشین گوئیاں سچی نہیں ہوسکتیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے بہت سے مستقبل کے واقعات کی خبریں اور پیشین گوئیاں بیان فرمائیں۔ ان خبروں میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہو چکا ہے اس لئے قاعدہ کے موجب آپ سچے نبی ہوئے نہ کہ جھوٹے۔ دوسری یہ بات بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، بائبل کے مذکورہ حوالے کے پیش نظر جھوٹا نبی ہلاک کیا جائیگا۔ اور قرآن کریم نے بھی اسی بات کی تصدیق فرمائی۔ ”ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین “ اور محمد رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں نے ہر ممکن ہلاک کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”واللہ یعصمک من الناس “ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ غور فرمائے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسی قوم کے سامنے جن کے پاس نہ کوئی کتاب تھی، نہ حکمت، یہ دعویٰ فرمایا کہ میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن کتاب اور واضح حکمت دے کر بھیجا گیا ہوں تا کہ میں عالمین کو ایمان اور عمل صالحہ کے ذریعہ منور کر دوں۔

سوچنے کی بات ہے کہ آپ باوجود اپنی کمزوری، غربت و افلاس اور مددگاروں کی قلت کے روئے زمین کے تمام انسانوں کی مخالفت کے لئے کھڑے ہو جاتے

ہیں جن میں معمولی لوگ بھی ہیں، اوسط درجے کے انسان بھی اور دنیا کے جابر و قاہر سلاطین اور بادشاہ بھی ہیں، آپ ان سب کی رائے کو غلط اور سب کو بیوقوف اور احمق گردانتے ہیں اور آپ ﷺ ان سب کے مذاہب کو باطل گردانتے ہیں، اور ان کی حکومتوں اور سلطنتوں کو مٹا دیتے ہیں۔ آپ کا دین تھوڑی سے قلیل مدت میں مشرق سے مغرب تک تمام مذاہب کو شکست دے کر ان پر غالب آجاتا ہے۔ زمانوں اور قرنوں کے گزرنے کے باوجود اس میں ترقی اور اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے دشمن باوجود اپنی کثرت تعداد اور بے شمار اسباب و سامان کے باوجود اپنی شوکت اور انتہائی تعصب وحمیت کے آپ ﷺ کے دین کی روشنی کو بجھانے اور مذہب کے آثار مٹانے کی مساعی میں کبھی کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مدد اور آسمانی تائید کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ کام آسانی سے نہ ہوا بلکہ ۸۶ جنگیں لڑی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی انتہائی کوششیں کی گئیں، زہر دیا گیا، جنگیں مسلط کی گئیں، سر پر انعام رکھا گیا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "واللہ یعصمک من الناس" اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ یہودیوں کے معلم گملی ایل نے حواریوں کے بارے میں کتنی اچھی بات کہہ دی ہے۔

"اے اسرائیلیو! ان آدمی کے ساتھ جو کچھ کیا چاہتے ہو، ہوشیاری سے کرنا کیونکہ ان دنوں سے پہلے تھیوداس نے اٹھ کر دعویٰ کیا تھا کہ میں کچھ ہوں اور تخمیناً چار سو آدمی اس کے ساتھ ہو گئے تھے مگر وہ مارا گیا اور جتنے اس کے ماننے والے تھے، سب پراگندہ ہوئے اور مٹ گئے اور اس کے بعد یہوداہ گلیلی اسم نویسی کے دنوں میں اٹھا اور اس کے کچھ لوگ اپنی طرف کر لئے وہ بھی ہلاک ہوا اور جتنے اس کے ماننے والے تھے سب پراگندہ ہو گئے، پس اب میں تم سے کہتا ہوں کہ ان آدمیوں سے کنارہ کرو اور ان سے کچھ کام نہ رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے بھی لڑنے والے، ٹھہرو کیونکہ یہ تدبیر کا کام ہے اگر آدمیوں کی طرف سے ہے تو آپ

برباد ہو جائے گا لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو ان کو مغلوب نہ کر سکو گے۔" (کتاب اعمال ۵-۳۵ تا ۳۹) اور اسی طرح زبور میں لکھا ہے کہ "تو ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں، ہلاک کر دے گا۔" (زبور ۷-۳-۱۷) "شریروں کے بازو توڑے جائیں گے لیکن خداوند صادق کو سنبھالتا ہے .... لیکن شریر ہلاک ہونگے۔ خداوند کے دشمن چراگاہوں کی سبزی کے مانند ہونگے، وہ فنا ہو جائیں گے وہ دھوئیں کی طرح جاتے رہیں گے۔ (زبور ۷-۳-۱۷ تا ۲۰) لہذا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ سچے نہ تھے تو اللہ تعالیٰ ان کے طریقے کو مٹا دیتا۔ ان کو ذلیل کرتا اور ان کے ذکر کو روئے زمین سے مٹا دیتا اور ان کے بازوؤں کو شکست کر کے دھویں کی طرف فنا کر دیتا۔ مگر اللہ نے ان باتوں میں سے کوئی ایک بات نہیں کی بلکہ اس کے برعکس محمد ﷺ ہمیشہ غالب رہے اور آپ کا دین چار وانگ عالم میں پھیلتا چلا گیا، جو اس پتھر پر گرا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جس پر یہ خود گرے وہ بھی پس گیا، نہ صرف آپ بلکہ آپ کے خلفاء بھی ہمیشہ غالب رہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت نصف کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی تھی۔ اور بعد میں آنے والے بھی ہمیشہ غالب رہے اور آج اسلام مذاہب عالم میں سب سے بڑا مذہب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو بلند فرمایا جیسا کہ زبور میں بھی آپ کے بارے میں پیشین گوئی ہے کہ "خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا ہے۔" پھر اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو دنیا جہان کے لئے امن بنا دیا۔ آج دنیا کی ہر عبادت گاہ سے بڑی عبادت گاہ اور سب سے زیادہ رونق مکہ مکرمہ میں دکھائی دیتی ہے اور پھر اللہ نے آپ پر نازل کردہ کتاب قرآن حکیم کو عالمین کے لئے ذکر بنا دیا۔ قرآن کریم دنیا کی واحد کتاب ہے جو لوگوں کے دل اور دماغ میں محفوظ ہے اور کے بے شمار حفاظ کرام ہیں اور دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب قرآن حکیم ہے۔

آج ہر کوئی دیکھ سکتا ہے کہ عیسائیت کا دائرہ آئے دن سکڑتا جا رہا ہے۔ اللہ کی

قسم عیسائی مشنریاں دین اسلام کی تکذیب کرنے میں اللہ سے جنگ کر رہی ہیں، مگر وقت بہت قریب آ رہا ہے کہ ان کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ ''وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون'' اور یہ ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ انہیں کون سے انجام کی طرف لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف محمد ﷺ کی حفاظت فرمائی بلکہ دین اسلام کی حفاظت بھی اللہ کے ذمے ہے اور یہ دشمنان دین کبھی بھی نور اسلام کو بجھانے میں بموجب اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

''یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون'' (الصف)

⑫ بارہویں نشانی: ''مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دیگا۔''

''مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا جو کچھ باپ کا ہے، وہ سب میرا ہے، اس لئے میں نے کہا کہ وہ مجھ سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔'' یہ بات بھی روح پر ہرگز صادق نہیں آتی، کیونکہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ روح قدیم، غیر مخلوق اور قادر مطلق ہے اور کوئی کمال ایسا نہیں جو روح کو بالفعل حاصل نہ ہو، اس لئے ضروری ہے کہ وہ کسی سے خبر حاصل کرنے کا محتاج نہ ہو۔ یہ بات تو صرف ایسی شخصیت پر صادق آتی ہے جسے کمالات بتدریج حاصل ہوتے ہوں۔ اس سے پہلے اسے کسی بات کا علم نہ ہو وہ اُمّی (ان پڑھ) ہو بعد میں اسے کوئی علم و حکمت سکھائے اور یہ بات صرف محمد رسول اللہ ﷺ پر ہی صادق آتی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمانے کے ساتھ ہی اس شبہ کو بھی دور فرما دیا تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ آنے والا عیسیٰ علیہ السلام کا متبع ہے۔ چنانچہ آپ نے وضاحت فرما دی کہ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے۔ اس لئے میں نے کہا کہ ''وہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔'' مطلب بالکل واضح ہو گیا کہ جو چیز بھی فارقلیط کو حاصل ہو گی یا وحی ہو گا وہ انہیں ذرائع سے ہو گی جن ذرائع سے مجھے یہ باتیں حاصل

ہوئیں۔ یعنی جو کچھ اس پر اللہ تعالیٰ نازل فرمائے گا، یوں سمجھو کہ میری طرف سے بھی وہی ہے یعنی میرا بھی اسی پر ایمان ہو گا کیونکہ اللہ کی رضا میں میری رضا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اس کی شریعت کوئی نئی اور انوکھی چیز نہ ہو گی بلکہ اس کی شریعت پہلی شریعتوں کے مطابق ہوگی اور اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں۔ قرآن کریم میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں شرک اور گمراہی پھیلنے کے بعد رسل اللہ تین طرح پر بھیجے گئے ہیں۔ اول وہ رسول جو اصحاب شرائع ہیں اور وہ پانچ ہیں۔ ① نوح نبی اللہ ② ابراہیم خلیل اللہ ③ موسیٰ کلیم اللہ ④ عیسیٰ روح اللہ ⑤ محمد رسول اللہ ﷺ۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

"شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ و عیسیٰ" (۴۲-۱۳)

"اللہ نے تمہارے لئے وہ دین مقرر کیا جس کی تاکید نوح کو کی تھی اور جو (اے محمد ﷺ) ہم نے تیری طرف وحی کیا اور جس کی تاکید ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کی تھی۔" لہٰذا اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس بات کی ان الفاظ میں وضاحت فرما دی۔ نبی کی اطاعت فرض ہوتی ہے کیونکہ نبی دینی امور میں اپنی طرف سے کلام نہیں فرماتے، لہٰذا نبی کی بات وہی ہوتی ہے، جس بات کا نبی کو حکم ہوتا ہے، اسی طرح اللہ کی اور نبی کی بات ایک ہوتی ہے۔ مگر اکثریت اس بات سے شبہ میں پڑ جاتی ہے اور دونوں کی بات کو ایک سمجھتے ہوئے، لوگ دونوں کی ذات بھی ایک سمجھنے لگتے ہیں اور اسی طرح شرک اور تثلیث وغیرہ کے بکھیڑوں میں پڑ جاتے ہیں جو کفر کی سب سے بڑی اور بری قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک حی لا یموت ہے اور انبیاء انسانوں میں سے منتخب لوگ ہوتے ہیں۔

⑬ تیرہویں نشانی: "تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔"

فارقلیط کی ایک نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ وہ آئندہ پیش

آنے والے واقعات کی قبل از وقت پشین گوئی فرمائیں گے۔ ہم کہتے ہیں کہ پینتی کست کے دن روح نے نہ کوئی پشین گوئی فرمائی اور نہ کوئی آئندہ کی خبروں کے متعلق لوگوں کو مطلع کیا۔ البتہ پولس نے روح کے حوالے سے آئندہ کی صرف ایک خبر کا ذکر کیا ہے وہ بھی قرآن حکیم اور محمد ﷺ کے متعلق پشین گوئی پر فٹ آتی ہے۔ جس کا ذکر ہم گذشتہ صفحات میں کر چکے ہیں، اس کے برعکس یہ صفت محمد ﷺ کی ذات بابرکات کا خاص خاصہ ہے۔ آپ نے لوگوں کو بے شمار آئندہ کی خبریں سنائیں۔ بائبل کے متعدد مقامات سے ثابت ہے کہ جھوٹے نبی کی بتائی ہوئی خبریں غلط ثابت ہوں گی۔ اس کی تفصیل ہم گیارہویں نشانی میں کر چکے ہیں۔ اب دیکھئے محمد رسول اللہ ﷺ نے بے شمار آئندہ کی پشین گوئیاں فرمائیں جو سچ ثابت ہو چکیں اور آپ کی سنائی ہوئی ایک خبر بھی غلط ثابت نہ ہوئی، کیونکہ آپ اللہ کے سچے رسول تھے اور وہ خبریں وحی ربانی پر مشتمل تھیں۔ ان پشین گوئیوں کی فہرست کافی لمبی ہے، ہم اختصار کے پیش نظر چند ایک پشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

① سراقہ اور کسریٰ کے کنگن:-

ہجرت کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے سر اقدس پر بے تحاشہ انعام رکھا گیا کہ جو کوئی محمد ﷺ کو پکڑ کر لائے یا اس کا سر لائے، اسے انعام و اکرام اور عزت سے نوازا جائے گا چنانچہ سراقہ آپ کا پیچھا کرتے ہوئے قریب پہنچ جاتا ہے وہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہے، سراقہ بمعہ گھوڑے کے زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے توبہ کی اور امان چاہی۔ رحمت عالم ﷺ نے تبسم فرمایا اور سراقہ کو امان عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ "کیف بک اذا لبست سوادی کسریٰ" اے سراقہ! تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا تو سراقہ بچشم حیرانگی سے اور تعجب سے سوال کرتا ہے کہ "اکسریٰ فارس" کیا ایران کا کسریٰ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ھلک کسریٰ بعدہ و قیصر

لیھلکن ثم لا یکون قیصر بعدہ " (صحاح)

کسریٰ ہلاک ہو گیا اس کے بعد کسریٰ نہ ہو گا، پھر کچھ دن بعد قیصر بھی یقیناً ہلاک ہو گا پھر اس کے بعد قیصر نہ ہو گا۔ ہجرت کے موقع پر سنائی گئی اس پیشین گوئی کا وقت خلیفہ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں پورا ہوا اور اسی واقعہ کو مدینہ کی مسجد میں اس طرح دیکھا گیا کہ وہی تاج جو سونے کی زنجیروں میں بندھا ہوا کج کلاہ ایران کے سر پر رکھا ہوا ہے۔ جواہر نگار کمر بند اس کی کمر سے بندھی ہوئی ہے۔ زیور یعنی کنگن کلائیوں میں پہنے ہوئے ہیں اور اس وقت کی سپر پاور ایران کا بادشاہ کتنی پستی کے لہجہ میں کہہ رہا تھا کہ "سراقہ ہاتھ اٹھا اور بول اللہ اکبر، اسی کیلئے ساری ستائش ہے جس نے کسریٰ سے چھینا اور مالک بدو کے بیٹے اس سراقہ کو پہنایا جو بنی مدلج کے گنواروں کا گنوار ہے۔ سیدنا فاروق اعظم بھی ساتھ اللہ اکبر، اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے جاتے تھے۔

(۲) جہاد اور فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی:-

فرمایا حضور صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے "قال ناس من امتی عرضو علی غزاہ فی سبیل اللہ کما قال فی الاول قالت فقلت یا رسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی منھم قال انت من الاولین فرکبت البحر فی زمان معاویۃ بن ابی سفیان فصرعت عن دابتھا حین خرجت من البحر فھلکت "

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے کچھ لوگ جو اللہ کی راہ میں جہاد کو جا رہے تھے، اسی طرح مجھے دکھائے گئے جیسے پہلے بیان ہوا۔ (یعنی بحری بیڑوں پر بحری فوج موجودہ زمانہ میں اسے "نیوی" کہتے ہیں۔) جیسے بادشاہ تختوں پر سوار، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھ کو ان میں شریک کرے، آپ نے فرمایا تو پہلے لوگوں میں شریک ہو چکی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایسا ہوا کہ ام حرام اپنے خاوند عبادہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سمندر میں سوار ہوئیں۔ یہ پہلا

جہاد تھا، روم کے نصاریٰ پر اور جب وہ سمندر سے اتریں تو جانور سے گر کر وفات پائی۔ (بخاری کتاب الجہاد والسیر صفحہ ۶۷)

یاد رہے کہ یہ پہلی اسلامی فوج تھی جس کی پیشین گوئی محمد ﷺ نے فرمائی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ''اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبو'' یعنی میری امت کی پہلی فوج جو بحری جہاد کریگی، اس پر جنت واجب ہوگئی۔'' حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی ان الفاظ میں فرمائی۔ ''ففتحن قسطنطنیه النعلم الامیرا مرھا النعلم الجیش جیشھا''

یعنی قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کا امیر کیسا بہترین امیر اور اس کے لشکری کیسے بہترین لشکری ہیں، یہ دونوں پیشین گوئیاں تقریباً سبھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔ دیکھئے۔ تیسر الباری شرح صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر صفحہ ۶۷، صحیح مسلم کتاب الامارات موطا امام مالک کتاب الجہاد، جامع ترمذی کتاب الجہاد، سنن ابن ماجہ، ابوداؤد وغیرہ۔ آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پوری ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کئی حملے ہوئے، ایک لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے میں محض اس وجہ سے شرکت فرمائی کہ نبی کریم ﷺ نے مجاہدین قسطنطنیہ کو دنیا میں جنت کی بشارت سنائی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ہیضہ کی مرض میں قسطنطنیہ پہنچ کر وفات پائی اور وفات سے پہلے امیر لشکر کو وصیت فرمائی کہ مجھے دشمن کی سرحد میں جتنا دور لے جا سکتے ہو، جا کر دفن کرنا تاکہ قیامت کے دن قسطنطنیہ سے اٹھایا جاؤں۔ چنانچہ آپ کا مزار آج بھی استنبول میں ہے اور سیاحوں کے لئے مرکز خاص ہے۔ آخر کار محمد بن عثمان فاتح کے ہاتھ پر قسطنطنیہ فتح ہوا۔ جس کی پیشین گوئی حضور صادق المصدوق ﷺ نے مدت مدید پہلے سنائی تھی۔

③ فتح مکہ کی پیشین گوئی:۔

اہل مکہ نبی ﷺ اور آپ کے اصحاب ؓ کے سخت دشمن تھے۔ انہوں نے اسلام کے ملیا میٹ کرنے میں ہر ممکن کوشش کی اور ان کی عداوت ایسی سخت اور مسلسل تھی کہ کوئی وجہ قیاس کرنے کی نہ پائی جاتی تھی کہ یہی لوگ ایک دن اسلام کے خادم اور مسلمانوں کے بھائی بندے بن جائیں گے اور یہی لوگ نبی محمد ﷺ کے فدائی ہونگے اور یہ مٹھی بھر کمزور مسلمان جو ظلم وستم سے تنگ آ کر دیار غیر میں ہجرت کر رہے ہیں، بہت ہی جلد فاتح مکہ کی حیثیت سے لوٹیں گے۔ مگر قرآن حکیم نے پہلے ہی پیشین گوئی فرما دی تھی۔ "ولتعلمن نباہ بعد حین" یعنی وہ اسلام کی صداقت کو کچھ عرصہ بعد دیکھ لیں گے۔ چنانچہ یہ پیشین گوئی بھی فرما دی "لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رؤسکم ومقصرین لا تخافون" ( )ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور داخل ہو گے اس طرح تم میں سے بعض نے اپنے سر منڈائے ہونگے بعض نے بال چھوٹے کروائے ہوں گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا۔" چنانچہ اس پیشین گوئی کا ظہور آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں ہی ہوگا اور سب اہل مکہ مسلمان ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ ہجرت کے دسویں سال مکہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے قرآن نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اور اس کا ذکر بائبل میں بھی ہے۔

(۳) اہل روم کے غالب آنے کی پیشین گوئی:۔

"الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھو من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشآء وھو العزیز الرحیم، وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غفلون" (۳۰۔۱تا۷)

"ال، لام، م۔ اہل روم قریب ترین زمین (یعنی ارض عرب) میں مغلوب ہو

گئے اور اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (اہل فارس پر) غالب آ جائیں گے چند (یعنی تین سے نو) ہی سالوں میں اللہ کے ہاتھ میں ہیں کام پہلے اور پچھلے اور اس دن مسلمان اللہ کی مدد کی وجہ سے خوش ہونگے، اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ زبردست اور مہربان ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔" دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے غافل ہیں۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کو پورا ہوتے چشم فلک نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ رومی لوگ شکست کے صرف سات سال بعد ایرانیوں پر غالب آ گئے جس کی پیشین گوئی محمد رسول اللہ ﷺ نے قبل از وقت فرمائی تھی حالانکہ اس وقت یہ بات سب کی نظر میں ناقابل یقین تھی۔

④ مسجد نبوی کی توسیع کے متعلق پیشین گوئی:۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے "ایک وقت آئے گا کہ مسجد نبوی کی حدود جنت البقیع سے مل جائیں گی۔" سننے والے حیران تھے کہ چند گز کی مسجد میلوں پر محیط کیونکر ہو سکتی ہے۔ مگر انہیں یقین تھا کہ فرمان رسول کبھی غلط نہیں ہو سکتا ایک دن ایسا آ کر ہی رہے گا کہ اس کی حدیں جنت البقیع سے جا ملیں گی۔ مگر باوجود اس کے عبادت کرنے والوں کی کثرت کے سبب اتنی وسیع و عریض اور میلوں پر محیط مسجد بھی تنگی داماں کا شکوہ کریگی۔ آج دیکھنے والے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ آج مسجد نبوی کی حدود جنت البقیع سے ملی ہوئی ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث مبارکہ میں متعدد پیشین گوئیاں موجود ہیں جو سچ ثابت ہو چکیں۔ مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشین گوئی، شام جائے امن کی پیشین گوئی، فتنے عراق سے اٹھیں گے، مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے سبب صلح ہو گی۔ قرب قیامت کی پیشین گوئیاں جو بعینہٖ پوری ہو چکیں اور کچھ وقت کے ساتھ ساتھ پوری ہونگی۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی پیشین

گوئی، فتنہ دجال کی پیشین گوئی، قوم یاجوج ماجوج کی پیشین گوئی وغیرہ۔ آخر میں قرآن حکیم میں موجود پیشین گوئیوں کے چند حوالے دیتے جاتے ہیں۔

البقرۃ ۲۳، ۲۴، ۱۴۴، آل عمران ۱۱، ۱۲، ۱۳۹، النساء ۸۴، المائدہ ۵۴، ۶۷، الانفال ۲۶، ۳۷ تا ۴۰، ۵۹ تا ۶۲، التوبہ ۱۴، ۱۵، ۲۸، ۳۳، ۳۹، ۵۶، ۵۷، ۱۰۱، الرعد ۳۱، الحجر ۹، النحل ۴۱، بنی اسرائیل ۸، النور ۵۵، النمل ۹۳، القصص ۸۵، الروم ۱ تا ۶، السجدہ ۲۱، ۵۳، الصفت ۱۷۱، ۱۷۵، محمدؐ ۷ تا ۱۰، ۳۵، الفتح ۱۶، ۲۱، ۲۸، الطور ۴۸، القمر ۴۵، المجادلہ ۲۰، ۲۱، الصف ۸، ۹، القلم ۱۶، العلق ۱۵، ۱۸۔

⑭ چودھویں نشانی: ”تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا“:۔

فارقلیط کے متعلق یہ پیشین گوئی اور نشانی بھی بیان فرمائی گئی ہے وہ یعنی فارقلیط تم کو سیدھی راہ دکھائے گا۔ یا سچائی کی حقیقی روح مطلب صراط مستقیم، لہٰذا یہ جملہ اور نشانی بھی روح کے متعلق ہرگز صادق نہیں آتی، کیونکہ اس روح نے کسی کو کوئی راہ نہ دکھائی۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اللہ کا پسندیدہ دین عطا فرمایا اور صراط ابلیس سے بچا کر صراط مستقیم پر چلایا اور اب قیامت تک کے لئے ایک ہی شاہراہ جنت یعنی دین اسلام ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ”والذی جآء بالصدق“ محمد ﷺ جو ساری سچائی لے کر آیا ہے۔

سچائی کی راہ یا صراط مستقیم:۔

سچائی کی راہ یا صراط مستقیم حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لیکر ایک ہے۔ اسی بات کی دعوت ابراہیم علیہ السلام نے دی، اسی بات کی دعوت حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے دی اور تمام انبیاء کی ایک ہی دعوت اور ایک ہی راہ ہے اور یقیناً تمام انبیاء نے جو راہ بتائی ہے وہ ہی حقیقی سچائی کی راہ اور راہ نجات ہے۔ مثلاً خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ (استثنا ۴-۳۵) ”میں ہی اول اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں۔“ (یسعیاہ ۴۴-۷)

''میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں تیرا خداوند غیور ہوں.................. ۔ ② اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا...... ③ تو خون نہ کرنا ④ تو زنا نہ کرنا ⑤ تو چوری نہ کرنا ⑥ تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا ⑦ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا (استثناء ۵-۶ تا ۲۰) ⑧ نسل کشی خدا کو ناپسند ہے (یعنی اولاد کا قتل) (پیدائش ۳۸-۱۰) ⑨ تم ﷺ گوشت کے ساتھ خون نہ کھانا (پیدائش ۹-۵) ⑩ اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا...... اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اسے اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔'' (پیدائش ۱۷-۱۱ تا ۱۴) ⑪ تم کسی بیوہ یا یتیم لڑکے کو دکھ نہ دینا (خروج ۲۲-۲۳) ⑫ درندوں کے پھاڑے ہوئے جانور کا گوشت جو میدان میں پڑا ہوا ملے، مت کھانا (خروج ۲۲-۳۱) یعنی مردار نہ کھانا ⑬ انصاف کا خون نہ کرنا (خروج ۲۳-۷) ⑭ رشوت نہ لینا (خروج ۲۳-۹) ⑮ اور سور کا گوشت نہ کھانا (احبار ۱۱-۸) ⑯ مے سے بصارت جاتی رہتی ہے (ہوسیع ۴-۱۱) یعنی شراب نہ پینا ⑰ سود کی ممانعت (احبار ۲۵-۳۵ تا ۳۷)

ان سب باتوں کی تصدیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمائی، چنانچہ جب آپ سے سوال کیا گیا کہ سب حکموں سے اول حکم کون سا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ''اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔'' چنانچہ باقی سب باتوں کی تصدیق آپ نے اس طرح فرمائی کہ ''یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے پس جو کوئی

ان چھوٹے سے چھوٹا حکموں میں سے کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا لیکن جو ان پر عمل کریگا اور ان کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہی میں بڑا کہلائے گا۔" (متی ۵-۱۹،۲۰) مگر یہود و نصاریٰ نے سچائی کی اس راہ کو چھوڑ دیا اور سب سے اول حکم یعنی توحید کی بھی پراہ نہ کی اور عیسائیوں نے حدود اللہ کی پامالی میں کوئی کسر نہ چھوڑی، توحید کو بھی تثلیث میں بدل دیا اور صراط مستقیم یعنی سچائی کی راہ سے ہٹ کر صراط ابلیس یعنی شیطان کی راہ پر چل نکلے اور بالکل گمراہ ہو گئے۔ اسی لئے عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیشین گوئی میں یہ نشانی بھی بیان فرمائی کہ وہ فارقلیط تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ پوری سچائی لے کر آئے اور لوگوں کو سچائی کی راہ یعنی صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

"قل تعالوا اتلو ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاهم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ذالکم وصکم به لعلکم تعقلون ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن حتی یبلغ اشده اوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف الله نفسا الا وسعها واذا قلتم فاعدلو ولو کان ذی قربی وبعهد الله اوفوا ذالکم به لعلکم تذکرون"

(الانعام-۱۵۱ تا ۱۵۴)

کہہ دیجئے (اے محمد ﷺ) آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں تمہارے رب نے تم پر کیا کچھ حرام کیا ہے (اور وہ باتیں یہ ہیں) ① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ ② اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو۔ ③ اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں تو ان کو بھی ضرور دیں گے۔ ④ اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ یہ ظاہر ہوں یا چھپی۔ ⑤ اور جس جان

کے قتل کو اللہ نے حرام کیا اسے قتل نہ کرو مگر یہ کہ حق کے ساتھ، ان باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا شاید کہ تم سمجھو۔ ⑥ اور یہ کہ ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا دو، ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔ ⑦ اور جب گواہی دو تو انصاف سے دو، خواہ بات تمہارے کسی قریبی رشتہ دار کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ ⑧ اور یہ کہ اللہ کے عہد کو پورا کرو یہ باتیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ ⑨ ولا تقربوا الزنا اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ ⑩ حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ماذکیتم وما ذبح علی النصب (۵-۳) تم پر یہ چیزیں حرام کر دی گئی ہیں۔ ⑪ بہتا ہوا خون ⑫ سور کا گوشت ⑬ غیر اللہ کی قربانی ⑭ نیز وہ جانور جو گلا گھٹ کر یا بلندی سے گر کر چوٹ کھا کر سینگ کی ضرب سے مر گیا ہو اور جسے کسی درندے نے پھاڑا مگر یہ کہ تم اسے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو نیز آستانے کا ذبیحہ وغیرہ ⑮ یاایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون (المائدۃ ۵-۹۰) مسلمانو! شراب خوری ⑯ جوئے بازی ⑰ بت پرستی ⑱ اور (تیروں سے) تقسیم پلیدی اور شیطانی کام ہیں لہٰذا تم ان سے بچتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ⑲ والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزآء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم (المائدۃ ۵-۳۸) چور مرد ہو یا عورت ان کے داہنے ہاتھ ان کے اعمال کے بدلے میں کاٹ دیا کرو۔ یہ سزا اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔ ⑳ یاایها الذین امنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون (البقرۃ ۲-۲۷۹) مسلمانو تم اللہ سے ڈرتے رہو اور بقایا سود کا چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو پھر

اگر نہ چھوڑو سود تو اللہ اور اس کے رسول کی لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر باز آ ؤ تو تمہارے اصل مال تم کو مل جائیں گے، نہ ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو گا۔ (۲۱) و لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل (۲-۱۸۸) اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے (رشوت وغیرہ) سے مت کھانا، ہر وہ شخص جس کی آنکھوں پر تعصب کی عینک نہ ہو، صاف دیکھ سکتا ہے کہ حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ بنیادی عقائد (بائبل نگاروں کی نوازش سے غیر واضح اور مبہم انداز میں ہی سہی) حیرت انگیز مطابقت رکھتے ہیں۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دونوں ایک ہی ساز سے پھوٹنے والے دو نغمے ہوں اور ایک ہی مصور کے ہاتھ کی بنائی ہوئی دو تصویریں ہوں۔ قرآن حکیم نے کتنی سچی بات ارشاد فرمائی ہے کہ ''کان الناس امة واحدة '' (۲-۲۱۳) لوگ ایک ہی امت تھے۔'' وما اختلف فیه الا الذین اوتوہ من بعد ما جاتھم البینت بغیا بینھم '' (۲-۲۱۳) اختلاف تو ان میں واضح احکام و دلائل کے باوجود باہمی ضد اور عداوت سے پیدا ہوئے۔ بہرحال مذکورہ تمام باتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے محمد ﷺ کی زبان سے یہ اعلان فرمایا کہ'' وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ذالک وصکم به لعلکم تتقون (الانعام ۶-۱۵۴) اور یہ کہ یہی میری سیدھی راہ ہے لہٰذا اسی پر چلتے رہو اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اللہ نے تمہیں انہیں باتوں کا حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ اور جگہ جگہ تنبیہ فرمائی۔'' یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین (۲-۲۰۸) اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی اتباع نہ کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرما دیا کہ'' ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنه نکفر عنکم سیاتکم وندخلکم مدخلا

کــریــمــا ''(النساء-۳۱) جن کاموں سے تم کو منع کیا جاتا ہے ان میں اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو اللہ تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عزت کے مقام میں داخل کریگا۔ قرآن حکیم نے یہ دعویٰ کہیں نہیں کیا کہ میں ایک نئی اور مختلف تعلیم لایا ہوں بلکہ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر بڑی وضاحت سے فرمایا کہ تمام انبیاء کا مقصد لوگوں تک دعوت توحید ایک ہی دین یعنی سچائی کی راہ سیدھا مستقیم رستہ دکھانا تھا اور یہ رستہ روز اول سے ہی ایک ہے۔ لہٰذا قرآن کا آنا اصل دین الٰہی کے ظاہر کرنے اور کفر و شرک، تثلیث پرستی، کفارہ، بت پرستی، اور جو صراط مستقیم کے مخالف شیطانی رستے بن کر آئے، ان کی جڑ کاٹ کر دینداری اور خالص توحید کی بنیاد لگانا ہے۔ یہی مقصد تھا، جناب مسیح کا کہ وہ تمہیں سچائی کی راہ دکھائے گا چنانچہ آپ ﷺ نے اہل کتاب کو سچائی کی راہ دکھائی اور انہیں دعوت دی جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''قــل یــا اهــل الـکـتـاب تـعـالـوا کـملة سوآء بیننا و بینکم ان لا نعبدوا الا اللہ و لا نشرک شیـئـا و لا یـتـخـذ بـعـضـنـا بـعـضـاً اربابا من دون اللہ فان تولوا اشهد وبانا مسـلـمـون ''(۳-۶۳) آپ ان سے کہئے اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں تسلیم شدہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب بنائے اگر وہ منہ موڑیں تو ان سے کہئے گواہ رہو کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

سچائی کی راہ دکھائے گا، سے یہ مراد بھی ہے۔ یہود سمجھتے تھے کہ انہوں عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کر دیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرے پاؤں کو بھی ٹھیس نہ پہنچے گی اس اشتباہ کے پیش نظر سچائی رکھائی دکھانا مقصد کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور یہود انہوں مصلوب نہ کر سکے اور انبیاء کی صحیح تعلیمات کو بھی واضح کرنا مقصد ہے۔

"قد جآئکم من اللہ نور و کتب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلم ویخرجھم من الظلمت الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم" (۵-۱۵،۱۶) بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی رضا پر چلنے والوں کو سلامتی کے راستے دکھاتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور ان کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے۔

⑮ پندرہویں نشانی: "وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔"

وہ میرا جلال ظاہر کریگا اور کیتھولک بائبل کے مطابق وہ میری گواہی دے گا۔ چنانچہ یہودی آپ کو برا بھلا کہتے نہ تھکتے تھے اور نعوذ باللہ آپ کو ولد الزنا ٹھہراتے اور آپ کی تحقیر کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر نہ مانتے اور کہتے ہم نے اسے مصلوب کر دیا ہے اور عیسائیوں نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کی محبت اور یہود کی مخالفت میں عیسیٰ علیہ السلام کو درجہ الوہیت تک پہنچا دیا، ان کی عبادت کرتے اور انہیں اللہ کا بیٹا بنا لیا۔ عقیدہ کفارہ جیسے کفریہ عقائد گھڑ لئے اور عیسیٰ علیہ السلام کو مردود، حقیر رنج کا آشنا اور نعوذ باللہ لعنتی تک بنا ڈالا۔ (یسعیاہ ۵۳-۲، وگلتیوں ۳-۱۳) اس کے برعکس حضور صادق المصدوق ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان تمام باتوں سے برأت کی شہادت دیکر ان کی عفت و عصمت اور ان کی بزرگی بیان فرمائی اور فرمایا کہ وہ ہرگز ایسے نہ تھے جیسے یہود و نصاریٰ نے انہیں بنا دیا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے، بڑے ہی محترم اور نہایت ہی برگزیدہ یہودی ان کی توہین ہرگز نہ کر سکے۔ اللہ نے مسیح کی شکل کو بدل دیا اور وہ یہوداہ کو مسیح سمجھ کر گرفتار کر کے لے گئے اور اسے مصلوب کر دیا۔ اللہ نے مسیح کی توہین ہرگز نہ ہونے دی اور نہ اللہ نے مسیح کو چھوڑا بلکہ اسے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا اور پھر نبی ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کے جلال کو اس طرح بیان فرمایا۔ حدیث شریف میں ہے کہ "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال

لیس بینی وبینہ نبی .... یعنی وانہ نازل فاذا رایتموہ فاعرفوا رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض بین ممصرتین کان راسہ یقطروان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون" (رواہ ابوداؤد کتاب الفتن باب خروج دجال ۳-۳۵-۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی عرصہ میں کوئی دوسرا نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام (آسمان) سے نازل ہونگے لہٰذا جب انہیں دیکھو تو (درج ذیل علامتوں سے) انہیں پہچاننا، ان کا قد متوسط ہو گا اور ان کا رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان ہو گا۔ وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہونگے، ان کے سر کے بال ایسے ہونگے گویا ابھی ان سے پانی ٹپکنے والا ہے حالانکہ وہ تر نہ ہوں گے لوگوں سے جہاد کریں گے تاکہ لوگ اسلام قبول کر لیں۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عہد میں اسلام کے علاوہ باقی تمام مذاہب کو مٹا دے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کانے دجال کو بھی ہلاک کریں گے آپ کی حکومت چالیس سال تک رہے گی۔ پھر وہ وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے" یہی مراد تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کہ فارقلیط میرا جلال ظاہر کریگا۔ جسے حضور صادق المصدوق خاتم النبیین ﷺ نے خوب ظاہر فرمایا کہ وہ چالیس سال تک حکومت کرینگے۔ دجال ملعون کا قتل کرینگے۔ مشرکوں اور کافروں سے جنگ فرمائیں گے۔ صلیب توڑ دیں گے یعنی ایک اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا حکم دیں گے۔ خنزیر قتل کر دیں گے۔ یعنی عیسائیوں نے جو سور کا گوشت حلال سمجھ رکھا ہے، اسے حرام قرار دیں گے اور چالیس سال تک حکومت فرمائیں گے۔ اور ان کے دور حکومت میں تمام مذاہب باطلہ مٹ جائیں

گے اور دنیا بھر میں صرف ایک ہی مذہب اسلام ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے جلال سے یہی مراد ہے اور اسے دنیا پر قبل از وقت ظاہر فرمایا خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے۔

پادری صاحب کا اعتراض:۔

''وہ میرا جلال ظاہر کریگا'' اس جملے کے تحت پادری صاحب لکھتے ہیں کہ ''پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ فارقلیط کا حضور المسیح کو جلال دینے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ آپ کی بے پدر پیدائش اور اولوالعزم نبی ہونے کی تصدیق کرے بلکہ یہ کہ وہ آپ کے نجات بخش کا یعنی نوع انسانی کے لئے آپ کی تصلیب موت اور قیامت کے اسرار و رموز حوارئین پر کھولے گا اور یہی کچھ فارقلیط نے کیا'' پادری صاحب نے جلال کی من چاہی تفسیر کی ہے اور پھر اس تفسیر کا مصداق ''فارقلیط'' بزعم خود روح القدس کو قرار دیا مگر اس روح القدس نے حضرت مسیح کی تصلیب موت اور قیامت کی بابت جو اسرار و رموز حواریوں پر کھولے تھے، پادری صاحب ان کو نقل کرنے سے یا پھر ان کا حوالہ دینے سے بھی قاصر رہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا موصوف انہیں نقل کر دیتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا اور آپ ایسا کر بھی نہیں سکتے کیونکہ ''روح القدس'' میں نزول کے وقت اپنی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نہیں فرمایا اس لیے موصوف کے خیالی اسرار و رموز بلا دلیل ہیں اور بلا دلیل بات کی صداقت تو کجا وہ تو قابل سماعت ہی نہیں ہوتی (ا۔ تھیمتھس ۵۔۱۹)۔ پادری صاحب نے نے گناہ، راستبازی، عدالت، جلال ان چاروں الفاظ کی تفسیر کفارہ مسیح سے کی ہے۔ یعنی پادری صاحب پھر عقیدہ کفارہ کو گھسیٹ لائے۔ اس کی ہم وضاحت کر چکے۔ رہی بات روح القدس نے ایسی کوئی تصدیق کی یہ ایک من گھڑت مفروضہ ہے جیسے تثلیث اور کفارہ من گھڑت ہے۔ کیا پادری صاحب روح القدس نے تصلیب مسیح کی کہانی سنائی اور بائبل میں روح القدس کی زبانی ایسی کوئی کہانی ہے.....؟

"جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے"

پادری صاحب نے اس جملہ میں کتر بیونت کر کے یوں لکھا ہے۔

"دنیا اسے حاصل نہیں کر سکتی نہ دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے" (فارقلیط، ص ۳۷)۔ اس کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کی دنیا میں عیسیٰؑ کو نہ جانا اور نہ مانا بلکہ ان کی تحقیر کی گئی اور حواری عیسیٰؑ پر ایمان لائے لہٰذا آپ نے یہ فرمایا "دنیا اسے حاصل نہیں کر سکتی" یعنی جو مجھ پر ایمان نہیں لاتے وہ احمدؐ پر بھی ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ نہ دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں پھر حواریوں کے بارے میں فرمایا "تم سے جانتے ہو" یعنی ایمان سے جانتے ہو اور اُس پر ایمان بھی لاؤ گے کیونکہ تم نے مجھے جانا اور مجھ پر ایمان لائے۔ ان الفاظ کے بعد آپ نے دیکھنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس جملہ کے تحت پادری صاحب نے جو اعتراض کیے ہیں ان کا جواب تیسری نشانی میں دیا گیا ہے۔

(۱۶) سولہویں نشانی: "دنیا کا سردار اور بائبل یعنی سید العالمین ﷺ":۔

"اور اب میں تم سے اس کے ہونے سے بیشتر کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔" (یوحنا ۱۴-۲۹ تا ۳۱)

فارقلیط کی ایک نشانی عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بیان فرمائی کہ وہ دنیا کا سردار ہوگا۔ حضرت مسیح کے الفاظ یہ ہیں کہ "دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں عیسائیت کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ خدا، بیٹا، روح القدس کا جلال، قدرت، قیومیت برابر کی ہے۔ اور اس پیشین گوئی میں حضرت مسیح علیہ السلام اس بزرگوار کی آمد کی خبر دیتے ہیں جن کی صفات عالیہ میں سے مسیح کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں اور اسی لئے وہ جہان کا سردار ہے۔ جہان کا سردار ترجمہ ہے، سرور عالم کا جو نبی کریم ﷺ کا عَلَم ہے اور ترجمہ ہے۔ سید ولد آدم کا جو حضور صادق المصدوق ﷺ کا الہامی خطاب ہے۔

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ ”سید کے دو معنی ہیں۔
① مختار کل جو کسی کا محکوم نہ ہو، آپ جو چاہئے کرے، یہ شان رب تعالیٰ کی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سید (سردار) نہیں۔ ② پہلے حاکموں کا حاکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں تک پہنچے، جیسے چوہدری، زمیندار۔ اس معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے۔ ہر امام اپنے ہم عصر لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے ماننے والوں کا، ہر بزرگ اپنے عقیدت مندوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا سردار ہے۔ یہ بڑے بڑے حضرات پہلے حکم پر خود عامل ہوتے ہیں پھر اپنے چھوٹوں کو سکھاتے ہیں، پڑھاتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہمارے محبوب نبی ﷺ تمام جہان کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ آپ سب سے زیادہ احکام شرعیہ کے پابند تھے اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے میں لوگ آپ ہی کے محتاج ہیں۔ اس معنی کے لحاظ سے آپ کو سارے جہان کا سردار کہا جاتا ہے۔“

چنانچہ دنیا میں بھی آپ کو سرداری کا رتبہ حاصل ہوا کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو گئی اور آپ کی بعثت کے وقت سابقہ انبیاء بھی موجود ہوتے تو وہ بھی آپ کی اتباع اور تابعداری کرتے۔ اور آخرت کی سرداری بھی محض آپ ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ قیامت کے روز بھی سارے انبیاء آپ ہی کے جھنڈے تلے جمع ہونگے یعنی دنیا و آخرت کی سرداری آپ ﷺ کی ذات بابرکات کا ہی خاص خاصہ ہے۔ برا ہو مذہبی پیشوائیت اور جاہ و حشم کے مفادات کا جو دیدہ و دانستہ کتمان حق تحریف لفظی و معنوی کے علاوہ دور از کار تاویلیں پیش کرتے اور حق کی قبولیت میں رکاوٹ ڈالنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”قل یا اهل الکتاب لم تکفرون بایت الله والله شهید علی ما تعملون، قل یا اهل الکتاب لم تصدون عن سبیل الله من امن تبغونها عوجا وانتم شهداء وما

اللہ بغافل عما تعلمون" (۳-۹۸-۹۹)

آپ ان اہل کتاب سے کہئے کہ تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم کرتے ہو (یعنی تحریف لفظی و معنوی) سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے، کہئے اے اہل کتاب تم اسے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ جو ایمان لاتا ہے اس کے لئے کجی چاہتے ہو حالانکہ تم خود اس کی (راستی) پر گواہ ہو اور جو حرکتیں تم کر رہے ہو، اللہ ان سے بے خبر نہیں۔" پادری صاحبان کہتے ہیں دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ (یوحنا ۱۲-۱۳) اور یہ بالتخصیص شیطان کے لئے مستعمل ہے۔ بعینہٖ پادری وکلف اے سنگھ بزعم خود لکھتے ہیں کہ "دنیا کا سردار" کی اصطلاح خالصتاً اور بالتخصیص ابلیس کے لئے مستعمل ہے۔ ملاحظہ فرمایئے "اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے، اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔" (یوحنا ۱۲-۱۳) مسیحی اس اصطلاح کو کسی عام انسان کے لئے استعمال کرنے کی جرات نہیں کر سکتے چہ جائیکہ وہ کسی نبی کے لئے کریں۔

(فارقلیط از وکلف اے سنگھ صفحہ ۴۵)

پادری صاحب کے دلائل باطل ہیں:-

پادری صاحب نے جن آیات کا حوالہ دیا ہے ① "دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا" ② "اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔" یہ سب تحریف کا کرشمہ ہے۔ کیتھولک بائبل میں یہ آیت اس طرح ہے کہ "دنیا کے سردار پر فتویٰ لگا گیا ہے" یہاں بھی تحریف کی گئی ہے۔ اصل عبارت کیا ہے؟ البتہ ای ایس وی بائبل نے یہاں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"Concerning judgement because the ruler of this world is judged. (John 16-11, The Holy Bible English Standard Version)

عدالت کے بارے میں اسلئے کیوں کہ دنیا کا سردار منصف (قاضی، جج) ہے۔

② اور دوسری آیت ''اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے، اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔'' (یوحنا ۱۲-۱۳) یہاں بھی تحریف سے کام لیکر ابہام پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ دنیا کی عدالت دنیا کے سردار نے کرنی ہے تو پھر دنیا کا سردار آئیگا جسے نکال دیا جائے گا، بنا دیا گیا۔ اگر بالفرض شیطان مراد ہے تو کہاں سے نکال دیا جائیگا؟ باغ عدن سے تو وہ پہلے ہی نکالا جا چکا ہے دنیا سے نکالا نہیں گیا یہ سب تحریف کا کرشمہ ہے، ہم کہتے ہیں پھر اگر یہاں مان بھی لیا جائے کہ دوسری آیت میں اب دنیا کا سردار نکال دیا جائیگا مثلاً یہاں مان لیا جائے کہ اس سے مراد شیطان ہے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پہلے مقام پر دنیا کا سردار فارقلیط ہے جو عادل ہے جو عدالت کرے گا۔ ظاہر ہے شیطان تو عادل نہیں اور دوسرے مقام پر ''اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا۔'' یہاں سے شیطان مراد ہے نکال دیا جائے گا کا مطلب ''مایوس ہو جائے گا۔'' ''الیوم یئس الذین من دینکم'' اب سوال ہے کہ ممکن ہے کہ فارقلیط کے لئے بھی دنیا کا سردار کا لفظ استعمال کیا جائے شیطان کو بھی دنیا کا سردار کہا جائے اس کی مثال ہمیں بائبل میں اس طرح ملتی ہے کہ انبیاء کے فرشتوں کے لئے بائبل میں خدا اور خداوند کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اور شیطان کو بھی خدا کہا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے موسیٰ کو بھی خدا کہا گیا ہے، شیطان کو بھی خدا کہا گیا ہے، لہٰذا ممکن ہے عیسیٰ علیہ السلام نے یہاں نیکی کا سردار، بھلائی کا سردار دنیا جہان کا سردار فارقلیط کے لئے استعمال کیا ہو، اور برائی کے سردار کے لئے بھی ان معنوں میں کہ وہ گناہگاروں کا سردار ہے۔ شیطان کو کہا ہو، دونوں مقام کے جملوں میں واضح فرق ہے شیطان کے لئے روح کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ (افسیوں ۲-۲)

لہٰذا روح القدس بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے موجود تھا، اس لئے اس کی پیشین گوئی کی ضرورت نہ تھی اور شیطان بھی عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے موجود تھا، باغ

عدن سے بھی عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہی نکالا جا چکا تھا اس لئے اس کی بھی پیشین گوئی کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ روح حق کو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے جانے پر معلق فرمایا تھا اور اس پر ایمان لانے کی بھی وصیت فرمائی تھی اور فارقلیط روح حق یعنی صادق اور امین ہے۔ سچائی کا روح ہے، پھر غور فرمایئے اس سے پہلے اور بعد میں پورے باب میں نبی موعود کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس لئے پادری صاحب کی یہ تاویل باطل ہے۔

پادری صاحب کی اس دروغ گوئی اور دیدہ و دانستہ کذب بیانی پر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

دل کے خوش کرنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

اللہ گنجے کو ناخن نہ دے ورنہ وہ اپنی ہی عقل کے بخیئے ادھیڑتا رہے گا۔

درحقیقت فارقلیط کے متعلق یہ نشانی کہ وہ سردار ہوگا، اس قدر مشہور اور معروف ہے کیونکہ یہ سید کا ترجمہ ہے اس معاملہ میں انکار کی صورت نہ تھی اور تو کچھ بن نہ سکا کہ دلائل سے کچھ ثابت کرتے لہٰذا یہ نئی ہانکی کہ سردار سے مراد ابلیس ہے۔ حالانکہ یہی اصطلاح عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی مستعمل ہے یہ الگ بات ہے کہ آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے۔ لہٰذا آپ صرف بنی اسرائیل کے سردار ہیں اور خاتم النبیین ﷺ دنیا جہان کی طرف مبعوث فرمائے گئے، لہٰذا آپ پوری دنیا کے سردار کہلائے۔ بائبل کے متعدد مقامات سے ثابت ہے کہ دنیا و آخرت کی سرداری اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لئے مخصوص ہے، چنانچہ بائبل سے ثابت ہے کہ "تیرے بیٹے تیرے باپ دادا کے جانشین ہونگے، جن کو تو تمام روئے زمین پر سردار مقرر کریگا۔" (زبور ۶۵-۱۶-۱۷)

تمام انبیاء بنی اسرائیل سردار ہیں:-

بائبل کی کتاب پیدائش میں خاتم النبیین کی ایک پیشین گوئی ہے جو "شیلوہ" کی پیشین گوئی سے مشہور ہے۔ اس پیشین گوئی میں یعقوب کی نسل کے تمام انبیاء کو حاکم

سردار Ruler کہا گیا ہے

The Scepter shall not depart from Judah, nor the ruler's staff from between his feet until tribute comes to him and to him shall be the obdience of the peoples.

(GENESIS 49-10)

دیکھئے یہاں یہوداہ کی نسل سے سرداری ختم نہ ہوگی کہ شیلوہ آئے گا مگر یاد رہے کہ اس سے مراد دنیاوی حکومت نہیں بلکہ نبوت مراد جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے بارے میں وضاحت فرمائی ہے کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں، اس طرح بنی اسرائیل کے تمام انبیاء سردار ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی لفظ سردار کی ہی اصطلاح مستعمل ہے۔ بائبل میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک پیشین گوئی کچھ اس طرح ہے۔ ''اے بیت لحم! یہوداہ کے علاقے تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز چھوٹا نہیں کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری امت اسرائیل کی نگہبانی کریگا۔ (متی ۶-۵)

اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام محض بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی طرف مبعوث فرمائے گئے تو پھر بنی اسرائیل کے سردار عیسیٰ علیہ السلام ہوئے اور اگر عیسائی عقیدہ کے مطابق سب کے لئے آئے تو پھر ایک لحاظ سے اپنے وقت میں دنیا کے سردار عیسیٰ علیہ السلام ٹھہرے، کیسی تعجب کی بات ہے کہ عیسائیوں کا خداوند محض بیت لحم یہوداہ کے علاقے کا سردار اور ان کے مقابلے میں ابلیس دنیا کا سردار اور یہ تو اس سے تعجب کی بات ہے کہ آپ کے خداوند شیطان سے بھی آزمائے گئے اور شیطان ان سے اپنے لئے سجدہ کروانے کی خاطر انہیں دنیاوی لالچ بھی دیتا ہے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ (یوحنا ۱۶-۱۱)

اور تو اور بائبل میں دنیا کا خدا شیطان کو بھی کہا گیا ہے یعنی خدا کا لفظ بھی

شیطان کے لئے مستعمل ہے اور موسیٰ کو بھی فرعون کا خدا بائبل میں کہا گیا ہے اور یہ بھی موسیٰ کے بارے میں کہا گیا۔ ''خداوند سینا سے آیا'' اور پھر عہد نامہ قدیم تو اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ شیطان دنیا کا خدا ہے اس بات کی نہیں کہ شیطان دنیا کا سردار ہے لہٰذا ممکن ہے یہاں ''دنیا کا خدا نکال دیا جائے گا'' کے لفظ ہوں اور مصلحین بائبل نے ابہام پیدا کرنے کے لئے یہاں بھی سردار ترجمہ کر دیا ہو۔ اب اصل انجیل تو کہیں موجود نہیں کہ تصدیق کی جا سکے بلکہ کسی حواری کی لکھی ہوئی انجیل بھی موجود نہیں ان کے ترجمے ہی باقی ہیں پھر باقی تمام نشانیاں بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ اس سے مراد فارقلیط ہے۔ بعض ہمارے تبصرہ نگار بھی کہتے ہیں کہ اصل انجیل سے مراجعت کیوں نہیں کرتے اب انہیں کون بتائے کہ انجیل کا کوئی بھی مکمل نسخہ پانچویں صدی کا بھی موجود نہیں کسی کا ایک دو باب ہے تو اس چھوٹے ٹکڑے کو مکمل نسخہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا بائبل کا کوئی بھی مکمل نسخہ عہد نامہ قدیم یا جدید کا پانچویں صدی سے پہلے کا نہیں۔ لہٰذا ان تراجم میں بھی مروجہ بائبل میں پیدائش سے لیکر مکاشفہ تک کوئی ایک ایسی آیت پیش کرنے سے دنیائے نصرانیت عاجز اور درماندہ ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ شیطان کو دنیا کا سردار بنایا گیا ہے اور اس کے برعکس شیطان کا ملعون اور مردود ہونا بائبل کے متعدد مقامات سے ثابت ہے۔

بات روز روشن سے بھی واضح ہے کہ دنیا اور آخرت کی سرداری اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے لئے مخصوص ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے وقت کے سردار اور امام تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے وقت میں، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دیگر انبیاء اپنے اپنے وقت میں امام اور سردار چونکہ تمام انبیاء کی نبوت مخصوص وقت اور محدود مدت اور خاص علاقے یا امت کے لئے مخصوص تھی، لہٰذا وہ اپنے علاقے اور اپنی امت کے سردار ٹھہرے، اور ان کے برعکس خاتم النبین ﷺ عالمین کے لئے اور قیامت تک کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرمائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

کا فرمان ہے کہ "قل یاایها الناس انما انا لکم نذیر مبین فالذین امنوا وعملوا الصالحت لهم مغفرة ورزق کریم" (۲۲-۵۰،۴۹)

اے رسول ﷺ! پوری نوع انسانی سے کہہ دو کہ میں تو تمہارے لئے صاف ڈرانے والا ہوں، سو جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے تو بخشش بھی ہے اور عزت کا رزق بھی۔

"یاایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته" (۵-۶۷)

اے رسول ﷺ! اس ضابطہ حیات کو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے، تمام انسانوں تک یکساں طور پر پہنچاتے رہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یہ فریضہ رسالت کی عدم ادائیگی ہوگی۔ "قل یاایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعاً" (۷-۱۵۸) تمام بنی نوع انسان سے کہہ دو کہ میں اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ (قومی، وطنی اور مذہبی حدود سے بلند ہو کر) ساری انسانیت کی طرف "وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطن فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطن ثم یحکم الله ایته والله علیم حکیم" (۲۲-۵۲)

تم سے قبل ہمیشہ ایسا ہوتا رہا کہ ہمارے نبی رسول وحی لے کر آتے رہے۔ لیکن (ان کے دنیا سے جانے کے بعد) مفاد پرست شیطان، اس وحی میں آمیزش کر دیتے، لہٰذا اللہ شیطانوں کی آمیزش شدہ اس وحی کو منسوخ کر دیتا اور پھر ایک اور رسول کے ذریعہ سے اپنے قوانین کو محکم کر دیتا اس لئے کہ اللہ کو ہر ایک بات کا علم ہوتا ہے اور اس کے سب کام مبنی بر حکمت ہوتے ہیں۔

"وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلمته" (۶-۱۱۶) اور قرآن کے ساتھ تمہارے پروردگار کی وحی کا سلسلہ صدق و عدل کے ساتھ مکمل ہو گیا ہے۔ اب ان قوانین میں کوئی تغیر و تبدل کرنے والا نہیں۔ کیونکہ "انا نحن نزلنا

الذکر وانا له لحافظون '' (۱۵-۹)

قرآن کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے بھی ذمہ دار ہیں۔ یعنی قرآن حکیم کے ساتھ تحریف اور تبدیل کا معاملہ پیش آ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا انتظام اب اللہ کے ذمہ ہے۔ چنانچہ'' ان الذین کفروا بالذکر لما جآء ھم وانه لکتب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید ما یقال لک الا ما قد قیل للرسول من قبلک ان ربک لذوا مغفرة وذو عقاب الیم '' (۴۱-۴۱ تا ۴۳)

یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے پاس قرآن آیا تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا حالانکہ یہ ایک زبردست کتاب ہے جس میں باطل نہ آگے سے راہ پا سکتا ہے اور نہ پیچھے سے یہ حکمت والے اور لائق ستائش اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ آپ سے بھی وہی کہا جا رہا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہا جا چکا۔ بلاشبہ آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے اور المناک عذاب دینے والا بھی۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ'' قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضھم لبعض ظھیر '' (۱۷-۸۸)

'' آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن سب اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے اگروہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔'' اور پھر اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ نے چیلنج فرمایا۔

'' وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله وادعوا شھدآء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین فان لم تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة ''

اگر تم اب بھی شک میں مبتلا ہو ہماری اس وحی پر جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی تو لے آؤ ایک سورۃ بنا کر اس کی مثل اور اللہ کے سوا تم اپنے مددگاروں کو

بھی بلا لاؤ، اگر تم سچے ہو اور تم ایسا نہ کر سکو گے اور ہمیں یقین ہے کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے پس تم اس آگ سے ڈر جاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ پھر قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا کہ "ان هو الا ذکر للعالمين" (۱۲-۱۰۴)

قرآن تمام اہل عالم کے لئے نصیحت ہے اور کعبۃ اللہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکا وهدی للمتقین" (۳-۹۶) بلاشبہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے تعمیر ہوا، وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے تمام جہانوں کے لئے ہدایت ہے۔ اور خاتم النبیین ﷺ کے متعلق فرمایا کہ "وما ارسلنک الا رحمة للعالمين" (۲۱-۱۰۷) اور ہم نے تمہیں صرف اس لئے بھیجا ہے کہ ہمارا یہ نظام ہر دور کے لوگوں کے لئے رحمت بن جائے۔"

لہذا دونوں جہانوں کی سرداری ان تمام خصوصیات کے پیش نظر محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے۔ فرمایا حضور صادق المصدوق ﷺ نے "انا سید ولد آدم یوم القیامة ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواه الا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر" (رواہ ترمذی بحوالہ مشکوۃ صفحہ ۵۱۳)

قیامت کے دن (بھی) تمام اولاد آدم کی سرداری مجھے حاصل ہو گی اور میں اس پر غرور نہیں کرتا اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا اور مجھے اس پر بھی فخر نہیں اور دربار الٰہی میں حاضری کیلئے سب سے پہلے میری ہی قبر شق کی جائے گی اور میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا۔

ہم ادب سے گذارش کرینگے کہ مردود وملعون ابلیس کو دنیا کا سردار کہنا انتہائی ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ دنیا کی لعنت ذلت وخواری ابلیس اور ابلیس کے حواریوں کے لئے مخصوص ہے اور دنیا و آخرت کی سرداری اللہ تعالیٰ کے نیک راست باز اور

پاکیزہ بندوں کے لئے مخصوص ہے۔ بائبل میں اس کا ثبوت موجود ہے اور قرآن حکیم سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔

ب) بائبل میں سردار کا ترجمہ Ruler یعنی حاکم کیا گیا ہے۔

And now I have told you before it takes place, so, that when it does take place you may believe I will no longer talk much with you forthr RULER of this wolrd is coming. (John 14-29)

اور عربی ترجمہ شرق الاوسط میں رئیس ترجمہ کیا گیا ہے۔

"وقلت لكم الآن قبل ان يكون حتىٰ متى كان تومنون الا اتكلم ايضا معكم كثير الان رئيس هذا العالم ياتى وليس له شئى" (یوحنا ۱۴-۲۹)

رئیس کا مطلب ہے قوم کا سردار۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ امت کے سردار یعنی سید العالمین ہیں۔ کیتھولک بائبل میں یہ پیشین گوئی اس طرح سے ہے۔ "اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے بیشتر کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم ایمان لاؤ۔ اب سے میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور اس کا مجھ میں کچھ نہیں۔" (کیتھولک بائبل)

غور فرمائیے دنیا کے سردار کی خبر دینے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اب میں تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم ایمان لاؤ۔" کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شاگردوں کو حکم دیا کہ تم شیطان پر ایمان لے آنا؟ اگر دنیا کے سردار سے مراد ابلیس شیطان ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام کبھی اس پر ایمان لانے کا حکم نہ دیتے۔ دوسری خاص بات یہ ہے کہ مروجہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقیہوں، فریسیوں اور علماء کو بھی مخاطب فرمائیں تو انہیں افعی کے بچو، حرامکارو، انبیاء کے قاتلوں کے فرزندو، ریاکارو، اے سانپو وغیرہ کے القاب سے انہیں مخاطب کرتے

ہیں، کیا وجہ ہے کہ شیطان لعین کو وہ بڑی عزت سے دنیا کا سردار کہتے ہیں؟ پھر کیا شیطان عیسیٰ علیہ السلام کے وقت بلکہ ان سے پہلے موجود نہ تھا؟ کیا آپ نہیں جانتے کہ شیطان تو جناب مسیح کو بلندی پر لے جا کر ان سے اپنے آپ کو سجدہ بھی کروانا چاہتا تھا وہ پہلے سے ہی موجود تھا اس کی آمد کی بشارت کیوں؟

افسوس پادری صاحب کی یہ تاویل کئی وجوہ سے باطل ثابت ہو گئی کیونکہ شیطان تو پہلے سے ہی موجود تھا اور اتنا آزاد تھا کہ مسیح کو دنیا کی سرداری کا لالچ دے کر ان سے اپنے لئے سجدہ بھی کروانا چاہتا تھا۔ اور وہ تو یہوداہ میں بھی سما گیا پھر اس کی آمد کی بشارت کیوں؟ اس لئے شیطان لعین تو دنیا کا سردار ہو نہیں سکتا۔ وہ برائی کا سردار ہے، گناہ کا سردار ہے، لعنتیوں کا سردار ہے۔ پھر دنیا کا سردار کون ہے؟ .... وہی فارقلیط سید ولد آدم یعنی اولاد آدم کا سردار۔

الغرض یہ پیشین گوئیاں صرف اور صرف تاکستان کے مالک (متی ۱۲-۳۳ تا ۴۲) محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ہیں۔

پادری فانڈر کا اعتراض:۔

"دنیا کا سردار" اس کے بارے میں پادری وکلف اے سنگھ صاحب نے جو لکھا اس کا جواب ہو چکا۔ پادری فانڈر صاحب اپنی کتاب میزان الحق میں اسی پیشین گوئی کے تحت دنیا کے سردار کے متعلق لکھتے ہیں "جب ہم کتب مقدسہ کے دیگر مقامات کو دیکھتے ہیں جہاں یہی لقب یا اور اس کے ہم معنی القاب شخص مذکورہ کو دیے گئے ہیں تو صاحب منکشف ہو جاتا ہے کہ وہ شیطان ہے، دیکھو لوقا ۱۰۔۱۸، یوحنا ۱۲۔۳۱، ۱۶۔۱۱، 2۔کرنتھیوں ۴۔۴، افسی ۲۔۱، ۶۔۱۱،۱۲ (میزان الحق باب نمبر۲ حصہ سوئم)۔

پادری صاحب نے اپنے نظریہ کے ثبوت میں کل چھ مقام عہد نامہ جدید سے نقل کیے ہیں جن میں سے دو پادری وکلف اے سنگھ نے نقل کیے ان کا حال بیان ہو چکا۔ آیئے اب ان کو ترتیب وار دیکھتے ہیں۔

① "اس نے ان سے کہا میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہوا دیکھ

رہا تھا"۔(لوقا ۱۰۔۱۸)

② "اب دنیا کی عدالت کی جاتی ہے اب دنیا کا سردار نکال دیا جائے گا"۔ (یوحنا ۱۲۔۳۱)

③ "عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے"۔ (یوحنا ۱۶۔۱۱)

④ "یعنی ان بے ایمانوں کے واسطے جن کی عقلوں کو اس جہان کے بادشاہ نے اندھا کر دیا ہے تاکہ مسیح جو خدا کی صورت ہے اس کے جلال کی خوشخبری کی روشنی ان پر نہ پڑے"۔ (۲ کرنتھیوں ۴۔۴)

⑤ اور اس نے تمہیں بھی زندہ کیا جب اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب سے مردہ تھے جن میں تم پیشتر دنیا کی روش پر چلتے تھے اور ہوا کی عملداری کے حاکم یعنی اس روح کی پیروی کرتے تھے جو اب نافرمانی کے فرزندوں میں تاثیر کرتی ہے"۔ (افسیوں ۲۔۱،۲)

⑥ خدا کے سب ہتھیار باندھ لو تاکہ تم ابلیس کے منصوبوں کے مقابلہ میں قائم رہ سکو کیونکہ ہمیں خون اور گوشت سے کشتی نہیں کرنا ہے بلکہ حکومت والوں اور اختیار والوں اور اس دنیا کی تاریکی کے حاکموں اور شرارت کی ان روحانی فوجوں جو آسمانی مقاموں میں ہیں"۔ (افسیوں ۶۔۱۱،۱۲)

پادری فانڈر صاحب نے جو چھ مقام ابلیس کو دنیا کا سردار ثابت کرنے کے لیے بتائے وہ ہم نے بمعہ حوالہ نقل کر دیے ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے ایک سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ابلیس دنیا کا سردار ہے۔

دو کا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، باقی چار سے جو ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ نمبر ا کے مطابق "شیطان بجلی کی طرح آسمان سے گرا" اور یہ جملہ شیطان کی ذلت و خواری کو ظاہر کرتا ہے اس کی سرداری کو نہیں۔

نمبر۴ کے مطابق شیطان کو دنیا کا بادشاہ کہا گیا ہے یہاں بادشاہ کا لفظ الحاقی ہے۔ E.S.V میں دنیا کا بادشاہ کی جگہ God of this world کے الفاظ ہیں۔

نمبر۵ میں شیطان کو ہوا کی عمل داری کا حاکم اور نافرمانی کے فرزندوں میں تاثیر کرنے والی روح کہا گیا ہے۔

اور نمبر ۶ میں شیطان کو ''دنیا کی تاریکی کے حاکموں'' اور ''شرارت کی روحانی فوجوں'' کہا گیا ہے۔

نتیجہ معلوم شیطان کی صفات یہ ہیں۔

آسمان سے گرا ہوا، دنیا کا خدا، ہوا کی عملداری کا حاکم، نافرمانی کے فرزندوں میں تاثیر کرنے والا روح، دنیا کی تاریکی کا حاکم، شرارت کی روحانی فوج۔

دنیا کے سردار کی صفات:۔

عادل حاکم، وہ دنیا کی عدالت کرے گا، Ruler of this world is judge، عیسیٰؑ دنیا کے سردار پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہیں، لہٰذا دونوں مقام پر فرق واضح ہے نیز دنیا کے سردار کی پیشین گوئی فرمائی جا رہی ہے اور عیسیٰؑ اسے اپنے جانے پر معلق فرماتے ہیں مگر شیطان تو پہلے سے ہی دنیا میں موجود تھا۔

⑰ سترہویں نشانی: روح القدس فارقلیط نہیں، حواریوں کی شہادت:۔

روح القدس کا نزول اگرچہ ایک من گھڑت افسانہ (Pure legend) ہے جسے لوقا کی جانب منسوب کیا گیا ہے۔ تاہم محض بحث کی خاطر اگر تسلیم کر لیا جائے کہ روح القدس کا نزول حواریوں پر ہوا تو اس صورت میں روح کا نزول ہمارے موقف کے خلاف ہرگز نہیں وہ اس طرح کہ اول تو روح القدس میں وہ نشانیاں موجود نہیں، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ روح القدس کا نزول کب ہوا؟ پینتی کست کے دن روح القدس کے نزول کا ذکر اعمال کے دوسرے باب میں ملتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یوحنا کی انجیل کب لکھی گئی۔ مسیحی مصادر کی روشنی میں ۹۰ء تا

۱۰۰ء کے درمیان۔ یعنی یوحنا سے انجیل لکھے جانے سے مدتوں پہلے یہ واقعہ گذر چکا تھا۔ اس صورت میں تو یوحنا بڑے فخر سے دعویٰ کرتے کہ مسیح کی یہ پیشین گوئی روح القدس کے نزول سے پوری ہو گئی جیسا کہ بائبل کی دیگر کتب کے مصنفین کی یہ عادت ہے۔ کیا اس موقعہ پر یوحنا نے کوئی دعویٰ کیا؟ یوحنا نے دعویٰ کیا اور ضرور کیا اور اپنے دعویٰ کو تقویت دینے کے لئے مقدس پطرس کے ریمارکس بھی قلمبند کئے اور پطرس جیسے معتبر حواری کی شہادت کو اس پیشین گوئی کے ساتھ جوڑا۔ پطرس کہتے ہیں کہ ''ہم نشے میں نہیں۔'' بلکہ یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی پیشین گوئی سے ہے اور حواریوں نے تصدیق کر دی۔ یوحنا نے اسے اپنی انجیل میں جگہ دی۔ پھر یوحنا پطرس کی اس گواہی کے بعد عہد نامہ قدیم سے یوئیل نبی کی وہ پیشین گوئی نقل کرتے ہیں جو روح القدس کے نزول سے پوری ہوئی۔ اس کے بعد یوحنا اسرائیلیوں کو مخاطب کرکے یسوع ناصری کے ایک شخص ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ ان کے معجزات، عجائبات اور کرشموں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اگر فارقلیط کا تعلق روح القدس سے تھا تو اس موقع پر یوحنا یوئیل نبی کی بجائے مسیح کی اس پیشین گوئی کا ذکر کرتے بلکہ ڈنکا بجاتے۔ مگر انہوں نے واضح طور پر اسے یوئیل نبی کی پیشین گوئی قرار دیا اور پادری صاحب خواہ مخواہ حواریوں کی مخالفت اپنی ''انجیل جلیل'' کی مخالفت پطرس اور یوحنا کی مخالفت میں مدعی سست اور گواہ چست کا مصداق بن رہے ہیں۔ یوحنا نے اپنے مکاشفہ میں فارقلیط سے متعلق مزید نشانیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مقدس یوحنا روح القدس کی تائید سے خاتم النبیین کی نشانیاں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

حضرت یوحنا کے نزدیک فارقلیط کی نشانیاں:۔

''پھر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے۔ اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں جن کے ماتھے پر اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور مجھے آسمان پر سے ایک ایسی آواز سنائی دی جو زور کے پانی اور

بڑی گرج کی سی آواز تھی اور جو آواز میں نے سنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں وہ تخت کے سامنے اور چاروں جانداروں اور بزرگوں کے آگے ایک نیا گیت گا رہے تھے اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار اشخاص کے سوا جو دنیا میں سے خرید لئے گئے تھے، کوئی اس گیت کو نہ دیکھ سکا۔ یہ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے، یہ اللہ اور برہ کے لئے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں سے خرید لئے گئے ہیں ان کے منہ سے کبھی جھوٹ نہ نکلا تھا، وہ بے عیب ہیں پھر میں نے ایک اور فرشتہ کو آسمان کے بیچ میں اڑتے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلہ اور اہل زبان اور امت کے سنانے کے لئے ابدی خوشخبری تھی اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آپہنچا ہے اور اسی کی عبادت کرو جس نے آسمان اور زمین اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کئے۔'' (مکاشفہ باب ۱۴ آیت ۱ تا ۷)

نبی اکرم ﷺ کے حق میں اور آپ کے صحابہ کی شان میں یہ ایسی واضح پیشین گوئی ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد کوئی شبہ باقی رہ نہیں جاتا۔ اس پیشین گوئی سے انکار خواہ مخواہ کے مخالف اور متعصب کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس پیشین گوئی کے متعلق کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں، پھر بھی قارئین کی آسانی کیلئے چند رموز ذکر کئے جاتے ہیں۔

① '' پھر میں نے جو نگاہ کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ برہ صیون کے پہاڑ پر کھڑا ہے۔ برہ سے اصلاح مکاشفات میں وہ گراں مایہ وجود مراد ہے جو اللہ کے بعد سب سے بزرگ و برتر ہو، یہاں جناب محمد رسول اللہ ﷺ مراد ہیں۔ اس سے مرادہ کفارہ کا من گھڑت عقیدہ نہیں ہے اس کا بطلان تو واضح ہے۔ صیون سے مراد مقدس پہاڑ ہے اور وہ مقدس پہاڑی عرفات کی پہاڑی ہے۔ یہ ایک اشارہ ہے خطبہ حجۃ الوداع

کی طرف۔

⑱ اٹھارہویں نشانی:۔

''اس کے ساتھ ایک لاکھ چوالیس ہزار شخص ہیں۔'' یہ تعداد صحابہ کرام کی ہے جو حج میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ احادیث میں مفصل مذکور ہے۔

⑲ انیسویں نشانی:۔

''جن کے ماتھے پر اس کا اور اس کے باپ کا نام لکھا ہوا ہے۔''

یہ ترجمہ ہے۔''سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود '' کا ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان ہونگے۔

⑳ بیسویں نشانی:۔

''مجھے آسمان پر سے ایک ایسی آواز سنائی دی جو زور کے پانی اور بڑی گرج کی آواز تھی اور جو آواز میں نے سنی وہ ایسی تھی جیسے بربط نواز بربط بجاتے ہوں اور چاروں جانداروں بزرگوں کے آگے گویا ایک نیا گیت گا رہے تھے۔'' اس میں عام آوازہ تسبیح وتحمید کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل بربط اور باجا کے ساتھ ایسی دعائیں پڑھا کرتے تھے مگر تسبیح وتحمید میں'' لا الـه الا الله وحده لا شريک له الملک وله الحمد وهو علی کل شئی قدير .... لبيک اللهم لبيک ......الخ'' نیا گیت سے یہی دعائیں مراد ہیں جو عربی زبان میں تھیں اور عربی اہل کتاب کے لئے نئی زبان تھی، لہٰذا اسے نیا گیت کہا گیا ہے۔

㉑ اکیسویں نشانی:۔

''اور ان ایک لاکھ چوالیس ہزار شخصوں کے سوا جو دنیا میں سے خرید لئے گئے تھے، کوئی اس گیت کو نہ سیکھ سکا۔'' رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اس خطبہ کے سننے کا شرف ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ کو ہی ملا تھا اور خرید ے جانے کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

(۲۲) بائیسویں نشانی:-

''یہ اللہ اور برہ کے لئے پہلے پھل ہونے کے واسطے آدمیوں میں سے خریدے گئے ہیں۔'' اصحاب پیغمبر کی یہ صفت قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ ''والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار ''نیز باالفاظ حدیث''اختارهم الله لرسوله'' اور خریدے جانے کا ذکر قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا گیا۔

''ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة يقاتلون في سبيل الله فيقتلون ويقتلون وعدا عليه حقا في التورة والانجيل والقرآن'' (توبہ ۹/۱۱۱)

''یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنین کی جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے اور وہ اللہ کے دین کی خاطر قتال کریں پھر ماریں اور مارے جائیں۔ یہ اللہ کا وعدہ جو تورات و انجیل اور قرآن پاک میں مذکور ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے مومنوں کو ان کی جان و مال کے عوض جو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کئے، جنت عطا فرما دی حالانکہ یہ جان و مال بھی اس کی عطا کردہ ہیں۔ پھر قیمت اور معاوضہ بھی، یعنی جنت، وہ نہایت ہی بیش قیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ پچھلی کتابوں یعنی توارۃ و انجیل میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار پوری دنیا جانتی ہے کہ اصحاب پیغمبر نے اللہ کے دین کی خاطر مال خرچ کرنے سے دریغ کیا اور نہ ہی جان دینے سے ہچکچائے۔ یہی صفت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے اور یہی مطلب ہے دنیا بھر میں سے خرید لئے جانے کا۔

(۲۳) تائیسویں نشانی:-

''یہ وہ ہیں ہیں جو عورتوں کے ساتھ آلودہ نہیں ہوئے بلکہ کنوارے ہیں۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ صفت ہے ایمان لانے کے بعد آپ زنا تو کیا برائی کے راستوں کے قریب بھی نہیں پھٹکے۔ ''والذين هم لفروجهم حافظون'' بلکہ

کنوارے ہیں" سے مراد یہ ہے کہ زنا سے کنارہ کش رہے، یعنی زنا سے اس طرح ناواقف ہیں جیسے کوئی کنوارہ شادی سے پہلے عورت سے ناواقف۔

چوبیسویں نشانی:۔

یہ وہ ہیں جو برہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں جہاں کہیں وہ جاتا ہے صحابہ کی یہ صفت قرآن مجید میں بایں الفاظ موجود ہیں۔"والذین معه" نیز باالفاظ"یتبعون الرسول النبی الامی"

پچیسویں نشانی:۔

"اور ان کے منہ سے کبھی جھوٹ نہ نکلا تھا، وہ بے عیب ہیں۔ یہ صفت قرآن مجید میں بدیں الفاظ بیان ہوئی ہے۔

"ان الذین یغضون اصواتهم عند رسول الله اولئک الذین امتحن الله قلوبهم للتقوىٰ لهم مغفرة واجر عظیم"

چھبیسویں نشانی:۔

"پھر میں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم، ہر قبیلے اور اہل زبان اور امت کے سنانے کیلئے ابدی خوشخبری تھی۔ اور اس نے بڑی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اس کی تمجید بیان کرو کیونکہ اس کی عدالت کا وقت آ چکا ہے اور اس کی عبادت کرو جس نے آسمان اور سمندر اور پانی کے چشمے پیدا کیے۔

ابدی خوشخبری سے مراد قرآن حکیم ہے جو تمام جہانوں کے لئے، ہر قوم، ہر قبیلہ، ہر علاقے کے لئے ابدی انجیل یعنی ابدی خوشخبری ہے۔ اور آخری آسمانی کتاب ہے اور کے بعد آسمان سے کوئی کتاب نازل نہ ہوئی نہ قیامت تک ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ"ان هو الا ذکر للعالمین" بے شک (قرآن) عالمین کے لئے

ذکر ہے۔ اور حضور صادق المصدوق ﷺ نے بڑی یعنی اونچی آواز سے کہا کہ اللہ سے ڈرو، اس کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔" قیامت قریب ہے تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اس لئے "قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" یعنی کہہ دو کہ اللہ وحدہٗ لا شریک ہے اور اس کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہی وحدہٗ لا شریک ہے تو تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

انجیل کی یہ پیشین گوئی اتنی صاف اور واضح ہے کہ جس میں کوئی شک اور شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ انجیل کے اس مقام پر حضور صادق المصدوق ﷺ کے آخری خطبہ کا ذکر کیا گیا ہے آپ کے صحابہ کی شان بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ "ذلک مثلھم فی التوارۃ ومثلھم فی الانجیل" (فتح ۴۸/۲۹)

خطبہ حجۃ الوداع کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیق کو امیر حج بنایا اور تین سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ روانہ کیا تاکہ سب کو حج کرائیں ان کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ سورۃ برات کا اعلان کریں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ براۃ کی پہلی چالیس آیتوں کو مع ان احکام کے پڑھ کر سنایا۔ اس سال کے بعد کوئی مشرک بیت اللہ کے اندر داخل نہ ہونے پائے گا جیسا کہ یسعیاہ باب ۳۵ آیت میں مذکور ہے کہ "اور وہاں ایک شاہراہ اور گزرگاہ ہو گی جو مقدس راہ کہلائے گی جس سے کوئی ناپاک گزر نہ کرے گا۔" ناپاک سے مراد مشرک ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ "انما المشرکون نجس" اس لئے فرمایا کہ کوئی مشرک یعنی ناپاک وہاں داخل نہ ہونے پائے گا اور کوئی شخص برہنہ ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ ۱۰ھ میں حضور صادق المصدوق رضی اللہ عنہ نے احرام باندھا اور یہیں سے "لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک" کا ترانہ بلند کیا اور مکہ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ اس مقدس کاروان

میں راستہ سے ہر ہر جگہ سے فوج در فوج لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا راہ میں جب کسی ٹیلہ سے گذر ہوتا تھا تو تین تین بار تکبیر بآواز بلند فرماتے اور یہی نشانی کتاب مقدس میں بھی بیان کی گئی ہے کہ بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد دیہات اپنی آوازیں بلند کریں گے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔ پھر جب آپ ﷺ مکہ کے قریب پہنچے تو ذی طویٰ میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہرے اور پھر بالائے مکہ میں ان سب قوموں اور انبوہ کو لے کر مکہ میں داخل ہوئے اور روز روشن میں کعبۃ اللہ کا طواف کر کے اللہ تعالیٰ کے جلال کو آشکارا کیا۔ اس موقع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب آیات ۵،۶ میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "سمندر کی فراوانی تیری طرف پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہو گی، اونٹوں کی قطاریں اور مدیان اور عیفہ کی سانڈنیاں آ کر تیرے گرد بے شمار ہوں گی۔ وہ سب سبا سے آئیں گے اور سونا اور لوبان لائیں گے اور خدا کی حمد کا اعلان کرینگے۔" حضور صادق المصدوق ﷺ زیارت کعبۃ اللہ سے فارغ ہو کر صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے، ان کی چوٹیوں پر چڑھ کر اور کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے کلمات توحید وتکبیر پڑھے۔ "لا الـه الا الله وحـده لا شـريـك لـه لـه الـمـلـك ولـه الـحـمـد وهو على كل شئي قدير وحمد انجزه وعده ونصر وعبده وحزم الاحزاب وحده"

یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور ستائش بھی اس کے لئے شایان ہے وہ سب چیزوں کی قدرت رکھتا ہے۔ اللہ جس کے سوا کوئی عبادت کے شایان نہیں ہے اسی نے اپنے وعدہ کو پورا کیا، اسی نے اپنے بندے کی مدد فرمائی، اسی نے خود تمام فوجوں کو شکست دی۔

کے ترانے گائے۔ آٹھویں ذوالحجہ کو قیام گاہ مکہ سے روانہ ہو کر منی ٹھہرے،

ظہر، عصر، مغرب، عشاء، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا کیں۔ نویں ذوالحجہ کو حضور صادق المصدوق ﷺ طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آکر اترے۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات، دوسری جانب مزدلفہ ہے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہوکر عرفات تشریف لائے، تمام میدان سر تا سر لوگوں سے بھرا ہوا تھا، اور ہر ایک شخص تکبیر وتہلیل تمجید و تقدیس میں مصروف تھا، اسی وقت ایک لاکھ چوالیس ہزار کا مجمع احکام الٰہی کی تعمیل کیلئے ہمہ تن حاضر تھا، نبی ﷺ نے پہاڑی پر چڑھ کر اور قصواء پر سوار ہوکر خطبہ کا آغاز فرمایا۔

اس کی عدالت کا وقت آپہنچا ہے:۔

یہ جملہ انتہائی قابل غور ہے اس کے ساتھ اس بات کا اضافہ فرمالیجئے۔

Concerning judgment because the Ruler of this world is judged. (John 16-11)

عدالت کے بارے میں اسلئے کہ دنیا کا سردار منصف ہے۔ اب بات واضح ہو گئی ہے کہ اس کی عدالت کا وقت آپہنچا ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرو اور اس کی تمجید کرو ایمان سے بتایئے اللہ کی عدالت میں وکیل ابلیس ہوگا یا ابلیس کی حیثیت قاضی یا جج کی ہوگی؟ یہ پیشین گوئی پہلی پیشین گوئی سے متصل ہے اور واضح ہوگیا کہ دنیا کا سردار سے مراد "سید ولد آدم" یعنی حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔

یہی بات زبور ۹۶ اور ۹۷ میں ہے یعنی "وہ راستی سے قوموں کی عدالت کریگا...... وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے اور وہ صداقت سے جہان کی اور سچائی سے قوموں کی عدالت کریگا۔

فارقلیط کا نام صادق الامین ہے، وہ مجاہد اعظم اور اس کی سواری سفید گھوڑا ہوگی:۔

"پھر میں نے آسمان کو کھلا دیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور جو

اس پر سوار ہے وہ امین اور سچا کہلاتا ہے۔ اور وہ صداقت سے عدالت کرتا اور لڑتا ہے اور اس کی آنکھیں آگ کے شعلے کے مانند اور اس کے سر پر بہت سے تاج ہیں اور اس کا ایک نام لکھا ہوا ہے جسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کیلئے اس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عصاء سے ان پر حکومت کریگا اور قادر مطلق خدا کے سخت غضب کی مئے کے حوض میں انگور روندے گا اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند۔" (مکاشفہ ۱۹-۱۱ تا ۱۶)

ہم اپنے قارئین کے لئے عربی بائبل اور پھر انگریزی بائبل سے یہ پیشین گوئی نقل کرنا چاہیں گے۔

"ثم رایت السماء مفتوحة واذا فرس ابیض والجالس علیه یدعی امینا و صادقا و بالعدل یحکم ویحارب وعیناه کلھیب نار وعلی راسة تیجان کثیرة ولم اسم مکتوب لیس احد یعرفه الا ھو وھو متسربل بثوب مغموس بدم ویدعی اسمه کلمة الله والاجناد الذین فی السمآء کانوا یتبعونه علی خیل بیض لابسین بذا ابیض ونقیا ومن فمه یخرج سیف ماض لکی یضرب به الامم وھو سیر عاھم بعصا من حدید وھو یدوس معصرة خمر سخط وغضب الله القادر علی کل شئی ولده علی ثوبه وعلی فخذه اسم مکتوب ملک الملوک ورب الارباب"

(رؤیا یوحنا اللاھوتی ۱۹-۱۱ تا ۱۶)

Then I saw heaven opened and behold a white horse the one sitting on it is called FAITHFUL and True, and in

righteousness he judges and makes war. His eyes are like a flame of fire and on his head are many diadems and he has a name written that no one knows but himself. He is clothed in a robe, dipped in blood, and the name by which he is called is the word of God, and the armies of heaven arrayed in fine linen, white and pure, were following him on white horses. From his mouth comes a sharp sword with which to strike down the nations, and he will RULE then with a rod of iron. He will tread the winepress of the fury of the wrath of God the Almighty on his robe and on his Thigh he has a name written king of kings and Lord of Lords. (E.S.V. Revelation 19-11 to 16)

مقدس یوحنا نے روح القدس کی تائید سے ہمیں بتایا کہ اس آنے والے فارقلیط کی درج ذیل صفات ہونگی۔

① اس کا نام صادق الامین ہوگا۔

② سفید گھوڑے پر سوار لوہے کے عصا یعنی تلوار سے لوگوں کو سیدھا کریگا۔

③ آنے والا مجاہد اعظم ہوگا اس کی سواری گھوڑا اور اس کا ہتھیار تلوار ہوگا۔ مشرکین کے لئے انتہائی سخت گویا اس کی آنکھیں آگ ہیں اور وہ لوہے کے عصا سے ان پر حکومت کریگا۔

④ اس کا ایک نام ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

⑤ اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے۔

⑥ آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں۔

⑦ اور اس کی ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے کہ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا

خداوند۔

تجزیہ:۔

① "اس کا نام صادق الامین ہوگا":۔

رسول اللہ ﷺ کی صفت صادق اور امین اس قدر مشہور اور معروف ہے کہ اس کا انکار تو سخت سے سخت مخالفین کو بھی نہیں ہو سکتا چنانچہ اعلان نبوت سے بھی پہلے لوگوں میں آپ صادق اور امین مشہور تھے۔ (اس کی مثالیں پیش کرنے کی ہم چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے۔)

② "آنے والا مجاہد ہوگا اس کی سواری سفید گھوڑا اور اس کا ہتھیار تلوار":۔

رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی بت پرستوں، کفار، یہود ونصاریٰ سے لڑتے ہوئے گذری۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "انا الرسول بالسیف" مجھ کو اللہ نے لوہے کا عصا دے کر بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی مبارک میں ۸۶ جنگیں لڑیں۔ سفید گھوڑے پر سوار ہاتھ میں تلوار لئے ۲۷ جنگوں میں بنفس نفیس شریک ہوئے اور قبائل در قبائل اور امتیں ان کے سامنے زیر ہوتی رہیں۔ تفصیل کیلئے الرحیق المختوم کا مطالعہ فرمایئے۔

③ "اس کا ایک نام ہے جسے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا":۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے اور عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام محمد ﷺ یا احمد ﷺ رکھا گیا ہو۔ بائبل کا ایک ایک ورق کنگالئے، قوموں کے احوال پڑھئے، کسی کا نام آپ محمد یا احمد نہ پائیں گے، یہی مراد تھی کہ اس کے سوا اس کا نام کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی پیدائش سے پہلے کسی کو اس نام کا علم نہ تھا، اور آپ کے بعد محمد یا احمد یا پھر غلام احمد نام کے اتنے لوگ گذرے اور موجود ہیں کہ شمار کرنا مشکل ہے۔

④ "اس کا نام کلام خدا کہلاتا ہے":۔

یعنی اس کا نام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ "محمد رسول اللہ والذین معه اور مبشر برسول یاتی من بعدی اسمه احمد"

⑤ "آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اس کے پیچھے پیچھے ہیں":۔

رسول اللہ ﷺ کی مدد کیلئے اللہ تعالیٰ آسمان سے فرشتوں کی فوج کا نزول فرماتے۔ جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو وحی کا نزول ہوا۔ "انی ممدکم بالف من الملائکة مردفین" (۸-۹) میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔

اسلامی جنگوں میں فرشتوں کا نزول تواتر سے ثابت ہے۔ "وینصرک اللہ نصرا عزیزا" اللہ نے آپ کی مدد فرمائی، غالب آنے والی۔

⑥ "اس کی ران پر یہ نام لکھا ہوگا بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند":۔

ران پر لکھا ہوا نام رسول اللہ ﷺ کی مہرت نبوت ہے۔ "خداوندوں کا خداوند" سے کیا مراد ہے؟ بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کا اطلاق بائبل میں بکثرت مخدوم اور معلم کے معنی میں کیا گیا ہے۔ خدا اللہ تعالیٰ کا نام نہیں۔ قارئین اس سے دھوکہ نہ کھائیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام بھی خدا نہیں۔ قرآن کریم میں خدا کا لفظ ثابت نہیں۔ حدیث مبارکہ میں خدا کا لفظ نہیں اور خود بائبل میں بھی اللہ تعالیٰ کا نام خدا نہیں۔ محض ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خدا کو لے لیا گیا۔

بائبل کے مطابق اللہ کے نام:۔

خدا کے نام تین صورتوں میں ملتے ہیں۔ ① مفرد یا بنیادی ② ایل کے ساتھ مرکب ③ یہوداہ کے ساتھ مرکب۔

① مفرد یا بنیادی یک لفظی نام ایل۔ الہ۔ الوہیم۔ یہوداہ۔ ادون۔ ادونائی (جن کا ترجمہ) خداوند وغیرہ کیا گیا ہے۔

(۲) ایل کے ساتھ مرکب۔ عبرانی میں جو نام ''ایل'' کے ساتھ آتے ہیں ان کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔ قادر مطلق سب سے اعلیٰ اور افضل خدا ازلی ابد خدا۔

(۳) اسی طرح جو نام یہوداہ کے ساتھ مرکب ہیں ان کا اردو ترجمہ خداوند، خدا، یہوداہ، غیر فانی خدا وغیرہ۔

(۱)	الوہیم	پیدائش ۲-۴	وہ جو قادر ہے	وہ جو تخلیق کرتا ہے
(۲)	ایل ایلیون	پیدائش ۱۴-۲۲	وہ جو مالک ہے	وہ جو سب سے اعلیٰ ہے
(۳)	ادونائی	پیدائش ۱۵-۲	وہ جو حاکم ہے	خداوند ہمارا خدا
(۴)	ایل اولام	پیدائش ۲۱-۳۳	وہ جو پراسرار ہے	خداوند جو ظاہر کرتا ہے
(۵)	یرٰی	پیدائش ۲۲-۱۴	وہ جو چھڑاتا ہے	خداوند جو مہیا کرتا ہے
(۶)	روفی	خروج ۱۵-۲۶	وہ جو شفا دیتا ہے	خداوند جو شفا دیتا ہے
(۷)	نسی	خروج ۱۷-۱۵	وہ جو ہماری خاطر جنگ لڑتا ہے خداوند ہمارا جھنڈا	
(۸)	یکادیہ	خروج ۲۱-۱۳	وہ جو پاکیزگی ہے	خداوند ہمارا جو پاک کرتا ہے
(۹)	شالوم	قضاۃ ۶-۲۴	وہ جو صلح بخشتا ہے	خداوند ہمارا جھنڈا
(۱۰)	سباؤتھ	۱-سموئیل ۱-۳	وہ جو ملکیت رکھتا ہے	خداوند رب الافواج
(۱۱)	صدقنو	یرمیاہ ۲۳-۶	وہ جو راست ٹھہراتا ہے خداوند ہماری راست بازی	
(۱۲)	شامہ	حزقی ایل ۴۸-۳۵	وہ جو موجود ہے	خداوند قریب ہے
(۱۳)	ایلیون	زبور ۷-۱۷	وہ برکت دیتا ہے	خداوند جو برکت دیتا ہے
(۱۴)	روئی	زبور ۲۳-۱	وہ جو نگہداشت کرتا ہے خداوند ہمارا چوپان	

(مضامین بے مثال صفحہ ۳۶،۳۵، جلد ا میکی اشاعت خانہ فیروز پور روڈ لاہور)

علاوہ ازیں ''الفا'' اول ''میگا'' آخر قصہ مختصر بائبل میں بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی نام خدا نہیں۔ مترجمین بائبل نے فارسی اور اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خدا، خداوند کو بھی لے لیا۔ حالانکہ یہ ایرانیوں کے ''اہور مزدا خدا'' دیوتا کا نام ہے۔ یہی روش مسلمان مترجمین قرآن نے اپنائی اور اللہ کا ترجمہ خدا کر دیا حالانکہ اللہ کی کوئی مثل نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں نہ افعال میں نہ اسماء میں اور پھر اللہ پکارنے سے دل کو سکون اور باعث اجر و ثواب ہے۔ کیونکہ یہ قرآنی نام ہے اور قرآن کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ''ا'' ایک حرف ہے۔

آپ نے دیکھا کہ اردو بائبل میں خداوندوں کا خداوند عربی میں رب الارباب اور انگریزی بائبل میں ''لارڈ آف لارڈز'' کے الفاظ ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے بعد سب سے افضل و اعلیٰ و بزرگ و برتر۔

بائبل میں عام انسانوں، انبیاء اور فرشتوں پر لفظ خدا بکثرت استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں خود بائبل میں موجود ہیں۔

بائبل میں جب عام انسانوں اور انبیاء کیلئے لفظ خدا یا خداوند بکثرت ملتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ سب انبیاء الٰہ ہیں اور عقیدہ توحید کے عنوان سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ظاہر ہے ان کیلئے خدا یا خداوند کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ مخدوم، معلم اور ہادی تھے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے خداوندوں کے خداوند ہونے میں کوئی قباحت نہیں۔ مراد یہ ہوگی کہ رسولوں کا رسول نبیوں کا نبی، اماموں کا امام ہادی اعظم۔

''مہر نبوت، اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہے:۔

اس سے مراد ہے مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ثبت تھی جس سے کستوری جیسی خوشبو مہکتی تھی اور بخاری شریف کی روایت کے مطابق

وہ ''حجلہ'' کے حلقے جیسی تھی، مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ وہ کندھے کی نرم ہڈی کے پاس جمع شدہ گوشت تھا جس پر سیاہ مہکوں جیسے تل تھے نیز وہ کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔ اکثر اہل کتاب صحابہ نے دیگر نشانیوں کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس مہر نبوت کو دیکھنے کا مطالبہ کیا اور دیکھتے ہی ایمان لے آئے۔ حضرت سلمان فارسی جو پہلے مجوسی تھی، پھر عیسائی پادری بنے حتیٰ کہ مسلمان ہوئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے بھی آخری نشانی کے طور پر مہر نبوت کو دیکھا اور ایمان لائے اور یہ نشانی انہیں وقت کے سب سے بڑے پادری نے بتائی تھی۔

''حضرت یہوداہ فارقلیط کی نشانیاں بیان کرتے ہیں:۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حنوک علیہ السلام جو حضرت آدم سے ساتویں پشت میں تھے، یہ پیشین گوئی فرمائی تھی، جسے یہوداہ نے بیان فرمایا۔

''ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا، یہ پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا تاکہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے کاموں کے سبب سے جو انہوں نے بے دینی سے کیے ہیں اور ان سب سخت باتوں کے سبب سے جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں، قصوروار ٹھہرائے۔

(یہوداہ کا عام خط ۱۴ تا ۱۶)

اس پیشین گوئی میں مصلحین بائبل نے اپنی عادت سے مجبور تحریف لفظی سے کام لیا ہے۔ بطور ثبوت نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

It was also about these that Enoch the seventh from Adam, Prophesied, saying behold, the lord came with ten thousands of his holy ones. (E.S.V Bible Jude 14)

پادری صاحب بتانا پسند فرمائیں گے کہ یہاں دس ہزار کو تحریف کی نذر کرکے

لاکھوں کیوں لکھا، جی ہاں استثناء کے باب ۳۳ میں بھی دس ہزار تھا۔ آپ نے لاکھوں زبردستی لکھ دیا تاکہ فارقلیط کی نشانیوں کو ختم کیا جاسکے مگر انگلش سٹینڈرڈ وژن نے بہت سی تحریفات کو واضح کر دیا کہ E.S.V اور R.S.V اور کنگ جیمز ایڈیشن کے مطابق استثناء ۳۳ میں بھی دس ہزار کا لفظ ہے اور یہ تعداد فتح مکہ کے وقت فارقلیط کے صحابہ کی تعداد تھی۔

اس عبارت کے ہر جملے پر غور فرمائیے کہ یہ کس ہستی کے متعلق ہیں۔ مگر اس سے قبل یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خداوند کے لفظ کا اطلاق بائبل میں بکثرت ''مخدوم'' اور ''معلم'' کے معنی میں کیا گیا ہے۔

مثلاً فرشتے کے لئے لفظ خدا (خروج ۳۴-۴۰)

موسیٰ کے لئے لفظ خدا خداوند سینا سے آیا (استثناء ۳۳)

خداوند نے موسیٰ سے کہا دیکھ میں نے تجھے فرعون کیلئے خدا ٹھہرایا۔ (خروج ۷-۱)

تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو۔ (زبور ۸۲-۶)

شیطان کے لئے بھی لفظ خدا (۲ کرنتھیوں ۴-۳)

رب کا مطلب یعنی مجازی استعمال معلم ہادی وغیرہ کے لئے اناجیل میں بکثرت ربی کے الفاظ ملتے ہیں۔ دیکھئے۔ (یوحنا ۱-۳۸)

لہٰذا اگر فارقلیط کے متعلق رب الارباب خداوندوں کا خدا کہا گیا ہے تو یہ حقیقی معنی میں نہیں مجازی معنی میں ہے۔ جیسے بائبل کے متعدد مقامات سے رب اور خدا، خداوند کے الفاظ مخلوق کے لئے ثابت ہیں، جن کی چند مثالیں اوپر بیان کی گئیں ہیں۔

البتہ ''مقدس'' عہد قدیم اور عہد جدید دونوں میں ان نیک مومنین کے لئے استعمال ہوا جو زمین پر موجود ہوں۔ کیونکہ بائبل میں ہی درج ذیل عبارتیں ہمارے موقف کی صداقت کیلئے کافی ہیں۔ لکھا ہے

① ذرا پکار کیا ہے کوئی جو تجھے جواب دے گا؟ اور مقدسوں میں سے تو

کس کی طرف پھرے گا۔ (دیکھئے ایوب ب ۱۵)

② وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا لاکھوں قدوسیوں میں سے۔

(استثناء باب ۳۳-۲)

ان آیات میں مقدسوں یا قدوسیوں سے مراد زمین کے مومنین ہیں۔ علماء پروٹسٹنٹ نظریے کے مطابق تو ظاہر ہے اور علماء کیتھولک کے لئے اس سے زمین کے مقدس اور نیک مومنین مراد لینا ضروری ہے کیونکہ وہ ''مطہر'' جہنم یا علماء کیتھولک کے نزدیک ''اسفل'' جس میں ان کے نزدیک مقدسوں کی ارواح غم و الام کا شکار رہتی ہیں اور پاپا کے مغفرت نامہ دیئے بغیر نجات نہیں پا سکتیں۔ وہ مطہر تو حضرت مسیح کے بعد وجود میں آیا ہے۔ حضرت ایوب کے وقت تو اس کا وجود تھا ہی نہیں۔

③ کرنتھیوں کے نام خط باب اول میں ہے

''خدا کے اس کلیسیاء کے نام جو کرنتھس میں ہیں یعنی ان کے نام جو یسوع مسیح میں پاک کئے گئے اور مقدس لوگ ہونے کے لئے بلائے گئے۔ (آیت ۲) اس آیت میں بھی ان لوگوں کو مقدس ہی کہا گیا ہے جو کرنتھس میں موجود تھے۔

④ رومیوں کے نام خط باب ۱۲ میں ہے۔

''مقدس کی احتیاجیں رفع کرو۔'' (آیت ۱۳)

اور اسی خط کے باب ۱۵ میں ہے۔

''بالفعل تو مقدسوں کی خدمت کرنے کیلئے یروشلم کو جاتا ہوں کیونکہ مکدنیہ اور اخلیہ کے لوگ یروشلم کے غریب مقدسوں کیلئے چندہ جمع کرنے کو رضامند ہو گئے۔'' (آیت ۲۵)

یہاں بھی مقدسوں سے مراد یروشلم کے غریب و غرباء اور نیک صالح لوگ مراد ہیں۔

⑤ فلپیوں کے نام خط کے باب ۱ آیت ۱ میں ہے۔''یسوع مسیح کے

بندوں پولس اور تیمتھیس کی طرف "فلپی" کے سب مقدسوں کے نام جو مسیح یسوع میں ہیں۔" یہاں مقدسوں سے مراد فلپی کے باشندے ہیں۔

⑥ تیمتھیس کے نام پہلے خط باب ۵ آیت ۱۰ میں ڈیکنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ "مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں۔"

اس موقع پر مقدسوں کا مصداق وہ مومنین ہیں جو دنیا میں موجود تھے اس کی دو دلیلیں ہیں۔

① - مقدس جو آسمان پر موجود ہیں وہ ایسی ارواح ہیں جن کے پاؤں نہیں ہوتے۔

② ڈیکنوں (شماس، شماسہ) کا آسمان پر جانا ہی ممکن نہیں۔

جب قارئین کو الفاظ خداوند، رب، مقدس، قدوسی کا حال بخوبی معلوم ہو چکا تو اب ہمارا یہ کہنا کہ خداوند سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاتح مکہ کی حیثیت سے مدینہ سے لوٹے اور مقدس جماعتوں کا مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ کہ حضور ﷺ کی تشریف آوری کو بصیغہ ماضی یعنی "آیا" کے ساتھ تعبیر اس لئے کیا گیا کہ آپ کی بعثت یقینی تھی پھر آپ صحابہ میں تشریف فرما ہو گئے اور کفار سے بدلہ لیا۔ منافقین اور مشرکین کو ان کی منافقانہ اور مشرکانہ حرکتوں کو اللہ کی توحید اور اس کے پیغمبروں کی رسالت تسلیم نہ کرنے پر اور بت پرستی اور آتش پرستی پر سرزنش کی۔ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت صدیقہ کے حق میں بے جا الزامات لگانے اور دوسرے بعض واہیات عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی۔ اسی طرح عیسائیوں کو اللہ کی توحید میں خلل اور کوتاہی پر نیز عیسیٰ کے حق میں افراط پر اور بعض عیسائیوں کو صلیب پرستی اور تثلیث پرستی پر اور واہیات عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی اور یہ تمام باتیں حضرت مسیح اور مبینہ روح کے متعلق ثابت نہیں۔ حضرت مسیح کی دنیا میں موجودگی تک صرف بارہ حواری یعنی بارہ مقدس ایمان لائے

جو بقول انجیل ایک نے تو مسیح کو تیس سونے کے سکوں کے عوض گرفتار کروایا باقی سب مسیح کے منکر ہو گئے۔

② مسیح نے کسی کو مجرم ٹھہرایا نہ کسی کو کسی کے جرم کی سزا سنائی بلکہ شریعت ہی منسوخ ہو گئی اور نہ ہی روح جو پینتی کست کو نازل ہوئی، اس نے یہ کام کیے۔

③ اور نہ ہی مسیح نے ہزاروں یا لاکھوں مقدسوں کی جماعت کو ساتھ لے کر بدمذہب اور بے دینوں کے خلاف جہاد فرمایا۔ نہ کسی کو بدمذہب عقائد رکھنے پر ملامت فرمائی اور نہ ہی یہ کام روح القدس نے کیے۔ یہ سب کام روح حق یعنی صادق اور امین محمد واحمد ﷺ کے لئے ازل سے ہی مخصوص تھے۔

انجیل اور آسمانی بادشاہت:۔

انجیلوں کا قاری ان میں بارہا استعمال ہونے والی اصطلاح ''آسمان کی بادشاہی'' Kingdom of Heaven کی طرف متوجہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کا ذکر عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر نبی یحییٰ علیہ السلام نے بھی کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام اس کو مختلف معانی میں بار بار استعمال کرتے ہیں۔ کہیں وہ اس سے محض نبوت مراد لیتے ہیں، یعنی نبی پر ایمان لانے والا گویا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو جاتا ہے اور کہیں اہل ایمان کی آخری سرفرازی یعنی جنت میں داخلہ کو آسمان کی بادشاہی میں داخلہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دو مواقع عبارت کے سیاق وسباق پر غور کرنے سے با آسانی متعین کئے جا سکتے ہیں۔ ان دو استعمالات کے علاوہ انہوں نے آسمان کی بادشاہی کے نزدیک آجانے کا نہایت قوت سے پرچار کیا اور پرچار کو اپنی آمد کا مقصد قرار دیا۔ اور اس بادشاہی کی خصوصیات کو متعدد تمثیلوں کی مدد سے سمجھایا۔ یہود کو بالخصوص خبردار کیا کہ اگر وہ اس بادشاہی میں داخل نہ ہوئے تو وہ ملعون قوم ٹھہریں گے۔ آسمان کی اس بادشاہی کا اطلاق عام نبوت پر ہوتا ہے نہ آخرت کے انجام پر۔ لہٰذا یہ دونوں سے مختلف کوئی چیز ہے۔

انجیل میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے واقعات، آپ کے معجزات اور مفروضہ صلیب کی داستان ان کو علیحدہ کر دیا جائے تو جو کچھ باقی بچتا ہے درحقیقت وہ عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا مقصد عظیم نظر آتا ہے اور آپ ہر جگہ منادی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کبھی واضح اور کبھی تمثیلوں میں اور وہ یہ کہ آسمانی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے اس کو دے دی جائے گی۔ اور کبھی آپ اس نبی موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں۔ ان کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کا نام مبارک احمد ہوگا کبھی ان کے اصحاب کی جاں نثاری کا تذکرہ کرتے ہیں کبھی اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں کہ وہ نبی خاتم النبین ہوں گے۔ اس بات کو آپ نے اس انداز سے بیان فرمایا۔ ''جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کا سرے کا پتھر ہو گیا۔ انجیلوں میں ''حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر بھی ملتا ہے اور ان کی منادی اور عیسیٰ علیہ السلام کی منادی بالکل ایک ہے۔ دونوں یہ منادی فرماتے ہیں کہ جب اس نبی موعود یعنی ''وہ نبی'' دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ فاران سے جلوہ گر ہوں تو ان پر ایمان لے آنا۔ اس بات کو عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد تمثیلوں سے سمجھایا اور آسمانی بادشاہی سے یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی یہی مراد ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی منادی:۔

انجیل کو کھولئے تو حضرت یحییٰ (یوحنا) علیہ السلام آسمانی بادشاہی کے نزدیک آ جانے کی خبر دیتے نظر آتے ہیں۔ ان کی منادی یہ ہوا کرتی کہ ''توبہ کر، کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی۔'' (متی ۲:۳) انہوں نے یہود کے دو مشہور گروہوں صدوقیوں ......اور فریسیوں ......کو مخاطب کر کے متنبہ کیا کہ:

> ''اے سانپ کے بچو! تم کو کس نے جتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگ سکو گے۔ پس توبہ کے موافق پھل لاؤ اور اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہیم ہمارا باپ

ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا ان پتھروں سے ابراہیم
کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے اور اب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا
رکھا ہوا پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں
ڈالا جاتا ہے۔ میں تو تم کو توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا
ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے زور آور ہے میں
اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تم کو روح القدس اور
آگ سے بپتسمہ دیگا۔ اس کا چھاج اسکے ہاتھ میں ہے اور وہ
اپنے کھلیان کو خوب صاف کریگا اور اپنے گیہوں کو تو کھتے میں
جمع کریگا مگر بھوسی کو اس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔"
(متی ۳-۷ تا ۱۲)

اس خطاب میں حضرت داؤد علیہ السلام یہود کو خبردار کر رہے ہیں کہ ان کے لئے جو وقت آگے آ رہا ہے اس سے وہ اپنی جان صرف اس صورت میں بچا سکتے ہیں کہ وہ اپنے نسب پر غرور کرنے کے بجائے توبہ کریں اور آسمانی بادشاہی کو قبول کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ان کے سوا اور بھی ہے، جو اگرچہ وحی و الہام سے بے بہرہ ہونے کے باعث پتھروں کے حکم میں ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو دین کی وراثت منتقل کر سکتا ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل خداوند تعالیٰ سے کیئے گئے اپنے عہد کو پورا کرنے سے قاصر رہے ہیں اس لئے اب ان کا وجود عبث ہے۔ اگر وہ توبہ نہیں کریں گے تو ان کو ایک بے ثمر درخت کی مانند کاٹ دیا جائے گا۔ میرے بعد آنے والا پیغمبر ایمان لانے والوں کے لئے تو سلامتی لائے گا لیکن مخالفین کو جہنم رسید کرنے کا باعث ہوگا۔ وہ میری طرح پانی سے بپتسمہ نہیں دے گا بلکہ روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا یعنی وحی الٰہی پر ایمان لانے کی دعوت دے گا اور جو لوگ اس کا انکار کریں گے ان کا دماغ آگ سے درست کریگا۔ جنگ کے لئے آگ کا استعارہ

نہایت معروف ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس اقتباس کو منطبق کرنا ممکن نہیں۔ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے، پانی سے بپتسمہ دیتے تھے، یوحنا کی طرح یہود کو تنبیہ کرتے کرتے ان کی عمر گزری اور ان کی زندگی میں جنگ کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے الفاظ جو میرے بعد آتا ہے سے بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اس اقتباس کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ آنجناب کے ہم عصر تھے اور متی کی روایت کے مطابق اس خطاب کے وقت بذات خود حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خدمت میں موجود بپتسمہ کی درخواست کر رہے تھے۔ (متی ۳:۱۳) لہٰذا ماننا چاہئے کہ ایک پیغمبر کی رسالت کی خوشخبری پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے دی اور اسی کو زیادہ واشگاف الفاظ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنایا جیسا کہ متی کے اگلے ابواب میں ہے گویا آسمانی بادشاہت کے نزدیک آجانے سے مراد اس موعود پیغمبر کی بعثت کا زمانہ قریب آجانا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی منادی:۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کو رومی گورنر نے گرفتار کر لیا تو

اس وقت یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے۔ (متی ۴:۱۷)

یہ خوشخبری آنجناب نے کسی ایک جگہ نہیں بلکہ علاقے میں گھوم پھر کر ہر جگہ دی۔ اور یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا رہا۔ (متی ۴:۲۳)

گلیل کے بعد آپ کفرنحوم کی بستی میں یہ منادی کرتے رہے۔ جب وہاں سے رخصت ہونے لگے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ہمارے پاس سے نہ جائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ:

مجھے اور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سنانا ضرور

ہے کیونکہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں۔ (لوقا ۴:۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اپنی آمد کا خاص مقصد یہ بتایا کہ مجھے لوگوں کو نبی موعود کی آمد کی نوید سنانا ہے۔ آپ کی کتاب کا عنوان انجیل ہے جس کے معنی خوشخبری کے ہیں۔ عیسائی اس خوشخبری کے مصداق خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں حالانکہ ایسا ماننے کا کوئی قرینہ نہیں۔ اس کے نمایاں وجوہ حسب ذیل ہیں۔

ا۔ اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی خوشخبری کا مصداق سیدنا مسیح علیہ السلام خود ہوتے تو شہروں میں ان کی منادی ان الفاظ میں ہوتی کہ آسمان کی بادشاہی آ چکی۔ اب تمہیں انتظار کس کا ہے، ایمان لاؤ۔

ب۔ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام قید خانہ میں تھے اور انہوں نے سیدنا مسیح کی تبلیغ کی شہرت سنی تو انہوں نے پیغام بھیج کر حقیقت معلوم کی۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح نے اس بات کی تردید فرمائی کہ آپ ہی موعود نبی ہیں۔

یوحنا نے قید خانہ سے پچھوا بھیجا کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں تو جواب بھجوایا کہ غریبوں کو خوشخبری سنائی جا رہی ہے اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔ (متی ۱۱:۵-۶)

اس اقتباس میں ''آنے والا'' سے مراد وہ خاص پیغمبر ہے جس کی آمد کی اطلاع انبیائے بنی اسرائیل مسلسل دیتے آئے اور جس پر ایمان لانے کا عہد بنی اسرائیل کوہ طور کے دامن میں کر چکے تھے، غریبوں کو جو خوشخبری سنائی جا رہی تھی وہ آسمانی بادشاہی کے نزدیک آنے کی تھی، غریب سے مراد اللہ کے آگے عاجزی و فروتنی کا اظہار کرنے والے لوگ ہیں جن کے متعلق مسیح علیہ السلام کا قول یہ ہے کہ ''مبارک ہیں وہ جو دل کے

غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی انہی کی ہے۔" (متی ۵:۳) دوسرے الفاظ میں مغرور اور ہٹ دھرم لوگ اس بادشاہی میں شامل ہونے سے محروم رہیں گے۔

اوپر کے اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام خود جس پیغمبر کی آمد کی خوشخبری دیتے تھے، اسی کی آمد کی بابت انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا وہی موعود پیغمبر ہیں؟ آنجناب نے واضح الفاظ میں جواب بھجوایا کہ میں تو خود اس کی آمد کی خوشخبری سنا رہا ہوں۔ میری ذات کے بارے میں کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ مطلب یہ ہوا کہ موعود پیغمبر میں نہیں، میرے بعد آنے والا ہے۔

ج۔ حضرت مسیح مدۃ العمر یہ نوید خود بھی سناتے رہے اور آخر میں اپنے خلفاء کو بھی اس بات کی تلقین فرمائی کہ میرے بعد اسی مشن کی تکمیل تم کرنا۔ آپ نے فرمایا:

> اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔
> (متی ۱۰:۷-۸)

یہ تمام قرائن اس کے حق میں ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اپنے بعد آنے والے اس نبی فارقلیط کی راہ ہموار کرنا تھا جس کی نوید پچھلے انبیاء بھی سناتے رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو خبردار کیا کہ جس خاص پیغمبر کا تمہیں انتظار تھا، اب اس کی آمد کا وقت نزدیک آ چکا ہے۔ میرے بعد اس کی آمد کا انتظار کرو۔

آسمانی بادشاہت کی حقیقت تمثیلات کی روشنی میں:۔

متی باب ۱۳ میں متعدد تمثیلات کے ذریعے سیدنا مسیح علیہ السلام نے آسمانی بادشاہت کی حقیقت سمجھائی۔ فی الواقع ان تمثیلات میں پیغمبر موعود کی رسالت کی خصوصیات سمو دی گئی ہیں۔ بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

ا۔ آسمانی بادشاہت رائی کے دانہ کی طرح ہو گی جو بہت چھوٹا ہوتا ہے لیکن

جب اگتا ہے تو بڑھتے بڑھتے اس قدر تناور درخت بن جاتا ہے کہ اس کی ڈالیوں پر پرندے بسیرا کرتے ہیں یا اس کی مثال وہ خمیر ہے جو ایک عورت ذرا سی مقدار میں بھتے سے آٹے میں ملا دیتی ہے تو کچھ دیر بعد تمام آٹے میں خمیر اٹھ چکا ہوتا ہے۔ یعنی نبی موعود اپنی دعوت کا آغاز کریں گے تو وہ تنہا ہوں گے۔ اس کے بعد لوگ ان کے ہم نوا بنتے جائیں گے، ان کا قافلہ بڑھتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ ان کی تعلیم کی روشنی سے پورا ملک جگمگا اٹھے گا۔ ہوتے ہوتے کئی دوسری اقوام اسی کی نام لیوا ہو جائیں گی اور اسی کی پناہ میں آسودگی پائیں گی۔

ب۔ آسمانی بادشاہت کھیت میں چھپے کسی خزانے کی طرح ہے جس پر اگر کوئی شخص مطلع ہو جائے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے اپنی جائیداد بیچ کر اس کھیت ہی کو خرید لیتا ہے یا اس کی تمثیل یوں ہے جیسے عمدہ موتیوں کا کوئی سوداگر جب اپنی پسند کا بیش قیمت موتی کہیں دیکھ لیتا ہے تو اس کو حاصل کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ بیچ دیتا ہے یعنی نبی موعود کی دعوت کی قدر و قیمت سے جو شخص واقف ہو جائے گا وہ اس کو حاصل کرنے کے لئے کسی چھوٹی یا بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریگا۔ وہ مال و جان کو عزیز رکھے گا بلکہ دعوت کی خاطر جان لڑا دینے کو اپنی سعادت سمجھے گا۔

ج۔ آسمانی بادشاہت اس بڑے جال کی مانند ہو گی جو دریا میں ڈالا جاتا ہے تو اس میں ہر قسم کی چھوٹی بڑی مچھلیاں سمیٹ لی جاتی ہیں۔ اس کے بعد دریا کے کنارے پر لا کر اچھی مچھلیاں الگ کر لی جاتی ہیں اور خراب مچھلیاں پھینک دی جاتی ہیں۔ علی ہذا القیاس اچھے بیج کے ساتھ خراب بیج کھیت میں پڑ جاتا ہے تو کسان اس کو اگنے اور بڑھنے دیتا ہے۔ جب فصل کٹتی ہے تو خراب بیج کے پودوں کو الگ جمع کر کے آگ لگا دی جاتی ہے اور

اچھے بیجوں کی فصل کو سمیٹ کر محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ اس تمثیل میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ موعود نبی کی رسالت میں مومن و منافق جمع ہو جائیں گے تو منافقوں کو برداشت کیا جائے گا اور ان پر فوری گرفت نہیں ہو گی۔ بعد میں مراحل میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے گا جس سے ان میں اور خالص اہل ایمان میں امتیاز ہو جائے گا۔

یہود کو تنبیہ:۔

سیدنا مسیح علیہ السلام چونکہ بنی اسرائیل کی اصلاح پر مامور تھے، اس لئے انہوں نے اپنی قوم کو خاص طور پر متنبہ کیا کہ ان کا ماضی کا رویہ ایسا ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت خداوندی کی حامل قوم کی حیثیت سے کام کرنے کا مزید موقع نہیں دے گا اور یہ تاج ان لوگوں کو پہنایا جائیگا جو اس کی ذمہ داریوں کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ آپ نے فرمایا:

> ''میں تم سے کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھم سے آ کر ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں گے مگر بادشاہی کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا۔'' (متی ۸: ۱۲۔۱۳)

اس قول کا مفہوم نہایت واضح طور پر یہ ہے کہ مشرق و مغرب کی کتنی قومیں نبی آخر الزماں پر ایمان لا کر اپنے آپ کو اخروی ضیافت کا مستحق بنا لیں گی لیکن بنی اسرائیل جس ڈگر پر چل رہے ہیں اس کا انجام یہ ہو گا کہ یہ پیغمبروں کی اولاد ہونے کے باوجود ایمان سے محروم رہ کر ابدی خسران کے مستحق ٹھہریں گے۔ ایسا کیوں ہو گا اور بنی اسرائیل سے خلعت نبوت کیوں چھین لی جائے گی، اس کو سیدنا مسیح علیہ السلام نے تاکستان کی مشہور تمثیل سے واضح فرمایا:

یہ تمثیل یوں ہے کہ ایک مالک نے تاکستان یعنی انگوروں کا باغ لگایا۔ وہ اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ پھل کا موسم آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو پھل لانے کے لئے بھیجا۔ باغبانوں نے نوکروں کو پکڑ کسی کو پیٹا، کسی کو پتھر مارے اور کسی کو قتل کر دیا۔ مالک نے پہلے سے زیادہ نوکر بھیجے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا۔ بالآخر مالک نے اپنے بیٹے کو بھیجا تو باغبانوں نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ ظاہر ہے اس صورت میں مالک ان باغبانوں کو بری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ دوسروں کو دے دے گا۔ جو موسم پر اس کو پھل پیش کریں گے۔ تمثیل سنا کر سیدنا مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ:

کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ
جس پتھر کو معماروں نے رد کر دیا
وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا
یہ خداوند کی طرف سے ہوا
اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔

"اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو، جو اس کے پھل لائے، دے دی جائیگی اور جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا لیکن جس پر وہ گرے گا اس کو پیس ڈالے گا۔" (متی ۲۱:۴۲-۴۴)

تاکستان کی تمثیل میں بنی اسرائیل کے جرائم سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ کیا لیکن وہ اس کے عہد کو پورا نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جانب متعدد نبی مبعوث کئے لیکن انہوں نے ان کی تحقیر کی، بعض کو سنگسار اور بعض کو قتل کر دیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک عظیم رسول...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے اس کے قتل کی بھی تدبیر کی۔ اس شیطنت

کے بعد آخر اللہ تعالیٰ اس نانجار قوم کو اپنے باغ کی رکھوالی کے لئے مسلط رکھے گا؟ وہ لازماً اس ذمہ داری کو دوسروں کے سپرد کر دیگا جو اس کا حق ادا کر سکیں۔

سیدنا مسیح علیہ السلام نے کتاب مقدس کا جو حوالہ دیا۔ یہ اصل میں زبور ۱۱۸: ۲۲-۲۳ کی عبارت ہے۔ اس کی تفسیر آنجناب نے آگے فرمائی۔

معماروں کے اس پتھر کو رد کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے ہمیشہ اپنے بھائیوں ...... بنی اسماعیل کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھا اور ان کے اندر کسی خوبی کا اعتراف نہیں کیا۔ لہٰذا بنی اسماعیل کے اندر آخری پیغمبر کی بعثت بنی اسرائیل کو ہکا بکا کر دیگی لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہو گا۔ بنی اسرائیل اگر اس پیغمبر سے ٹکرائیں تو اپنا سر پھوڑیں گے۔ اس کو کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔

جب سیدنا مسیح علیہ السلام سے یہود بیزار ہو گئے تو انہوں نے ان کو رومی حکومت کے ہاتھوں قتل کروانے کی سازش تیار کی۔ عیسیٰ علیہ السلام اس سے مطلع ہوئے تو اپنی نانجار قوم کو آخری مرتبہ یوں جھنجھوڑا۔

"اے یروشلم، اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتی اور جو تیرے پاس بھیجے گئے، ان کو سنگسار کرتی ہے، کتنی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں مگر تم نے نہ چاہا۔ دیکھ تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے جب تک نہ کہو گے کہ مبارک ہے۔ وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔

(متی ۲۳: ۳۸-۳۹)

یہاں حضرت مسیح علیہ السلام یہود کو اللہ کی لعنت سے بچانے کے لئے اپنی کاوشوں کا ذکر فرما رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ یہود نے ان کی قدر نہیں کی، لہٰذا اب ان سے نبوت کا منصب ہمیشہ کے لئے چھین لیا جائے گا۔ اب ان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہو گا۔ ان کی فلاح کی واحد صورت اب یہ ہے کہ اس نبی موعود پر ایمان لائیں جو خداوند کے نام سے آئے گا۔

یہود سے مایوس ہو کر سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو ملک میں پھیل جانے کا حکم دیا کہ وہ بستیوں میں گھوم پھر کر صحیح دین کی منادی کریں۔ بے حد مشکلات کا مقابلہ کرنے کے بعد یہ لوگ اصل دین کو عوام تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہودیوں نے اپنی سرشت کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم میں تحریف کا منصوبہ بنایا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور خدائی کے تین ستونوں میں سے ایک ستون قرار دے کر خدا بنا ڈالا۔ پال نے یہ عقائد مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں میں پھیلائے تو ان کی اکثریت نے ان کو قبول کر لیا اور خالص دین مسیحی کے حاملین اقلیت میں ہو گئے۔ پال کے ماننے والے رومی سلطنت میں بااثر ہو گئے اور آہستہ آہستہ حکمران طبقہ عیسائی ہو گیا۔ اسی طرح بحیثیت مجموعی یہود اور نصاریٰ جنہیں کتاب اللہ کی وراثت سونپی گئی تھی، دونوں اصل دین توحید کے خادم اور مبلغ کے طور پر ناکام ہو گئے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سیدنا مسیح علیہ السلام نے اپنے عہد میں اس نبی کے آنے کی اطلاع دی جس سے یہود پہلے سے واقف تھے اور جس کے انتظار کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ اپنے سے پیشتر انبیاء و رسل کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس رسول کی کئی علامات و خصوصیات بیان کیں اور ان کا نام فارقلیط یعنی احمد بتایا۔

> اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔ (یوحنا ۱۴: ۳۰)
>
> میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے

کیونکہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۷-۸)

مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو کامل سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۱۲-۱۳)

اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کا روح۔ (یوحنا ۱۴: ۱۶-۱۷)

ان اقتباسات سے حسب ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں:

① آنے والے پیغمبر کا مرتبہ و مقام سب سے اونچا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے ہم پلہ نہیں۔

② اس کے پاس کامل سچائی یا مکمل حق ہو گا۔ یعنی جو تعلیم دے گا وہ آسمانی ہدایت کی تکمیل کرے گی جب کہ سابق انبیاء کے پاس ناتمام ہدایت تھی۔

③ اس کی تعلیم ابد تک باقی رہے گی یعنی وہ آخری نبی ہو گا اور اس کے پاس جو ہدایت ہو گی اور اس وقت تک محفوظ رہے گی جب تک دنیا آباد ہے۔

④ وہ پیغمبر آسمانی تعلیم ہی پیش کرے گا اور مستقبل کے بارے میں

واضح اشارات دے گا۔

⑤ وہ اپنے مخاطبوں کے اندر پائے جانے والے گناہوں، حق تلفیوں اور غلطیوں کی نشاندہی کرے گا اور ان کو اس کا الزام دے گا۔

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اب وہی پیغمبر مبعوث ہو گا۔ درمیانی زمانہ میں کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

⑦ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس پیغمبر کا نام بھی بتایا، اس کو مترجمین نے مددگار یا سچائی کا روح کے الفاظ سے ادا کیا ہے۔ حالانکہ ناموں کا ترجمہ نہیں کیا جاتا۔ قرآن نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بتائے ہوئے نام کا ذکر کیا، وہاں نام "احمد" بتایا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، ملاکی نبی اور دیگر۔

بنی اسرائیل کے انبیاء و رسل نے جس وضاحت سے نبی موعود کا ذکر کیا، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی روشنی میں اپنے قبیلوں کو ہر دور میں تیار کرتے رہے کہ جونہی اس نبی کی بعثت ہو وہ اس پر ایمان لانے میں تاخیر نہ کریں اور اس کے دست بازو بن کر اس کے فرائض کی تکمیل میں اپنا حصہ ادا کریں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اہل کتاب ہر دور میں اس آخری نبی کی آمد کے منتظر رہے اور اپنے ہم عصروں کو بھی ذہنی طور پر تیار کرتے رہے کہ وہ بھی اس عظیم رسول کو پہچاننے اور اس پر ایمان لانے میں پیچھے نہ رہیں۔

دعا

اے رب العالمین!

تو ہی قادر مطلق ہے اور ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔ اور بنی آدم

کے دل تیرے ہی اختیار میں ہیں۔ تو ہی دلوں کو پھیر سکتا ہے اور دلوں کو ابلیس کے وسوسوں سے چھڑانے کی طاقت رکھتا ہے، اپنے فضل و کرم سے عیسائیوں کو جو سچے دل سے اپنی نجات کے خواہاں ہیں، راہ راست پر لا اور ان کو جو تعصب کی راہ سے دین اسلام کے دشمن ہو رہے ہیں، تعصب سے چھڑا اور ان کو توفیق عنایت فرما کہ سچے دل سے تیری راہ تلاش کریں اور تیرے نبی آخر الزماں پر ایمان لا کر نجات ابدی اور حیات سرمدی پائیں۔

اے رب متعال!

تو ہی سب کا چوپان ہے ان کو توفیق دے کہ اس کتاب کو بلا تعصب اور بلا طرف داری دیکھیں اور ضلالت و گمراہی کے ورطہ سے نکل کر ساحل نجات پر پہنچیں اور اس کتاب کو اپنے فضل و رحمت سے قبول، منظور و مقبول فرما اور اس میں جو کچھ سہو و نسیان ہوا ہو تو معاف فرما اور سب مسلمانوں کا خاتمہ بالا ایمان فرما اور قیامت کے دن سرور عالم ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ..................وکفیٰ، وسلام علیٰ عبادہ

الذی نصطفی

بندہ نے کتابچہ "فارقلیط" کو اچھی طرح دیکھا۔ اتنی کم عمری میں مؤلف نے کوزے میں دریا بند کرنے کی سعی میں نہایت عرق ریزی سے کام لیا ہے اور نقل و عقل کے ذریعے مفروضہ عیسائیت کے بخئے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اسمۂ احمد کی نہایت عمدہ تفسیر رقم کی ہے۔ اور پادری وکلف اے سنگھ صاحب کی باطل تاویلوں کی خوب خبر لی ہے۔ پھر پادری صاحب کے مسلمہ لفظ **Paracletus** پر ہی بحث کرتے ہوئے فارقلیط کے متعلق انتیس نشانیوں پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

"اللہ کرے کمند شوق اور پرواز کرے" کوزے میں دریا بند کرنے کی ایسی مثالیں خال خال ملتی ہیں۔ ہدایت کے منبع تو اللہ جل علیٰ کے دست قدرت میں ہیں ہمارے بس میں نہیں کہ کسی کو گردن سے پکڑ کر راہ راست پر لگا دیں۔ امید واثق ہے کہ یہ کتابچہ پڑھنے سے بہتوں کا بھلا ہوگا۔

میری رائے ہے کہ اس کا عربی اور خاص کر انگریزی زبان میں بھی ترجمہ ہوتا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکیم صاحب کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ان کیلئے توشہ آخرت بنائے۔

مولانا عبدالمالک بن مولانا عبدالحق (مرحوم)

قلعہ دیدار سنگھ گوجرانوالہ

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِي إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِي اسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ (القرآن)

فارقلیط

(اسمه احمد ﷺ)

پادری وکلف اے سنگھ کے
رسالہ "فارقلیط" کے جواب میں

مصنف
حکیم محمد عمران ثاقب

مکتبہ اسلامیہ

کتاب ---------- فارقلیط (اسمہ احمدﷺ)

مصنّف ---------- حکیم محمد عمران ثاقب

ناشر ---------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------- اپریل 2011ء

قیمت ----------

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

E-mail:maktabaislamiapk@gmail.com

فارقلیط

(اسمه احمد ﷺ)